مصطفی کمال پاشا

مجاہدین ترکی

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمع وطن کا پروانہ سوختہ

یعنے

ابوالاحرار غازی مدحت پاشا شہید وطن

مدحت پاشا ٹرکی کے وہ فرزند رشید ہیں۔ جو طلب آزادی میں شمع وطن پر قربان ہو گئے۔ سب سے پہلے انہی کا خون و استخوان ٹرکی کے قصر آزادی کی تعمیر میں کام آیا۔ اسی لئے وہ ابوالاحرار کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے والد ماجد حاجی علی آفندی ایک متوسط درجہ کے آدمی اور روسیچق (ڈینوب) کے ایک معمولی عہدہ دار تھے۔

پیدائش مدحت پاشا ۱۸۲۲ء میں اس دنیا میں آئے۔ ان کا خاندان چنداں خوشحال نہ تھا۔ لہٰذا ان کی تعلیم کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکا۔ تاہم آپ نے ابتدائی تعلیم پائی۔ اور اس کے بعد آپ کو فن خوشنویسی سکھایا گیا۔ یہ فن اُس زمانہ میں نہایت معزز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس فن کے ماہر اعلےٰ سرکاری عہدوں پر مامور کئے جاتے تھے

تعلیم آپ کے والد ماجد سرکاری کاموں کے سلسلے میں بیشتر سفر میں رہا کرتے تھے۔ لہٰذا مدحت پاشا تقریباً ۱۵ سال کی عمر تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ ۱۸۳۶ء میں آپ کے والد نے مستقل طور پر قسطنطنیہ میں سکونت اختیار کر لی۔

سرکاری خدمات:۔ اس زمانہ میں یہاں سرکاری ملازمت عزت کا ذریعہ سمجھی

جاتی تھی۔ لیکن مدحت محض قومی خدمت کے خیال سے اس سلسلہ میں داخل ہو گئے۔
اور چونکہ آپ کی ذہانت اور شرافت کا عام چرچا ہو چکا تھا۔ لہذا آپ محض معمولی کوشش سے صدارت عظمےٰ کے محکمہ سکرٹیٹ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ قسطنطنیہ سے باہر مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ دو سال دمشق میں رہ کر ۱۸۲۲ء میں قسطنطنیہ واپس آئے۔ اور یہاں سے آپ کو قونیہ بھیجا گیا۔ اور آپ اُس مجلس کے سکرٹری بنائے گئے۔ جو سامی بکر پاشا کی صدارت میں وہاں قایم ہوئی تھی۔ ۱۸۲۹ء میں مدحت مجلس ولایت کے دوم سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد سکرٹری اول بن گئے۔

چند روز بعد قسطنطنیہ اطلاع پہنچی کہ دمشق کا فوجی سپہ سالار غیر سرکاری مالی معاملات میں مداخلت کر کے رعایا کو پریشان کر رہا ہے۔ اس کی تحقیقات کے لئے مدحت کو بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ کامل چھ ماہ تک تحقیق و تفتیش کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے محاصل چُنگی وغیرہ کا کامل انتظام کیا۔ اور ڈیڑھ لاکھ عثمانی پونڈ اپنے ساتھ قسطنطنیہ لاکر شاہی خزانہ میں داخل کر کے رپورٹ کی کہ حاکم دمشق قبرصلی محمد پاشا فی الحقیقت خائن ہے۔ اور اس کو وہاں سے علیحدہ کر دینا چاہئے۔

مدحت کی خدمات سے خوش ہو کر وزیر اعظم رشید پاشا نے انہیں مجلس عالی میں ایک معزز عہدہ عطا کیا۔ جس پر آپ عالی پاشا اور رفعت پاشا کے زمانۂ وزارت میں بھی کام کرتے رہے۔

۱۸۵۴ء میں قبرصلی محمد پاشا (سابق حاکم دمشق) وزیر ہوئے۔ مدحت نے حکومت کو ان کی معزولی کا مشورہ دیا تھا۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ لہذا وہ انتقام پر آمادہ ہو گیا۔ اور اُس نے مدحت کو مسئلہ بلقان کی گتھی سُلجھانے پر مامور کیا۔

اس وقت بلقان میں بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ سرکش قبیلے بدامنی کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ مدحت ان تمام مشکلات پر غالب آئے۔ چنانچہ چند روز بعد تمام بدامنی دور کر کے واپس آ گئے۔

اس کے بعد مدحت صوبجات ایدن اور سلسٹر کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے۔ آپ نے سلطان عبدالحمید خاں کو رپورٹ کی۔ یہ بدامنی صوبجات کی ناقابلیت کا نتیجہ ہے۔ گورنروں نے اپنا قصور تسلیم نہ کیا۔ لہٰذا دوبارہ تحقیقات کی تحریک ہوئی۔ مگر بالآخر یہ مسئلہ ملتوی ہوا۔

۱۸۵۸ء میں رشید پاشا نے وفات پائی۔ یہ وزیر اعلےٰ پایہ کا مدبر اور سیاست دان تھا۔ نیز خیر خواہ ملک وقوم۔ اور پرستار آزادی۔ چنانچہ اسی کی کوشش سے سلطان عبدالحمید خاں کی حکومت نے ۱۸۲۹ء میں اعلان موسومہ "خط شریف گل خانہ" شائع کیا۔ اور یہ گویا ٹرکی کا مگنا چارٹا تھا۔ اس میں حکومت نے بعض انتظامی اور فوجداری اصلاحات کا وعدہ کیا تھا۔ نیز یقین دلایا تھا کہ تمام مسلم اور عیسائی رعایا کے جان ومال اور ننگ وناموس کی یکساں طور پر حفاظت کی جائے گی۔

۱۸۵۶ء میں بعد جنگ کریمیا فرمان "خط ہمایوں" شائع ہوا جو کئی مفید اصلاحات کا وعدہ دیتا تھا۔ مثلاً مسلم اور عیسائی رعایا کے حقوق یکساں ہوں گے۔ لیکن ایک عیسائی مگر بے تعصب مورخ لکھتا ہے کہ "ٹرکی کے آئندہ سلاطین نے ان وعدہ وعید کی زیادہ پروا نہیں کی"۔

رشید پاشا کے بعد عالی پاشا صدر اعظم ہوئے۔ اور انہوں نے سیاست یورپ کا مطالعہ کرنے کے لئے مدحت پاشا کو یورپ روانہ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ مدحت نے پیرس۔ ویانا اور برسلز رہ کر ہر ایک محکمہ کو غور سے دیکھا۔ اور ضروری واقفیت حاصل کرنے کے بعد چھ ماہ صرف کر کے واپس آئے۔ اور اس تجربہ سے آپ کی عزت کو چار چاند لگ گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ٹرکی کے جس علاقہ میں فساد ہوا۔ اس کے فرو کرنے کو مدحت ہی کو بھیجا گیا۔

کچھ عرصہ بعد بلغاریہ میں دوبارہ فساد رونما ہوا۔ عیسائیوں نے ترک وطن پر کمر باندھی ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ لہٰذا مدحت پاشا کو بلغاریہ بھیجا گیا۔

مدحت نے شرفا کو ایک مجلس میں جمع کیا۔ اور ان کی شکایات سنیں۔ اور ان کے

جائز حقوق و مطالبات کو تسلیم کیا نیز اصلاحی تدابیر اختیار کیں۔ ہجرت رُک گئی۔ بد امنی و فساد دور ہو گیا۔ اور بلغاریہ کے حالات خوشگوار ہو گئے۔

مسئلہ بلقان

۱۸۶۴ء میں وزیر اعظم نے مدحت کو دار الخلافہ بلایا۔ اور اصلاح بلقان کے معاملہ میں مشورہ لیا۔ اور اس کے بعد انہی کو اصلاحات پر مامور کیا۔ اس وقت مدحت نے بلقان کی اصلاح کے لئے جو نظام تجویز کیا وہ نہایت قیمتی تھا۔ اور اس کی عظمت کا کسی قدر سراغ اس بات سے ملتا ہے کہ اس سے سفیر روس جو اس یاختہ اور چراغ پا ہو گیا۔ اس نے سلطان عبد العزیز کے کان بھرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اصلاحات نافذ نہ ہو سکیں۔ اور اس کے بعد بلقان میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہولناک فتنہ پیدا ہوا۔ اور اس کے فرو کرنے کے لئے مدحت ہی کو بھیجا گیا۔ اور اس نے خاطر خواہ انتظام کیا۔ مفسدوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ مدحت ایک حد تک کامیاب ہوا۔ لیکن مدعیان تہذیب برابر عیاری میں مصروف تھے مدحت پاشا کو خبر ملی کہ غلاتز میں فتنہ پیدا کرنے کی کھچڑی پکائی جا رہی ہے۔ اور مفسد بلغراد جانے والے ہیں۔ مدحت نے روسچق کے قریب آسٹروی جہاز کو جا پکڑا۔ اور اُن کے فوٹو آسٹروی قونصل کے پاس بھیجکر ان کی تحقیقات اور تلاشی کی اجازت طلب کی تحقیقات شروع ہوئی تو ایک آسٹروی نے عثمانی افسر پر گولی چلائی۔ ترکی افسروں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ خوب مقابلہ ہوا۔ مفسد زخمی ہو کر جہاز سے گرے۔ تو انہیں نیچے اُتار لیا گیا۔

اس واقعہ کا یورپ میں بڑا شور ہوا۔ روسی سفیر نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور مدحت پاشا کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن سلطان عبد العزیز نے ان کی ایک نہ سُنی۔ یہ دیکھ کر روسی سفیر اور ان کے ہم مشرب مدحت کی جان کے خواہاں ہو گئے۔ چنانچہ روسچق میں ان پر گولی کا وار کیا گیا۔ مگر نشانہ نے خطا کی پھر ایک سروی نے ان پر حملہ کیا۔ مگر وہ بھی گرفتار ہوا۔ اور اس نے سازش کا اعتراف کیا۔

۱۸۶۸ء میں مدحت کو ایک جدید مجلس کی صدارت پر مامور کیا گیا۔ جو دار الخلافہ میں

قایم کی گئی تھی۔ لیکن عالی پاشا سے اختلاف ہوا۔ اس لئے مدحت معزول کئے گئے۔ اور آپ ۱۸۶۹ء میں بغداد کے گورنر مقرر ہوئے۔

بغداد میں اصلاحات

بغداد میں فوجی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ عرب قبائل فوجی احکام کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ گویا وہ حکومت سے سرکش ہو گئے تھے۔ اور حکومت ان کا کچھ نہ کر سکی تھی۔ بغداد میں گورنر اور کمانڈر انچیف کے عہدے علیحدہ علیحدہ تھے۔ الغرض اعراب کو قابو میں لانے کی صرف یہی صورت تھی کہ فوجی و انتظامی طاقت ایک ہی شخص کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ مدحت پاشا نے اسی طریق سے اصلاح کی۔ اور جب انہوں نے حکومت کو ان مشکلات اور تجاویز سے مطلع کیا تو وہ بغداد کی گورنری نیز فیلڈ مارشل کے عہدہ پر مامور کئے گئے۔ اور اس کے بعد انہوں نے سرکش قبائل کو بہت جلد مطیع و منقاد کر لیا۔ مدحت نے وصولیت ٹیکس کی سختی دور کی۔ چنانچہ اس کی وصولیت کے لئے صرف فوجی نمائش سے کام لیا۔ اور کامیاب ہوئے۔ آپ نے قانون اراضیات میں بھی تبدیلی کی۔ پہلے کاشتکار گورنمنٹ کو پیداوار کا ۳/۴ حصہ دیا کرتے تھے۔ اور یہ گراں تھا۔ مدحت نے اراضیات کا ایک بڑا حصہ آسان شرائط پر عربی کاشتکاروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ان تدابیر نے اعراب کی سرکشی کو بہت ہی کم کر دیا۔ مگر غلہ کی بھی افراط ہو گئی۔ ملک میں خوشحالی نظر آنے لگی۔ دجلہ و فرات میں کشتیاں بکثرت چلتی نظر آنے لگیں۔ اور ساحلی مقامات کی تجارت چمک اٹھی۔ مدحت نے کشتیوں کا انتظام انگریزی کمپنیوں کے ہاتھوں سے نکال کر ان عثمانی کمپنیوں کے قبضہ میں دیا جو انہوں نے ابھی قایم کی تھیں۔ بصرہ و بغداد کے درمیان چلنے والی کشتیاں عثمانیوں کے ہاتھ میں آگئیں۔ پھر ان کشتیوں میں ترمیم ہوئی۔ مسقط۔ عدن۔ بندر عباس۔ اور بوشہر میں کوئلے کے گودام قایم ہو گئے۔ یہ پہلی عثمانی کشتیاں تھیں جو نہر سویز سے گذر کر قسطنطنیہ پہنچیں۔

آگے چل کر اس عثمانی کمپنی کو اور زیادہ وسعت و ترقی دی گئی۔ کشتیاں

فرات و دجلہ کے شمالی ساحلوں پر دور تک چلنے لگیں۔

مدحت پاشا نے اُن تمام اراضیات کو بھی درست کرایا۔ جو طغیانی کی وجہ سے ناقابل زراعت ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اُن کو قابل زراعت بنا دیا گیا۔ اور ہر طرف دورِ عباسیہ کا نظارہ نظر آنے لگا۔

بغداد و کاظمیہ کے درمیان ٹرمویے بھی جاری ہوئی۔ نیز کپڑا بننے کے کارخانے قائم ہوئے۔ قصبات میں مدارس۔ شفاخانے اور بنک کھولے گئے۔ ایک مطبع کھلا۔ اور اس میں اخبار "الزوراء" چھپنے لگا۔ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں میونسپلٹیاں قائم ہوئیں۔

اسی زمانہ میں پٹرول کی کانیں دریافت ہوئیں۔ جن سے حکومت کو نفع کثیر حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ مدحت پاشا ہی کی دانشمندی اور تدبر کا صدقہ تھا۔ کہ عراق عرب نے ایسی عظیم الشان ترقی حاصل کی۔

۱۸۷۰ء میں شاہ ایران نجف اشرف و کربلائے معلےٰ کی زیارت کو تشریف لائے اور مدحت نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر کردوں کے مسئلہ کو طے کیا۔ یہ لوگ اس راستہ میں قتل و غارت کرتے تھے جو ایران اور ٹرکی کی سرحد پر واقع ہے۔ قرار پایا کہ اس راستہ پر دونوں حکومتوں کی مشترکہ چوکیاں بنا دی جائیں۔ جیسی کہ سردیہ کے حدود پر واقع ہیں۔

تیرہ لاکھ اشرفی قیمت کا سامان جواہرات وغیرہ نجد کے شیعی مقامات مقدسہ میں موجود تھا۔ غازی مدحت پاشا کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے تحریک کی کہ اس رقم سے جو بیکار پڑی ہے۔ ایران سے بغداد تک ریلوے تعمیر کی جائے۔ لیکن شیعی علمائے نے اس کی مخالفت کی۔ اس لئے اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غازی مدحت پاشا کی مبارک کوششوں سے عراق عرب خصوصاً بغداد نے علمی۔ اخلاقی۔ اقتصادی۔ اور سیاسی حیثیت سے عظیم الشان اور حیرت انگیز ترقی کی۔

مدحت نے کویت کے مشائخ کو بھی آمادہ کرلیا کہ وہ دولت عثمانیہ کی سرپرستی میں آجائیں۔ چنانچہ وہ باوجود ایک بار انکار کرنے کے اب حکومت عثمانیہ کے زیر سایہ آگئے۔ یہ لوگ پہلے اپنی کشتیوں پر ہالینڈ یا انگلستان کا جھنڈا لگاتے تھے۔ مگر اب ان پر عثمانی جھنڈا لہرانے لگا۔

سلطان عبدالحمید کی وفات کے بعد ۱۸۶۱ء میں سلطان عبدالعزیز خاں خلیفہ ہوئے اور فواد پاشا۔ رشدی پاشا۔ علی پاشا۔ اور مدحت پاشا ایسے قوم پرست اور خادم وطن۔ دانش مجسم اور باتدبیر مشیر و وزیر ان کے گرد آجمع ہوئے۔ جسے ٹرکی کی خوش قسمتی کہا جا سکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی بحری بیڑا بڑی بڑی یورپین طاقتوں کے ہم پلہ ہو گیا بری فوج میں بھی قابل رشک ترقی ہوئی۔ عدالتوں کی اصلاح عمل میں آئی۔ اور اخبارات کو انتظام حکومت پر تنقید کرنے کی آزادی ملی۔

مگر افسوس کہ ترکی کی یہ خوشگوار حالت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ لائق و محب وطن وزرا کی جگہ نااہل اور غدار مشیروں نے لے لی۔ چنانچہ علی پاشا کی وفات کے بعد ۱۸۷۲ء میں محمود ندیم وزیر اعظم بنا۔ جس نے قابل وزیروں کو نکال باہر کیا۔ اور سلطان پر حاوی ہو گیا۔ اصلاحات کا جاری شدہ سلسلہ مسدود ہو گیا۔ اور حکومت روسی طرز پر آنے لگی۔

انتظام حکومت چند وزرا کے ہاتھ میں آگیا۔ جمہوریت کی روح فنا ہو گئی۔ باب عالی (نوکران شاہی) لوگوں کی قسمتوں کا مالک بن گیا۔ سلطان نے قصر جمہوریت کو منہدم کر کے بادشاہ مطلق العنان بن جانے کا عزم کیا۔ اس نے خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا اسے بے دریغ خرچ کرنے لگا۔ سرکاری آمدنی کا حساب دینے سے انکار کر دیا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ خزانہ خالی ہو گیا۔ اور سلطان یورپین حکومتوں بلکہ یورپ کے مہاجنوں سے قرض لینے پر مجبور رہا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جن شرائط پر قرضہ لیا وہ ٹرکی کی خود مختاری کے حق میں زہر قاتل تھیں

یہ حالات ایسے نہ تھے جنہیں دیکھ کر ترکی کے محبان وطن کے دل پاش پاش نہ ہو جاتے یہ لوگ بے چین ہو گئے۔ یہ جماعت تقریباً ایک صدی سے مغربی خیالات آزادی سے متاثر ہو رہی تھی۔ اور ترکی میں اصلاح کا سلسلہ انہی کی سعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔ پس ان کا دل بے چین ہو گیا۔ غازی مدحت پاشا بڑی جد و جہد کے بعد بارگاہ سلطانی میں باریاب ہو سکے۔

کامل دو گھنٹے تک گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا۔ مدحت پاشا نے موجودہ انتظام کی خرابیاں۔ وزیر اعظم کی غلطیاں اور اُن کے نامحمود نتائج کا نقشہ سلطان کے روبرو ایسا صاف اور دردناک کھینچا اور فصاحت و بلاغت کا وہ زور دکھایا کہ سلطان کا دل بھی بھر آیا۔ آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ وہ صداقت سے بالکل مغلوب ہو گیا۔ اس کا نتیجہ محمود یہ نکلا کہ محمود ندیم برطرف کیا گیا۔ اور قلمدان وزارت مدحت پاشا۔ اور رشیدی پاشا ایسے شریف و نجیب اور محب وطن وزیروں کے قبضہ میں آیا۔

لیکن ملک کی بدقسمتی جلد رنگ لائی۔ ایک خاص واقعہ رونما ہوا۔ حرم سلطانی کی ایک منظور نظر کنیز نے اپنا غلام مدحت پاشا کے پاس بھیجا۔ کہ اس کے ایک عزیز کو نائب گورنری پر مامور کیا جائے۔ مگر مدحت پاشا نے خشک جواب دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلمدان وزارت دوبارہ غدار محمود ندیم ہی کے قبضہ میں آگیا۔ اور مُلکی انتظام بد سے بدتر ہو گیا۔

انصاف کا نیلام ہونے لگا۔ اہل محل ملک کے عہدے فروخت کرنے لگے تمام نظم و نسق درہم برہم ہو گیا۔ اور ترکی حکومت دیوالیہ ہو گئی۔ یہ حادثات ۱۸۷۵ء میں رونما ہوئے۔

۱۸۷۶ء میں بلغاریہ۔ مانٹی نگرو۔ اور ہرزی گوینہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ نیز سرویہ نے فرانسیسی افسروں کی ماتحتی میں جنگ کا ارادہ کیا۔ رومانیہ بھی طوطا چشمی پر آمادہ ہو گیا۔

ان واقعات نے ہل چل ڈال دی۔ اصلاح طلب گروہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ محبان وطن نے

کمرہمت چست باندھی۔ ۲۲ر مئی ۱۸۷۶ء کو ۶ ہزار طلبار (متعلقہ مساجد) نے باب عالی پر حملہ آور ہوکر وزیر اعظم کی معزولی کے لئے زبردست مطالبہ اور مظاہرہ کیا۔ اور اب سلطان کے معزول ہونے کی جدوجہد ہونے لگی۔ اس جدوجہد میں عونی پاشا وزیر جنگ نے خاص حصہ لیا۔ یہ بڑے قوم پرست تھے۔ اور مدحت پاشا کے دوست اور ہم خیال۔ اس لئے وہ سلطان کی معزولی اور دستوری حکومت کے قیام پر رضامند ہوگئے۔ قرار پایا کہ اس مسئلہ پر شیخ الاسلام سے مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے سلطان کی معزولی کا حسب ذیل فتوےٰ دے دیا۔

سوال:۔ جبکہ ایک شخص جو کہ امیرالمومنین ہو۔ اور سیاسی غلطی کرتا ہو۔ نیز اپنی نفسانی خواہشات پر ملکی خزانہ صرف کرتا ہو۔ اس قدر کہ قوم اسے برداشت نہ کرسکے۔ اس کی وجہ سے ملکی و قومی معاملات میں مشکلات پیش آرہی ہوں۔ اس کے امیرالمومنین ہونے سے ملک و قوم کا حال خراب ہوگیا ہو۔ اور اس کا امیرالمومنین رہنا ملک و قوم کے لئے مضر ہو۔ ایسے شخص کو معزول کرنا از روئے شرع شریف درست و صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے شخص کو معزول کرنا صحیح اور درست ہوگا۔ (کاتب الفقیر حسن خیر اللہ)

یہ فتوےٰ حاصل ہوگیا تو مدحت پاشا اور عونی پاشا کو اس کار اہم کی تکمیل کے لئے مامور کیا گیا۔ مدحت کو کامیابی میں شبہ تھا۔ کہ شاید عثمانی قوم اس انقلاب کو پسند نہ کرے مگر عونی پاشا کو کامیابی کا کامل یقین تھا۔ مدحت پاشا نے کہا کہ تمام علماء کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کر لینا چاہئے۔ مگر اس پر عمل نہیں ہوا۔ کیونکہ ایک قوم پرست عورت نے آکر اطلاع دی کہ اس کی اطلاع سلطان کو ہوگئی ہے۔ اس وجہ سے اس نے عونی پاشا کو طلب کیا۔ قرار پایا کہ جو کچھ کرنا ہے آج ہی سب کیا جائے۔

جب آدھی رات گذر گئی نور شدی پاشا وزیر اعظم اور مدحت پاشا معہ اپنے خادموں کے عونی پاشا کے پاس باسفورس کے کنارے جو منارۂ روسی پر مقیم تھے چلے گئے۔ پھر بعد گفتگو عونی پاشا سرائے دولمہ باغیچہ کی طرف گئے۔ اور رشدی پاشا و مدحت پاشا وزیر جنگ کے دفتر کے میدان میں حسب قرارداد ٹھہر کر شہزادہ مراد کا انتظار کرنے لگے کیونکہ

یہی سلطان بنائے جانے والے تھے۔

عونی پاشا۔ سلیمان پاشا فیلڈ مارشل سے جا ملے۔ یہ بھی انقلاب پسند تھے۔ پس انہوں نے احکام جاری کر کے سمندر کا راستہ سلطان کے محل سے منقطع کرا دیا۔

اب عونی اور سلیمان۔ مراد کے محل میں پہنچے۔ مگر انہیں اپنے سلطان بننے کا بمشکل یقین آیا۔

اس کے بعد سلیمان پاشا اور عونی پاشا سلطانی محل کو چلے۔ شاہی دربانوں سے عہدہ برا ہونے کے بعد محل کے اندر داخل ہوئے۔ سلیمان پاشا نے اس وقت آنے کی ضرورت ظاہر کی۔ معزولی کا فتوےٰ سُنایا۔ سلطان نے اظہار غیض و غضب کیا۔ لیکن بے سود۔ اسی اثنا میں جنگی جہازوں نے توپیں سر کیں اور اب عبدالعزیز کی آنکھوں سے پردہ اُٹھ گیا۔ کہ اب وہ سلطان نہیں رہے۔ اور اب انہوں نے اپنے آپ کو سلیمان پاشا کے سپرد کر دیا۔ اور اُنہوں نے معزول سلطان کو محل طوپ قپچو میں پہنچایا۔

سلطان مراد پنجم زیب دہ اورنگ خلافت ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ مدحت پاشا کی اصلاحات نفاذ پذیر ہوئیں۔

لیکن بدقسمتی سے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سلطان معزول نے چار یوم بعد خودکشی کر لی انہوں نے قینچی سے اپنا سر زخمی کر لیا۔ اور جب اُن کا بند کمرہ توڑا گیا تو وہ بے جان پائے گئے۔ فوراً ڈاکٹروں کی کونسل بلائی گئی۔ اور اس نے خودکشی کی تصدیق کی۔

جب لاش لائی گئی تو سلطان کا سرکیشن ایڈی کانگ "حسن چرکسی" گویا دیوانہ ہو گیا وہ تلوار لے کر مدحت پاشا کے محل کی طرف بھاگا۔ اور عونی پاشا اور رشیدی پاشا کو شہید کر دیا۔

ان حادثات نے سلطان مراد کو دیوانہ کر دیا۔ اور جب اس کی طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی تو ۱۸۷۶ء میں عبدالحمید خاں کو خاص عہد لے کر تخت نشین کیا گیا۔

جو عہد جدید سلطان سے لیا گیا۔ اُس کی خاص دفعات حسب ذیل ہیں۔

(۱) دستوری حکومت کا اعلان فوراً کیا جائے۔

(۲) سلطان دولت عثمانیہ کے معاملات میں صرف منتخب شدہ وزرا ہی سے مشورہ کیا کریں۔

(۳) ضیا بک اور کمال بک سلطان کے خاص سکرٹری بنائے جائیں۔ نیز سعد اللہ بک چیف سکرٹری ہوں۔

شہزادہ عبد الحمید خاں نے ان مطالبات کو تسلیم کر لیا۔ لیکن یہ امر یاد رہے۔ کہ اس کے باوجود ٹرکی کے کسی شخص نے اُس کا اعتبار نہیں کیا۔

مدحت پاشا وزیر مقرر ہوئے۔ اور انہوں نے اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا مساوات کا اصول اختیار کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یورپ ترکی کو دبانے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ مدحت پاشا تعلیم یافتہ اور محبان وطن ترکوں میں نہایت ہر دلعزیز تھا۔ اور اس کے دوست اعلےٰ طاقت کے مالک تھے۔ لیکن اس سے ترکی کو فائدہ نہیں ہوا۔

تخت نشینی سے چار ماہ بعد سلطان نے دفعتاً مدحت پاشا کو بُلا کر کہا کہ آپ کی جلا وطنی کا فیصلہ ہو چکا۔ اور جہاز طیار ہے۔ پس آپ اس پر فوراً سوار ہو کر حدود عثمانیہ سے باہر نکل جائیں ورنہ خیر نہیں۔

مگر سلطان اس پر قانع نہ رہا۔ بلکہ اس نے رشدی پاشا۔ شیخ الاسلام اور بعض دیگر محبان وطن اور وزرا کو جلا وطن اور متوسط درجہ کے قوم پسندوں کو قید یا نہ تیغ کیا۔

اب مدحت پاشا یورپین ممالک کی سیر کر رہے تھے۔ لیکن خدمت وطن سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ وہ مغربی حکومتوں کے مرکزوں میں قیام کر کے یورپین سیاست کا گہری نظر سے مطالعہ کر رہے تھے۔ اور کسی عمدہ موقعہ کے منتظر تھے۔

ادھر سلطان بہجور وطن مدحت سے بے خوف نہ تھا۔ بلکہ خیال کرتا تھا کہ مدحت پاشا یورپ میں رہ کر بھی میرے اقتدار کو خاک میں ملا سکتا ہے۔

پس ریاکاری کا جال بچھایا گیا۔ سلطان کے قوم فروش ایجنٹ مدحت کے پاس پہنچے اور کہا کہ سلطان اپنی نا اتفاقی اور غلطی پر نادم ہیں۔ پس آپ واپس چلئے۔

مدحت چکمہ میں آ گئے۔ چنانچہ وہ واپسی پر سربا کی گورنری پر مامور کئے گئے۔ لیکن چند ہی روز بعد ان پر فرضی الزامات لگائے گئے۔ یہی نہیں ہوا۔ بلکہ عدالت کے ججوں نے فرضی تحقیقات کے بعد آپ کو مجرم قرار دیا۔ مگر بوجہ ان کی ہردلعزیزی کے ان کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لئے اُنہیں عرب بھیجکر ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اب مدحت کی آنکھیں کھُلیں۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اب لکیر کے پیٹنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ سانپ نکل چکا تھا۔

اس کے بعد مدحت پاشا پر وحشیانہ مظالم توڑے گئے۔ زندگی کے تمام اسباب آسائش (بلکہ بعض ضروریات) سے بھی اسے محروم کر دیا گیا۔ اس نے تین سال اسی حال میں گذارے۔ لیکن دشمنان آزادی کو اس پر بھی صبر نہ آیا۔ حتیٰ کہ مئی ۱۸۸۳ء کی ایک تاریک رات میں گلا دبا کر مدحت کو شہید کیا گیا۔ اور سلطان کے اطمینان کے لئے ان کا سر سلطانی محل کو بھیجا گیا۔ تاریخ شہادت ۲۶ اپریل ۱۸۸۳ء

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

داماد محمود پاشا بھی ان کے ساتھ شہید ہوئے۔ مدحت کے قتل کی سازش میں نو۔ اور محمود کے قاتل گیارہ تھے۔ قاتل اکثر چرکسی اور ادنےٰ درجہ کے فوجی تھے۔ مدحت پاشا کے فرزند رشید علی حیدر نے سوانح مدحت میں قاتلوں کے نام بھی شائع کئے ہیں۔

غازی مدحت ۱۸۲۲ء میں دنیا میں آئے۔ اور ۱۸۸۳ء میں اُنھوں نے دردناک طریق سے وفات پائی۔

مدحت با اخلاق۔ متواضع۔ جاں نثار قوم۔ وطن پرست اور آزاد خیال بزرگ تھے

GHAZI USMAN PASHA.

شیر پلونا۔ غازی عثمان پاشا

ان کی رائیں ملک و قوم کے حق میں مفید اور اُن کے جذبات حُب وطن میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ استبداد کے سخت دشمن تھے۔ ان کے اقوال و افعال گویا صداقت کی تصویر تھے۔ وہ سچے لیڈر اور مصلح قوم تھے۔ حُریّت و آزادی میں سب سے آگے تھے

اگرچہ شہید مدحت کا جسم اس دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی روح ترکی میں آج بھی کام نہیں کر رہی ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں مبالغہ نہیں ہے۔ کہ مدحت کی پاک روح مشرق اور مغرب کے لوگوں کے دلوں کو آزادی کے لئے متحرک کر رہی ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اُس کے حق میں دعائے مغفرت کریں ؛

شیر پلونا غازی عثمان پاشا

جنگ پلونا

اگر ہم سلطنت ترکی کے گذشتہ اور موجودہ حالات کو ایک پلّہ میں رکھ کر وزن کریں۔ تو ناظرین کو دنیا کی تمام سلطنتوں میں ایک ترکی ہی ایسی بدنصیب نظر آئے گی۔ جس کی حالت انتہا درجہ کی نازک ہو رہی ہے۔ جس کی فوج کا ایک شائستہ حصہ باغیوں کے مقابلہ میں کام آچکا ہے۔ جس کے باغی صوبے ہر وقت دشمن کو رشوت دینے کے لئے تیار ہوں۔ جو قرضہ کے بے انتہا بار سے دبی ہوئی ہو جس کی کئی آمدنیاں قرضہ میں مکفول ہوں۔ جس کا خزانہ بالکل خالی ہو۔ پھر ایسے نازک وقت میں سلطنت ترکی کا قدیمی دشمن روس موقعہ کا منتظر ہو کہ دول یورپ کی طرف سے ذرا شہ ملے تو میں ایک دم ترکی پر حملہ کر کے اپنا مطلب نکال لوں۔ چنانچہ یورپ کی طرف سے اشارہ پاتے ہی ۲۱ / اپریل کو کشتنف نے شہنشاہ روس کی طرف سے ایک اعلان پڑھا جس سے انسانی خونریزی توپوں کی گرج اور بربادی کا رنگ نکل رہا تھا۔ چنانچہ اس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

”ترکی نے ہمیں شمشیر بکف ہونے کے لئے مجبور کیا ہے۔ ہم انصاف پر ہیں۔ اس لئے

عاجزانہ رب العزت کی مہربانیوں کے خواستگار ہیں۔ اور امید ہے کہ اس نازک وقت میں کل روس ہمارا ساتھ دے گا میں بالکل آزادانہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ روس کی عظمت خود اس آزادانہ کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ خداوند ہمارے بہادر لشکر پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ میں نے اپنی افواج کو ترکی کی سرحدات عبور کرنے کا حکم دے دیا ہے۔"

اعلان جنگ کے بعد روسیوں نے فوراً ہی لاکھوں فوج کی جمعیت سے یورپ اور ایشیا کی سرحد پر جنگ شروع کر دی۔ ایشیا میں باطوم۔ قارص۔ اردہان اور بایزید وغیرہ مقامات پر حملے ہونے لگے۔

اُدھر سے احمد مختار پاشا ۶۰ ہزار ترکوں کی جمعیت لے کر مقابلہ پر پہنچا۔ روسیوں کی جانب سے گرینڈ ڈیوک میکائیل سپہ سالار تھا۔ جس نے ترکی قلعوں پر ایک ساتھ ہی دھاوے کر دیئے۔ مگر وہ صرف ایک قلعہ اردہان پر کامیاب اور باقی سب جگہ ناکام رہا۔ ۱۷ سے ۲۳ رجون تک قارص پر سخت گولہ باری رہی۔ آخر روسیوں نے مختار پاشا کے ہاتھ سے شکست پائی۔ عرصہ تک محاصرہ قائم رہا۔ اور ۹ رجولائی کو واپس چلے گئے۔ اس عرصہ میں مقام بایزید پر روسیوں کو مختصر فتوحات حاصل ہوئیں۔ لیکن قارص کی شکست سے اُن کے حوصلے پست ہو گئے۔ چنانچہ اُن کو ہر جگہ سے واپس ہونا پڑا۔

یورپ کی طرف سے جس محاربہ کا آغاز ہوا اُس نے زیادہ طوالت کھینچی۔ جس وقت روسی فوجیں رومانیہ کی سرزمین سے جوق جوق سرحد پر بڑھنی شروع ہوئیں۔ تو باب عالی نے اپنے ماتحت صوبے پر اعتراض کیا کہ اُس نے روسیوں کو اپنی سرحد کے اندر سے کیوں گذرنے دیا۔ اس کے جواب میں صوبہ رومانیہ نے اعلان کیا کہ "وہ آج سے ترکی صوبہ نہیں ہے۔" اور اس قول کو عملی جامہ اس طرح پہنایا۔ کہ پرنس چارلس والئے رومانیہ اپنی فوج کے ساتھ روسیوں سے ملکر ترکی فوج پر حملہ آور ہوا۔ یہاں روسیوں کا سپہ سالار گرینڈ ڈیوک نکلس شہنشاہ روس کا بھائی تھا۔ اس نے اپنی فوج کو دریائے ڈینوب کے دہانہ سے مقام الوتا تک پھیلا دیا۔ اور الوتا سے

کلافت تک رومانوی فوج نے قبضہ کرلیا۔ اس فوج کے مقابلہ میں ترکی فوج دہانہ سولینا سے فلاٹن تک برابر خیمہ زن تھی۔ مگر اپنے دشمنوں کی تعداد سے بہت کم تھی۔ پیچھے کے مقامات مثلاً ڈارنا سفراؤ۔ سوملا۔ صوفیہ وغیرہ ان کے قبضہ میں تھے۔ اس تمام فوج کا سپہ سالار عبدالکریم پاشا تھا۔ ۹ رجمادی الثانی سنہ ۱۲۹۴ھ کو روسی دستہ نے دریائے ڈینوب پر پل تیار کرایا۔ اور دریا کو بڑے اطمینان سے عبور کیا۔ ترکی سرداروں نے بار بار اپنے سپہ سالار سے اس کی رپورٹ کی۔ عبدالکریم پاشا حیرت کے ساتھ اس کارروائی کو دیکھتا تھا۔ مگر اپنی سپاہ کو مزاحمت کی اجازت نہ دیتا تھا۔ روسی فوج نے بے تکان بڑھ کر بلغاریہ کے بعض مقامات پر قبضہ کرلیا۔ ترک پیچھے ہٹتے اور اپنے مقبوضات خالی کرتے چلے جاتے تھے۔ جب حالت اس قدر نازک ہوگئی تو عثمان پاشا جو ویدن کی فوج کا کمان افسر تھا۔ گھبرایا۔ اُس نے براہ راست قسطنطنیہ تار دیا کہ دشمن ہر طرف سے غلبہ کرتا چلا آتا ہے۔ اور ہمارا سپہ سالار جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ قسطنطنیہ میں صیغۂ جنگ کی کمیٹی ہوئی اور بعد مباحثہ طے پایا کہ جنگ کا آغاز ہونا چاہئے۔ اگرچہ لیت ولعل میں یہ حکم کچھ دنوں کے بعد پہنچا جس سے بہت بڑا موقعہ جنگ کا ہاتھ سے جاتا رہا۔ تاہم جواب کے آنے پر عثمان پاشا کو غیر معمولی خوشی ہوئی۔ اس سے کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوا کہ جنگ کا راستہ کھُل گیا۔

لڑائی کی اجازت پانے کے بعد عثمان پاشا بارہ ہزار سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا اور سات روز کا سفر طے کرکے ویدن سے مقام پلونا پر پہنچا۔ اور یہ جگہ اپنے مورچہ کے لئے موزوں سمجھ کر ۷ رجب مطابق ۲۰ جولائی سنہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء کی صبح کو روسیوں پر حملہ کر دیا۔ ایک پہر توپوں اور بندوقوں کی باڑھ چلنے کے بعد عثمان پاشا نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ روسیوں نے تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ ترکی سپاہ پسپا ہوتی ہوئی مقام بوکوا تک پہنچ گئی۔ کسی قدر ٹھہرنے کے بعد دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ اس جنگ مغلوبہ میں روسی ترکوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور ایک گھنٹہ لڑنے کے بعد یکایک نظروں سے غائب ہوگئے۔ قبل از دوپہر جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ میدان جنگ میں

تین ہزار روسیوں کی لاشیں پڑی رہ گئیں۔ جن کو ترکوں نے دفن کیا۔ دشمن کے اسباب سے ۷ اسہ اسپہ گاڑیاں کارتوسوں کی ایک توپ۔ بکثرت رائفلیں اور ایک رجمنٹ کا پورا سامان جس میں تین سو خیمے تھے۔ دستیاب ہوئے۔ میدان جنگ کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ مدافعت کرنے والا مجبور اور حملہ کرنے والا مختار ہوتا ہے۔ چونکہ اس وقت روسی حملہ آور تھے۔ لہٰذا وہ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک ہی ہفتہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کچھ تو مفرور فوج جمع کی۔ اور کچھ بیرونی کمک منگوا کر کمی پوری کی۔ ۶۰ ہزار کی جمعیت سے ۱۸ رجب ۱۲۹۴ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۸۷۷ء کو دوسرا حملہ پلونا پر کر دیا۔ ادھر عثمان پاشا نے گرد نواح میں ٹیلیگرام دوڑا کر ۲۰ ہزار ترکی لشکر جمع کر لیا۔ صبح کے وقت روسی فوج میں نقل و حرکت ہوتی معلوم ہوئی۔ اور دوپہر تک آہستہ آہستہ ترقی ہوتی رہی۔ دوپہر کے بعد روسیوں نے اپنی توپوں اور بندوقوں کے سایہ میں ترکی مورچوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ روسی جنرل نے اپنے دستہ ہائے فوج کو لائق کمانڈروں کے حوالہ کر کے ترکی رجمنٹوں کے ہر چہار طرف پھیلا دیا۔ اس کے جواب میں عثمان پاشا نے دفعتہً اپنی سپاہ کو حملہ کا حکم دیا۔ اور ریلوے ٹرینوں کے تصادم کی طرح ترکی اور روسی فوجوں میں ایک غضب کی ٹکر ہوئی۔ توپوں اور بندوقوں کے فیر بیکار ہو گئے۔ البتہ کرچیں تلواریں۔ سنگین اور بندوقوں کے کندے اپنا اپنا کام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اسی دست بدست جنگ میں دن ختم ہو گیا۔ غروب آفتاب کے قریب روسیوں کے قدم ڈگمگائے۔ اور وہ شام ہوتے ہی سخت بدحواسی کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

مگر دوسری صبح کو روسیوں کی تازہ رجمنٹیں اور چند پلٹنوں نے پھر ترکوں پر یورش کی۔ اس دن بھی تھوڑی دیر باقاعدہ لڑائی ہونے کے بعد جنگ مغلوبہ قائم ہو گئی مگر باوجود سخت کوشش کے اور افسروں کے سخت جوش دلانے کے روسی مقابلہ پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔ چنانچہ سراسیمگی کی حالت میں میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے۔ اس جنگ سے ترکوں کی عجیب ہیبت روسیوں کے دل پر بیٹھ گئی۔ کیونکہ روسی اس مرتبہ

جان توڑ کر لڑے تھے۔ انہوں نے کوئی دقیقہ ثابت قدمی کا اُٹھا نہ رکھا تھا۔ مگر پھر بھی شکست اُٹھانا نصیب ہوئی۔ جس کے بعد اُن کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور جو گھبراہٹ اِن پر طاری ہوئی اس کا اندازہ اس ٹیلیگرام سے ہو سکتا ہے۔ جو دوران جنگ میں گرینڈ ڈیوک نکلسن نے والی رومانیہ کو بھیجا تھا۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ترک ہم کو فنا کئے ڈالتے ہیں۔ مذہب عیسوی کی عزت خاک میں ملائے دیتے ہیں تم ڈینوب کو جہاں سے چاہو عبور کرو۔ مگر ہماری امداد کو دوڑو اور جلد پہنچو۔"

غرضیکہ پلونا کے اس دوسرے حملہ میں جس میں روسیوں کے بڑے بڑے جنرل اور شہزادگان اور خود شہنشاہ روس نے جو اپنے رسالوں اور پیدلوں کو لڑاتے اور ان کے دل بڑھاتے تھے۔ ایک بے یار و مددگار ترکی جنرل یعنی عثمان پاشا کے مقابلہ میں پوری شکست اُٹھائی۔ اور کچھ بناتے نہ بن آئی۔ اس جنگ میں دو ہزار ترکی اور دس ہزار روسی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور تین ہزار روسیوں کی لاشیں میدان جنگ میں پائی گئیں۔ جن کو وہ بدحواسی میں ساتھ نہ لے جا سکے۔ یہ فتح ترکوں کے لئے ایسی شاندار تھی۔ جس نے اس گئے گذرے زمانہ میں بھی اُن کی فتوحات ابتدائی کی تصویر پھر دنیا کو آنکھوں کو دکھا دی۔ اور ثابت کر دیا کہ شیر دل اور سچائی پر مرنے والے مٹتے مٹتے بھی اپنے زبردست اور مکار دشمنوں کو یوں نیچا دکھایا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو اسلام کی یہ بھی ایک معجزہ نما تاثیر ہے۔ کہ وہ اپنے مخالف پر ہمیشہ فتحیاب ہوتا رہا ہے۔

روسی سابق میں ایک ہفتہ کے بعد ہی دوسرے حملہ پر تیار ہو گئے تھے۔ مگر اس مرتبہ ایسے مجبور ہوئے کہ سوا ماہ تک ان کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اس توقف کے وقت میں عثمان پاشا نے بھی فائدہ اُٹھایا۔ کہ آئندہ مدافعت کے لئے ہر طرف سے امداد طلب کی۔ لیکن افسوس ہے کہ جو افسر جس قدر فوج جہاں لئے پڑا تھا۔ وہ وہیں رہا۔ اس اثنا میں عبد الکریم پاشا اپنی عدم لیاقت اور بد دیانتی کی وجہ سے معزول ہوا۔ اور اس کی جگہ محمد علی پاشا کمانڈر انچیف بنائے گئے۔ مگر بعد میں ثابت ہوا کہ یہ عبد الکریم پاشا سے بھی گیا گذرا ہے۔ کیونکہ اس کی ذات سے عثمان پاشا کو ذرا بھر مدد نہ پہنچی۔

اس کے بعد سلیمان پاشا پلونا کی مدد پر تیار ہوا۔ مگر ساتھ ہی اُس کو یہ خبط دامنگیر ہوا کہ درہ شبکا سے جانا بہتر ہے۔ اور روسی جب تک اس درہ سے خارج نہ کر دیئے جائیں تب تک اُن پر بار بار حملہ کرنا چاہیئے۔ مگر درہ شبکا بہت ہی تنگ تھا۔ اور حملہ آور کے لئے اُس میں دقتیں حائل تھیں۔ سلیمان پاشا روسیوں پر بار بار حملے کرتا تھا۔ مگر اُسے روس کی اس مختصر فوج پر بھی فتح حاصل نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ سلیمان پاشا کی فوج کا (جو فوج نظام کہلاتی تھی) ایک بڑا حصہ اسی جگہ ضایع ہو گیا۔ اس لئے سلیمان پاشا وہیں کا وہیں رہا۔ نہ عثمان پاشا کو مدد دے سکا۔ نہ خود جنگ کے قابل رہا۔ تاہم عثمان پاشا نے کچھ خطوط اور ٹیلیگرام بھیجکر اس مدت میں ۲۷ ہزار پیدل اور ۲۲ ہزار سوار اور ۷۲ توپیں جمع کرلیں۔ ۲۸ رشعبان مطابق ۷ ر دسمبر کو روسیوں نے ۸۳ ہزار پیدل ۱۲ ہزار سوار ۴۴۴ توپوں سے پلونا پر تیسرا حملہ کر دیا۔ اور تین دن تک برابر گولہ باری کی۔ تین ہزار پھٹنے والے گولے پھینکے۔ جس سے ترکوں کا ایک مختصر سا میگزین اُڑ گیا۔ اور ۳۰۰ سپاہی ضایع ہو گئے۔ روسیوں نے اپنے کو زیادہ کامیاب دیکھکر اپنی فوج کثیر کے بھروسہ پر ۳ ر رمضان مطابق ۱۱ ر ستمبر کو حملہ کر دیا۔ لیکن روسیوں کو اس دفعہ یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ مصیبت زدہ اور روزہ دار ترک اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ مضبوط ہیں۔ قریب تھا کہ روسی فوج ترکوں کے حملے کی تاب مقاومت نہ لاکر راہ گریز اختیار کرے۔ مگر اُن کی خوش قسمتی سے اُسی وقت رومانوی دستے امداد کو آپہنچے۔ جس سے روسیوں کا پلہ ہلکا ہوتے ہوتے پھر بھاری ہو گیا۔ اگرچہ ترکوں نے تمام حملات کا نہایت خوبی سے وقتاً فوقتاً جواب دیا۔ تاہم شام تک روسیوں نے بعض مورچوں پر قبضہ کر ہی لیا۔ اور رات ہو جانے پر خیال ہوا کہ سابق کی طرح جنگ دوسرے روز پر ٹل جائے گی۔ مگر روسیوں کے جاسوسوں نے خبر دے دی تھی کہ ترکی فوج روزہ دار ہے۔ لہذا انھوں نے یہ خیال کرکے کہ روزہ افطار کرنے کے بعد وہ کسی طرح آرام نہ پا سکے۔ تمام رات کیمپ پر گولہ باری کرتے رہے۔ ۴ ر رمضان مطابق ۱۲ ستمبر کی صبح صادق کے وقت عثمان پاشا

اپنی فوجوں میں یہ اعلان کیا کہ آج ہماری تازہ دم فوج تیار ہوگئی۔ اور دوپہر دن تک روسیوں پر حملہ کرے گی۔ اور خدا کے بھروسے پر اپنے کُل مورچے واپس لے گی۔ اس اعلان کے گشت ہوتے ہی مجاہدین اسلام میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ اگرچہ بعض افسر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ آخر ہماری مدد کے لئے فوج کہاں سے آگئی۔ بعد ازاں سپاہی ہمہ تن حملہ کے لئے تیار ہو بیٹھے۔

تیسرا حملہ:۔ طلوع آفتاب کے وقت حسب معمول فریقین نے گولہ باری شروع کی۔ پہر دن چڑھنے کے بعد دونوں جانب بندوقوں پر سنگینیں چڑھ گئیں۔ اور تلواریں علم ہوئیں۔ صفوں کی ترتیب ٹوٹ گئی۔ آتشی ہتھیار اسباڑہ دار حربے اپنا اپنا کام کرنے لگے۔ بندوقوں کا دھواں آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے دوست دشمن کی تمیز جاتی رہی۔ نشانوں کے پھریرے گولوں کی باروت کے ساتھ اُڑنے لگے۔ بگلچیوں کے بگلوں میں گولیوں کے سوراخ پڑنے لگے۔ ندیوں اور نالوں میں آگ برسنے سے چھنا چھن کی آوازیں آنے لگیں۔ درختوں کے ٹھنے چرچر کر گرنے لگے۔ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ فریقین کے تصادم سے کبھی ترک آگے اور روسی پیچھے ہٹتے دکھائی دیتے تھے۔ اور کبھی روسی آگے اور ترک پیچھے۔ لڑائی دم بدم زور پکڑتی جاتی تھی۔ اسی اثنا میں ایک جانب روسیوں کا اتنا زبردست دباؤ پڑا کہ برگیڈ طاہر پاشا نے اپنے ڈویژن کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ عثمان پاشا نے جو بلند مقام پر کھڑا ہوا لڑائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ فوراً اس کی حرکت پر جواب طلب کیا۔ اور برافروختہ ہو کر اُن کو کمان سے معزول کر دیا۔ اور فوج کو کسی قدر دم لینے کا اور پھر فی سپاہی ۸۰ کارتوس تقسیم کرکے دوبارہ دھاوا کرنے کا حکم دیا۔ یہ جنگ دوپہر دن تک سرگرمی سے قائم رہی۔ دوپہر کے بعد روسیوں نے ۲۳ چھکڑے کارتوس سے بھرے ہوئے اپنے حملہ آور سپاہیوں کو بھیجے۔ جو فوائلق کے میگزین میں ڈیڑھ بجے دن کو پہنچے۔ ہنوز وہ کارتوس ذخیرہ میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ ترکوں نے ایک سیل کا گولہ ایسے نشانہ پر پھینکا۔ کہ جس کے گرنے پر تمام کارتوسوں

میں آگ لگ گئی۔ اور ان کے ساتھ بکثرت روسیوں کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس سے دشمن کی فوج میں بدحواسی پھیل گئی۔ اس لئے ترکوں کو اپنا انتشار دفع کرنے اور صفوں کی ترتیب دینے کی مہلت مل گئی۔ اور ساڑھے تین بجے شام کو ترکوں کی طرف سے پیشقدمی کا بگل بجادیا گیا۔ تمام فوج سینے کے بل زمین پر چلی۔ اور جس قدر دشمن ان کی رائفلوں کی زد میں آئے۔ اُن کو بھوننے لگے۔ تھوڑی دیر میں پھر دونوں طرف کی فوجیں آپسمیں گڈمڈ ہوگئیں۔ اس وقت ترکوں میں ایک وحشیانہ جوش پیدا ہوگیا۔ وہ اس وقت اپنے دشمنوں کو پامال کرنے اور ان کے گلے کاٹنے میں ایسے محو تھے کہ اس کے خلاف اپنے افسروں تک کے حکم کی تعمیل نہ کرتے تھے۔

روسی افسر بھی اپنی اپنی ماتحت پلٹنوں کو خوب جوش دلا رہے تھے۔ مگر روسی سپاہ سراسیمہ اور بدحواس ہو رہی تھی۔ ترکوں کے ریلے میں کسی جگہ ان کے قدم نہ جمتے تھے۔ وہ ہر جگہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر ترکوں کی سنگینوں کی قطار اور گولیوں کی دیوار اُن کو پسپا ہونے پر مجبور کرتی تھی۔ وہ ترکوں کے ذبح کئے ہوئے روسیوں کی لاشوں سے ناہموار راستے اور نالے پاٹ پاٹ کر آگے کا راستہ صاف کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر ترک ان کو قتل کرکے ان کی لاشوں میں اضافہ کرتے جاتے تھے۔ بستیاں ویران ہوگئیں۔ کھیت اُجڑ گئے۔ غار اور نالیاں انسان کے خون سے لبریز ہوگئیں۔ لاشوں کو چیل کوّے۔ گدھ۔ اور کتّے نوچتے پھاڑتے دیکھے گئے۔ زخمی تڑپ سسک رہے تھے۔ غرضکہ ۱۲ ستمبر کا آفتاب یہ خونخوار نظارہ کرتا ہوا غروب ہوگیا۔ اور شام ہوتے ہی مہذب دنیا کے اخبارات کو ٹیلیگرام پہنچ گئے۔ کہ پلونا کے تیسرے حملہ میں روسیوں کو سخت ہزیمت ہوئی۔ ترکوں نے اپنے پانچہزار سپاہی اپنے عزیز وطن پر تصدق کئے۔ اور ۳۲ ہزار روسیوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے بعد کامل فتح پائی۔

جب روسیوں کے قدم میدان سے اُکھڑ گئے تو اُس وقت عثمان پاشا بہت ہی بیچین دیکھا گیا۔ وہ گرد نواح کی فوجوں کے افسروں سے سواروں کی امداد کا خواہاں تھا۔

اس کی تمنا تھی کہ کہیں سے دو تین ہزار سواروں کی امدادی کمک اس وقت مل جاوے تو روسیوں کو ترکی علاقہ سے باہر نکال دے۔ مگر افسوس کہ اس کی یہ امید دل کی دل ہی میں رہی تاہم یہ مدافعت بھی جس شان اور دلیری سے وقوع میں آئی۔ اُس کا لوہا نہ صرف روس بلکہ ساری دنیا کے شجاعوں اور بہادروں نے مان لیا۔ اس فتح کی خوشی میں تمام فوج نے نماز شکرانہ ادا کی جس میں بہت سے مجروح ترکی سپاہی جن کو زخموں کی وجہ سے اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ شریک ہو کر بارگاہ خداوندی میں لوٹ پوٹ کر سجدۂ شکر بجالاتے۔ سلطان المعظم نے اپنا دستخطی فرمان شفقت پاشا کی معرفت بھیجا جس میں ۱۲ ستمبر کی فتح کے صلہ میں جنرل عثمان پاشا کو غازی کا خطاب عطا کیا گیا۔ تمام فوج کا شکریہ اس کی جان نثاری پر تہ دل سے ادا کیا۔ جب یہ فرمان پریڈ میں بہ آواز بلند پڑھا گیا تو ہر طرف سے مسرّت اور خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔

چوتھا حملہ:۔ اس کے بعد روسیوں کی طرف سے پلونا پر چوتھے حملہ کی تیاری شروع ہوئی۔ پہلے رومانیہ کی فوج نے آرخانیہ کی سڑک پر قبضہ کیا جس سے ترکوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا۔ ایک تو ابھی تک کوئی امداد ترکوں کو حاصل نہ ہوئی تھی دوسرے اس قبضہ نے یہ خرابی کی کہ اندرون ملک میں جانے اور امداد آنے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ لیکن خدا کا شکر کہ احمد حفظی پاشا ایک چھوٹی سی کمک لے کر آموجود ہوئے اور ۱۶ رمضان مطابق ۲۴ ستمبر کو رومانوی فوج کو چیرتے ہوئے معہ اپنے دو کالم کے پلونا میں داخل ہو گئے۔ اُسی روز روسیوں نے پلونہ اور ویدن کے درمیان کا سلسلہ تار برقی منقطع کر دیا۔ ۲۳ رمضان مطابق یکم اکتوبر کو دہ تھاتر ولومی میں خفیف سی جنگ ہوئی۔ اس میں روسیوں کو ہزیمت ہوئی۔ ۲۰ شوال مطابق ۲۷ اکتوبر کو ڈولتا دونیک کی ترکی فوج پلونا کی فوج میں آکر شامل ہو گئی اس وقت اور بھی چند چھوٹے چھوٹے معرکے ہوئے۔ مگر ہر جگہ روسیوں ہی کو شکست ہوتی رہی۔ اس وقت زار روس میدان جنگ میں بذات خاص موجود تھا مگر وہ اپنی سپاہ کی کثرت تعداد درستی انتظام۔ سامان رسد اور پھر اپنی ذاتی شرکت

کے باوجود ترکوں کی قلتِ افواج اُن کی بے سروسامانی اور پھر فتوحات کا معائنہ کرکے گھبرا گیا۔ اور ہر ایک جنرل کو فرداً فرداً اپنے روبرو بلا کر آیندہ حملے کا اُس سے مشورہ کیا۔ اور اُن میں سے ہر ایک نے موچھوں پر تاؤ دے کر کہا دیکھئے۔ اب کے حملہ میں ترکوں کو شکست کامل دی جائے گی۔ لیکن گذشتہ حملوں میں ہزاروں جانوں اور لاکھوں روپیہ پر جھاڑو پھر چکی تھی۔ اس لئے اُس کو اپنے بہادروں پر مطلق یقین نہ رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک پرانے جنرل کو جو کریمیا کی جنگ میں نام آوری حاصل کرچکا تھا۔ اور جس کا نام ٹوڈل بن تھا۔ یاد کیا۔ اور روسی رومانوی دونوں فوجوں کی کمان اُس کے سپرد کرکے چھوتھے حملہ کا تمام انتظام اُسی پر چھوڑ دیا۔ اُس نے قلیل تعداد کے ترکوں کی صابرانہ جوانمردی شجاعت اور شراب نوشی سے پرہیز گاری کا اپنی فوج کی کثرت۔ بزدلی۔ نامردی اور مے خواری سے مقابلہ کرکے زار کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ترکوں پر مثل سابق سینکڑوں حملے بھی ہوتے رہینگے۔ تو بھی روسی کامیاب نہ ہوں گے۔ میرے نزدیک صرف ایک ہی تدبیر ہے کہ اب ترکی فوج کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اپنی کثرت سپاہ سے اُس کا حصار اور پھر حصار پر کئی حصار کئے جائیں تاکہ بیرونی آمدرفت اور اُس کے تمام وسائل بند ہو جائیں۔ اور محصورین فاقہ کشی سے گھُل گھُل کر بغیر مارے مرجائیں۔ زار نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اور پلونا کو کامل طور سے محصور کر لینے کا حکم دیا۔ یہ حصار زمین کے اندر اندر شروع کیا گیا۔ تاکہ ترکوں کے گولے گولیاں اوپر سے نکل جایا کریں۔ چنانچہ پہلا حصار ایک گولی کے ٹپہ سے کیا گیا۔ اور پھر کچھ دور ٹھیر کر اسی طرح زمین کے اندر اندر دوسرا حصار اور پھر اس کے بعد تیسرا حصار کیا گیا۔ پچھلی فوجیں آگے بڑھتی آتی تھیں اور اُن سے پچھلی فوجیں ان کی جگہ قائم ہوتی جاتی تھیں۔ ان حلقوں کو پورا کرنے کے لئے باوجود کثرت تعداد کے روسی فوج کافی نہ تھی۔ لہذا جنرل نے اسی وقت نئے طور سے اعانت کی۔ یعنے روس نے پولینڈ اور آسٹریا کی سرحد پر اپنی فوجیں بھیجدیں

اور اس طرح اُن فوجوں کو جو ان سرحدات کی حفاظت پر متعین تھیں۔ اپنے کام سے سبکدوش کر کے پلونا کے حصار میں شریک ہونے کا موقع دیا جس سے یہاں روسی جنگ آوروں کی تعداد میں ایک بہت بڑا اضافہ ہو گیا۔ ترک اس جانستان نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ لیکن ان کے پاس بجز صبر کے کوئی اسلحہ نہ تھا۔ اور اس طرح محاصرہ کی تکمیل ۱۷ر شوال مطابق ۲۴ر اکتوبر کو ہو گئی۔ چونکہ محصورین اب ہر طرف سے گھر گئے تھے۔ اور کسی بیرونی امداد کی توقع اُن کو باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی دو وقتہ خوراک میں کمی کر دی۔ جب اور دن زیادہ گزرے تو اس سے بھی نصف کر دی۔ یونہی گھٹاتے گھٹاتے ایک روز رسد کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ترکی فوج پر فاقہ کشی کی حالت طاری ہو گئی۔ اسی زمانہ میں گرینڈ ڈیوک نکلسن سپہ سالار افواج نے ایک خط غازی عثمان پاشا کے نام بذریعہ قاصد کے روانہ کیا۔ جس میں لکھا کہ پلونا کا محاصرہ کامل ہو گیا ہے۔ باہر سے فوج اور خوراک کی توقع اور امداد منقطع ہو چکی ہے اس لئے اب آپ آئندہ خونریزی کو بند کیجئے ورنہ اس کا مواخذہ آپ کی ذات پر رہیگا

غازی نے اس کا جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ باہر کی امداد کا سلسلہ مسدود ہو چکا ہے۔ لیکن اس سے میری جان نثار فوج کی مردانگی اور شجاعت میں ذرا فرق نہیں آنے پایا۔ فوج نے خدا کی عنایت سے اب تک جس قدر فتوحات حاصل کی ہیں آپ کے شہنشاہ بہ نظر خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ کے لئے تو ان کو اپنا امپیریل گارڈ طلب کرنا پڑا۔ پس یہ فوج اس قابل نہیں ہے کہ یونہی بلا مقابلہ آپ کے حوالہ کر دی جائے۔ ہم کو ہماری حب الوطنی اور ایمان پرستی ہر مصیبت میں مسرور رکھتی ہے رہا خونریزی کا مواخذہ وہ دنیا اور آخرت میں اُس شخص پر ہو گا جو اس کا بانی ہے"

اس کے بعد ترک ایک مدت تک بیرونی کمک کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن کسی جانب سے ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ اب تک یا تو کوئی کمک آئی ہی نہیں یا آئی بھی تو بسبب کامل محاصرہ کے اندر نہ جا سکی اور باہر ہی سے گرفتار کر لی گئی۔ اور وہ وقت آگیا کہ اگر کمکی فوج آتی بھی تو محصورین کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکتی۔ ناچار ۵ر ذالحجہ ۱۲۹۴ء

مطابق ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کو ترک لباس کی قلت برف باری کی زحمت. سردی کی شدت آب و ہوا کی خرابی اور فاقہ کشی کی مصیبت کی تاب نہ لاکر حسب اصول تنگ آمد بجنگ آمد جاں بکف کھڑے ہو گئے. روسی اس وقت کے لئے پہلے سے تیار تھے. ہر چہار طرف سے ترکوں کو توپوں اور بندوقوں کی باڑہ پر رکھ لیا. ان غریبوں نے بھی اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر بندوقیں سیدھی کیں. اور سر جھکائے آگے بڑھنا شروع کیا اس وقت ان کو بھی جو سامنے پڑجائے اُسے مارنے اور کاٹنے سے کام تھا۔ اُن پر گولیوں کی بارش ہورہی تھی۔ مگر وہ اس کے سایہ میں آگے بڑھے چلے جاتے تھے. جب پہلے حصار کے قریب پہنچے تو دست بدست لڑائی ہونے لگی. ترک اس قدر جان توڑ کر لڑے کہ روسی پھر سابق کی طرح حواس باختہ ہوکر بھاگے. اور پہلا حصار ترکوں نے آناً فاناً میں توڑ دیا۔ جب ایک میدان فتح کرکے دوسرے میدان میں پہنچے تو انھوں نے دوسرا حصار توڑنے کی کوشش کی۔ ان کی ہیبت روسیوں پر اس قدر غلبہ پاچکی تھی کہ ترک اپنی سنگینوں کو جدھر سیدھا کرتے تھے روسیوں کے پرے کے پرے بھیڑوں اور بکریوں کی طرح بھاگ نکلتے تھے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ترک اب وہ ترک نہ تھے۔ اس وقت ان میں مطلق دم نہ تھا. فاقہ کی وجہ سے ہر سپاہی پر غشی کی حالت طاری تھی۔ اور مزید براں فی کس ۲۸ سیر بار پشت پر لدا ہوا تھا. اس وقت ایک رومانوی افسر نے برگیڈیر ادھم پاشا جو چھ ترکی پلٹنوں کا افسر تھا۔ کے قریب آکر فریب دینے کے لئے کہا۔ کہ تم اب فضول خونریزی میں مشغول ہو. تمہارے کمانڈر انچیف عثمان پاشا نے ہتھیار رکھ دیئے۔ ادھم پاشا نے اس اطلاع کو صحیح سمجھ کر جنگ کے روکنے کا حکم دیا. جس کے وقوع میں آتے ہی لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ خوف زدہ روسیوں میں یکایک اطمینان پیدا ہوگیا۔ انہوں نے باقی ترکوں پر ایک دم حملے کردیئے۔ اور ان پر ہر طرف سے دباؤ پڑنے لگا. دو گھنٹہ نہ گزرنے پائے تھے کہ غازی عثمان پاشا کے ایک گولی لگی. جس نے ان کی پنڈلی کی ہڈی کو چورچور کردیا. ایڈی کانگوں نے عرض کیا۔ کہ اب وقت آگیا ہے کہ جنگ موقوف فرمائی جائے۔ غازی نے چیں بہ جبیں ہو کر انکار کردیا

مگر جب تمام افسران فوج کے اسی مضمون کے ہر طرف سے پیام آنے لگے۔ تو اس کو فوج کی شکستہ دلی کا اندازہ ہوگیا۔ اور اُس نے نہایت افسوس کے ساتھ سفید جھنڈا بلند کرنے کا حکم دیا۔ جھنڈے کے ہوا میں لہراتے ہی لڑائی بند ہوگئی۔ اور تمام لاغر فاقہ کش ترکی سپاہی بدحواس ہو کر زمین پر لیٹ گئے۔ اور اسی جگہ پر جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ روسی عاجلانہ طور سے بڑھے۔ اور ترکوں کو اسیران جنگ کی طرح اپنے حلقہ میں کرلیا۔ غازی عثمان پاشا سخت مجروح ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے اپنی تلوار روسیوں کے روبرو پھینک دی۔ روسیوں نے بغلوں میں ہاتھ دے کر اُٹھایا۔ اور اُنہیں گاڑی پر سوار کر کے پلونا کے ہسپتال میں داخل کر دیا۔ راہ میں گرینڈ ڈیوک نکلسن نے بڑھ کر غازی سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد شہزادہ رومانیہ نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ مگر غازی نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور سلطانی باغی سے مصافحہ کرنا عار سمجھا۔ روسی افسروں نے ہرے کے نعرے بلند کئے۔ اور تمام روسی فوجوں نے غازی موصوف کے سامنے سلامی اُتاری۔ دوسرے روز ۶ ذالحجہ مطابق ۱۱ دسمبر کو غازی عثمان پاشا کی زار روس سے ملاقات ہوئی۔ شہنشاہ نے لب فرش تک استقبال کیا۔ اس کے بعد برابر کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور پھر فرمایا کہ میں آپ کو آپ کی اس عظیم الشان مدافعت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور یہ مدافعت جنگی تاریخ کا سب سے نمایاں واقعہ ہے۔

اس کے بعد غازی کی تلوار طلب کی۔ اور کہا کہ میں ایک بے نظیر شجاع کی کمر اس کی تلوار سے خالی نہیں دیکھ سکتا۔ میری خواہش ہے۔ کہ وہ جلد آپ کی کمر سے آویزاں کر دی جائے۔ بشرطیکہ پھر روسیوں پر نہ اُٹھائی جائے۔ غازی نے جواب دیا کہ میں اپنے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کے تابع فرمان ہوں۔ وہ جب اور جس پر اُٹھانے کا حکم دیں گے۔ مجکو بالکل پس و پیش نہ ہوگا۔ زار اس جواب کو سُن کر مسکرایا۔ اور کھڑے ہو کر بلا کسی شرط کے غازی کی کمر میں اپنے ہاتھ سے تلوار لگا دی۔ جس کا زخمی عثمان پاشا نے مختصر الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ اور جلد اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ شام کے وقت کاسک سواروں کے اعزازی دستہ کے ساتھ مقام بوغوث کو بغرض علاج

روانہ کیا۔ اور بعد صحت کے مقام آخر کوب میں قیام پذیر ہوا۔ جہاں سے ربیع الاول مطابق مارچ ۱۸۷۸ء معہ اپنے بہادروں اور جانباز سپاہیوں کے ساتھ رہا کیا گیا۔

ترکوں نے پلونا کے معرکوں میں تین مرتبہ جو نمایاں فتوحات حاصل کیں وہ بلا شبہ تاریخ عالم کے سفید ورقوں پر سنہری حروف سے لکھی گئیں۔ پھر چوتھی مرتبہ جو شکست ہوئی وہ بھی ایسے اعزاز کے ساتھ کہ اس پر ہزاروں فتوحات قربان ہیں۔

شکست و فتح نصیبوں سے اپنے ہے ای امیر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

جس روز پلونا میں جنگ ختم ہوئی باب عالی کی طرف سے روسیوں کو صلح کا پیام دیا گیا۔ جس کے لحاظ سے ہر طرف فوراً جنگ ختم ہونی چاہئے تھی۔ مگر روسیوں کا ارادہ فاسد تھا۔ اس لئے انہوں نے اس وقت صلح کے پیام کی جانب توجہ نہ کی۔ اور فوجوں کو برابر آگے بڑھاتے رہے۔ چونکہ ترکوں کی جانب سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے روسیوں نے اپنا رخ قسطنطنیہ کی جانب کر دیا۔ درۂ شبکا پر سلیمان پاشا کو ۱۲۹۵ھ ۴ محرم مطابق ۹ رجون ۱۸۷۸ء کو شکست ہوئی۔ اور یہ تنگ راستہ روسیوں کے لئے کھل گیا۔ لہٰذا وہ بہت جلد مشرقی رو میلیا میں بلا مزاحمت داخل ہو گئے۔ اور بڑے بڑے مقامات پر جلد قبضہ کر لیا تھا۔ مگر ۹ محرم مطابق ۱۴ جنوری کو مقام فلپ کو اپنے مفتوحہ علاقہ میں شامل کر کے ۱۵ محرم مطابق ۲۰ جنوری کو ایڈریانوپل پر فوجیں بڑھا دیں۔ پلونا کی شکست کے بعد سرویہ مانٹی نگرو نے بھی پچھلی رعایتوں اور پرانے عہد ناموں کو بالائے طاق رکھ کر ترکوں کی سرزمین میں اپنی فوجوں کے قدم جما دیئے۔ ۸ ذالحجہ مطابق ۱۴ ردسمبر کو سرحد پار اُتر کر مقام آق پلنکہ اور پیروٹ پر دونوں فوجوں نے قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد مانٹی نگرو کی فوج نے آگے بڑھ کر مقام ڈلیگیٹوں میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر والئے یونان بھی جوش میں آیا۔ اور اس نے بھی اپنی پلٹنوں کو ترکی عملداری میں داخل کر دیا۔ لیکن واللہ اعلم کس مصلحت سے آسٹریا

اور انگلستان نے اس حرکت کی مخالفت کی۔ دونوں نے کچھ اس طرح خط و کتابت کی کہ یونان بے چون وچرا کئے اپنی پلٹنوں کو واپس لے گیا۔ اب روسی فوجیں اڈریانوپل سے آگے بڑھیں، اور قسطنطنیہ میں لانے کی نیت سے مقام استی فانو پر (جو قسطنطنیہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے) جمع ہوئیں۔ اس وقت بڑے بڑے پاشا اور جلیل القدر وزراء جو ہمیشہ سے روس کی رشوتوں اور ملک کی ناجائز آمدنیوں سے مالا مال ہو کر کاہل اور نکمے ہو رہے تھے، حواس باختہ ہو گئے۔ وہ اپنی اپنی جان اور مال کی خیر مانگتے ہوئے بالآخر قصر بلدیز یعنے محل سلطانی میں پہنچے۔ جس وقت سلطان کے حضور سب کے سب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سررشتۂ تعلیم کا ڈائرکٹر جنرل سلطان المعظم کے روبرو وہ کاغذات پیش کر رہا تھا جس میں بحکم سلطانی ممالک عثمانیہ میں انتظام تعلیم جدید طریقہ سے جاری کیا جانے والا تھا۔ سلطان ہر ایک کاغذ کو ملاحظہ فرما کر مناسب حکم صادر فرما رہے تھے۔ یہ لوگ ایسے نازک وقت میں سلطان کا اطمینان طبع دیکھ کر بالکل دنگ رہ گئے۔ مگر ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ یہ وقت خطرہ کا ہے۔ روسیوں نے دارالسلطنت کو گھیر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ حضور قسطنطنیہ کو چھوڑ کر بروصہ کو جو پرانا دارالخلافہ ہے، تشریف لے چلیں۔ سلطان نے نظر اُٹھائی اور سب کے متوحش چہروں کو نفرت سے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ میں اس شہر کی قسمت کا جو پانسو برس سے میرے بزرگوں کو پایہ تخت ہے۔ اور اس ہلال کی عظمت کا جو سینٹ صوفیہ کے گنبد پر نصب ہے۔ آخری وقت تک شریک حال رہوں گا"۔ اتنا کہکر اُنہوں نے گردن جھکائی اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ سلطان کی غیر معمولی جرات اور استقلال دیکھکر وزرا کی رگ حمیت بھی پھڑکی۔ اور سب نے بالاتفاق قسطنطنیہ کی حفاظت پر مستعدی ظاہر کی۔

جب روس نے دیکھا کہ ترک آخری فیصلہ پر طیار ہیں۔ تو روس نے اس شرط پر صلح منظور کرنی چاہی کہ ترکی جہازات کا جنگی بیڑہ روسیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ وزراء نے اس شرط کو معمولی سمجھ کر سلطان سے اُس کی منظوری حاصل کرنی چاہی۔ لیکن سلطان نے اس کا جواب بھی نہایت دلیرانہ دیا۔ ترکی بیڑوں کو روسیوں کے ہاتھ

بن جانے سے ہزار درجہ بہتر ہوگا کہ میں خود جہاز پر بیٹھا ہوا ہوں اور اس وقت کُل بیڑہ کو بارود سے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ یا کرہ ہوا میں اُڑا دیا جائے۔ غرضکہ جب روس کو باور ہو گیا کہ اب اس کی رشوت کے جال اور دھمکی کی چال سے کام نہیں چلتا ہے۔ تو روس نے تھک کر عہد نامہ سین اسٹی فانو کی ترتیب دیئے جانے کی منظوری دی۔ لیکن وزرائے ترک کچھ ایسے پریشان خاطر ہو رہے تھے کہ باوجود وہ اپنے سلطان کے مردانہ اور سپاہیانہ طبیعت کا تجربہ کرنے کے نہایت بدحواسی کے ساتھ روسیوں کی ہر ایک شرط بے چون وچرا منظور کیے جاتے تھے۔ چنانچہ عہد نامہ سین اسٹی فانو مرتب کیا گیا۔ جس پر بعد میں عمل درآمد کیا گیا۔

غازی موصوف سنہ ۱۳۱۷ھ کو فوت ہوئے۔

غازی طلعت پاشا

آزاد خیال ترکوں میں غازی طلعت پاشا کا مرتبہ بھی دیگر احرار سے کم نہیں طلعت نے بھی اپنے عزیز وطن کے لئے کچھ کم قربانیاں نہیں کیں۔ اب اس سے زیادہ اور کوئی کیا کر سکتا ہے۔ کہ اپنی جان بھی قربان کر دے۔ طلعت نے بھی اپنی قیمتی جان آزادی کی دیوی پر بھینٹ چڑھائی۔

پیدائش۔ بچپن۔ خاندان

مولد ایڈریانوپل۔ پیدائش ۱۸۸۳ء یعنی آپ عین اُس وقت اس دنیا میں آئے۔ کہ جب ابو الاحرار مدحت پاشا نے جنت کی راہ لی۔

طلعت وطن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کے شاہی مدرسہ میں داخل ہوئے۔ حتیٰ کہ فارغ التحصیل ہوئے۔ اور آپ نے محکمہ تار کے ایک معمولی کلرک کی حیثیت میں کاروباری دنیا میں قدم رکھا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ یہ نوجوان اپنے

وطن عزیز کی اس قدر قیمتی خدمات کر سکے گا۔

پروفیسر

طلعت پاشا نہ صرف ترکی زبان کے ادیب تھے۔ بلکہ اُنہوں نے محنت شاقہ کر کے عربی۔ روسی۔ جرمنی اور بعض دیگر زبانیں بھی حاصل کیں۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ کلرک سے دفعتاً اپنے وطن کے کالج میں پروفیسر بن گئے۔ اور طلبا کو مشرقی زبانوں کا درس دینے لگے۔

جلاوطنی۔ اسیری

طلعت نے درس و تدریس میں جس قابلیت اور ہمدردی کا ثبوت دیا۔ ایڈریانوپل کالج کے در و دیوار اُسے آج تک نہیں بھولے لیکن وہ زیادہ عرصہ علمی خدمت نہ کر سکے۔ وہ اعلےٰ درجہ کے آزاد خیال تھے۔ ترکان احرار اور تحریک اصلاح میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ اس لئے وہ گرفتار کئے گئے۔ اور پھر دو سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ اور جب میعاد اسیری پوری ہوگئی۔ تو آپ کو سالونیکا میں جلاوطن کر دیا گیا۔

ترکی میں ایک صدی سے آزادی کے خیالات پیدا ہو چکے تھے۔ اور یہ روز بروز ترقی پر تھے۔ مدحت کی شہادت نے آتش پر روغن کا کام کیا تھا۔ مگر اب تک یہ جد و جہد مخفی اور بے قاعدہ سی تھی۔

قومی مجلس

طلعت نے اس جد و جہد کو باقاعدگی کا لباس پہنایا۔ غازی انور بے اور نیازی بے وغیرہ ترکان احرار کو جمع کر کے ایک مجلس کا سنگ بنیاد رکھا یہی مجلس آگے چل کر "ینگ ٹرکش ایسوسی ایشن" یا انجمن اتحاد و ترقی کہلائی۔ اس کا صدر دفتر اول پیرس میں اور اس کے بعد سالونیکا میں منتقل ہوا۔

فوج میں تبلیغ

غازی طلعت بے نے قومی مجلس میں تحریک کی کہ ترکی فوج میں تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ یہ بات پسند کی گئی۔ کام شروع ہوا۔ اور جلدی کامیابی حاصل ہوگئی۔ چنانچہ نہایت خفیف عرصہ میں تقریباً ہزار فوجی افسروں نے قومی انجمن کی رکنیت اختیار کی۔ اور اس کا اثر سب سے پہلے مقدونیہ میں ظاہر ہوا۔ اور اس کے بعد اناطولیہ کی فوج انجمن اتحاد و ترقی کی ممبر اور ہم خیال بن گئی۔

یہ کہنا فضول ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں نے احرار کے خلاف زیادہ سے زیادہ جدوجہد کی۔ نرمی اور گرمی سے کام لیا۔ قید و بند۔ پھانسی۔ بیش بہا انعامات اور اعلےٰ عہدے پیش کئے۔ لیکن سچے احرار کے نزدیک یہ تمام ترغیب وترہیب کے مظاہرے بیکار تھے۔ اور بیکار ثابت ہوئے۔

ممبر پارلیمنٹ

جب سلطان عبدالحمید خاں ترکی دستوری حکومت (پارلیمنٹ) دینے پر مجبور ہو گئے۔ تو اس وقت اڈریا نوپل کی طرف سے پارلیمنٹ کے ممبر غازی طلعت پاشا منتخب ہوئے۔ مگر چند روز بعد نائب صدر بنا دیئے گئے۔

وزیر داخلہ:۔ اور ابھی ایک سال نہ گذرا تھا کہ آپ کو وزیر داخلہ بنا دیا گیا۔

خطرۂ جان

چند روز بعد سلطان نے اپنی گم شدہ طاقت حاصل کرنی کی لاحاصل جدوجہد کی۔ گویا وہ ایک حرکت مذبوحی تھی۔ سلطان کے نزدیک احرار گردن زدنی اور سوختنی تھے۔ انہیں محبان وطن کی فہرست میں غازی طلعت کا نام بھی موجود تھا۔ لیکن وہ خطرہ محسوس کر کے قسطنطنیہ سے نکل گئے۔

طلعت سید ھے سان آسٹیفا پہنچے۔ پھر وہاں سے قسطنطنیہ روانہ ہوئے۔ فوج میں تبلیغ حریت شروع کی۔ اور چند ہی روز میں فوج کے افسروں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اس فوج نے غازی محمود شوکت کی زیر کمان قسطنطنیہ کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچکر عبدالحمید خاں کو تخت سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کیا۔

دوبارہ وزیر داخلہ

قیام امن کے بعد طلعت کا نام مکرر وزارت کے لئے پیش کیا گیا۔ اور آپ منتخب بھی ہو گئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وزارت میں تبدیلی ہوئی۔ اس لئے طلعت پاشا مستعفی ہو گئے۔ اور اب وہ صرف لیڈر کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

اس وقت ترکی نہایت نازک حالت میں مبتلا تھی۔ مزید مصیبت یہ نازل ہوئی کہ بلقانی ریاستوں نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

انقلاب وزارت:۔ اس وقت سعید پاشا وزیر تھا۔ مگر بدقسمتی سے یہ قوم پرستوں کے

خلاف تھا۔ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے طلعت بے کے مکان پر ایک خفیہ جلسہ ہوا۔ اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ موجودہ وزارت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کو عملی جامہ پہنایا گیا اور سعید پاشا کو جدا کر دیا گیا۔ لیکن جونہی وزارت ٹوٹی۔ اسی وقت پارلیمنٹ بھی توڑ دی گئی۔

جنگ بلقان میں طلعت کی خدمات

دول یورپ ترکوں کو یقین دلا رہی تھیں کہ وہ ترکوں کے خلاف کسی کو جنگ نہ کرنے دیں گی۔ لیکن اس کے باوجود جنگ بلقان چھڑ گئی۔ اور دول یورپ کی چالاکی کا راز افشا ہو گیا ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ترکی جنگ کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن با ایں ہمہ احرار ترک یعنے غازی طلعت بے اور اُن کے ہم خیال رفیقوں نے اس وقت جو کچھ کیا وہ تاریخ کے اوراق پر سنہری حرف سے تحریر ہے۔

فوجی رضاکار

بلقانیوں کے اُٹھتے ہی غازی طلعت بے کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے رضاکارانہ فوجی خدمت کی۔ بہت سی نئی فوج کھڑی کی۔ اور اپنی زبردست تقریروں سے مُردہ فوج میں جان ڈال کر ان کو ثابت قدم اور جان باز بنا دیا۔

کامل غدّار کی شکست

غازی طلعت پاشا کو جونہی یہ معلوم ہوا کہ کامل پاشا ایسی شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہے۔ جو ترک ایسی شجیع و غیور قوم کے لئے موجب ننگ ہے۔ تو وہ قسطنطنیہ روانہ ہوئے۔ اور اپنے دوستوں کو جمع کر کے تبادلہ خیالات کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ موجودہ وزارت کا فوراً قلع قمع کیا جائے تاکہ ترکی قوم پیش آنے والی ذلت سے بچ جائے۔

غازی انور پاشا اور طلعت پاشا اسی کار اہم کی تکمیل کے لئے باب عالی پہنچے۔ اور بڑی جدوجہد ہوئی۔ مگر بالآخر کامل کو مستعفی ہونا پڑا۔ ناظم پاشا تہ تیغ ہوا۔ بہرحال غدار وزارت کا خاتمہ ہو گیا۔ غازی انور بے بال بال بچے۔ طلعت کے لئے خطرہ تھا۔ کیونکہ یہ کام بھی چال بازی کا تھا۔

اب کامل انقلاب ہو چکا تھا۔ اور زمام حکومت انجمن اتحاد و ترقی کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ محمود شوکت پاشا وزیر بنائے گئے۔

ادھر سے اطمینان ہو گیا تو طلعت بے اور ان کے دوست قومی عزّت کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ میدان کارا ستہ لیا۔ حتیٰ کہ اڈریانوپل دشمن کے قبضہ سے نکال کر اُس پر ہلالی جھنڈا نصب کر دیا۔

اس کے بعد طلعت اور تمام ترکان احرار انتظامی معاملات اور سیاسی اصلاحات میں منہمک ہو گئے۔ اور آج ترکی میں جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ وہ اُنہی کی سعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ طلعت نے صرف دو تین سال ہی کے اندر ترکی کے اندر سے جہالت۔ رشوت۔ نا اتفاقی اور دیگر تمام خرابیوں کی جڑ کاٹ کر پھینک دی۔ اور اس طرح ان تمام الزامات کا خاتمہ کر دیا۔ جو دول یورپ ترکوں پر لگایا کرتے ہیں۔ تعلیم کی غیر معمولی ترقی ہوئی۔ تجارت نے غیر معمولی فروغ پایا۔ ریلوے لائن انتہائی وسیع ہو گئی ڈاک خانہ جات میں بھی نمایاں اصلاح ہوئی۔ غرضیکہ ترکی کو ہر حیثیت سے چار چاند لگ گئے

طلعت پاشا اور ہندوستان

جنگ بلغاریہ کے زمانہ میں مسلمانان ہند کا ایک وفد ترکوں کی امداد کے لئے زیر سرکردگی ڈاکٹر ی انصاری قسطنطنیہ گیا۔ مولوی ظفر علی خاں بھی ٹرکی گئے۔ اِس وقت وزیر داخلہ غازی طلعت بے تھے۔ اس وقت ایک فوٹو لیا گیا۔ اس موقع میں غازی طلعت پاشا۔ عبد العزیز شاد دام اللہ اور ڈاکٹر انصاری کے علاوہ مولوی ظفر علی خاں کی بھی تصویر ہے۔

سیر و سیاحت

طلعت پاشا ۲۸ مئی کو رومانیہ روانہ ہوئے۔ تاکہ وہاں کی ریاست کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں۔ وہاں آپ کا پُر جوش استقبال کیا گیا۔ اخبارات نے بڑی تعریف کی۔ اور پیشگوئی کی آپ کی تشریف آوری ترکی اور رومانیہ کی مستقل دوستی کی نیک فال ہے۔

ترک الوطنی کا مسئلہ

اس کتاب میں کسی دوسرے مقام پر عیسائیوں کے فرضی الزامات اور فرضی مظالم کی بنا پر ان کا ہجرت پر

کمربستہ ہو جانا مذکور ہوا ہے۔ جب یہ قصہ انگریزی اخبارات میں پھیلا تا اور عیسائی دنیا
نے ترکوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ تو غازی طلعت پاشا نے اس کا جواب
اخبار جون ترک کے کالموں میں دیا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے"
" فوجی عدالت نے سمرنا میں ایسے ۴۷ آدمیوں کو تین سے لے کر ۵ برس تک کی
سزائیں دی ہیں۔ جو یونانیوں اور انگریزوں کو ہجرت پر برانگیختہ کرتے اور امن عامہ
میں خلل انداز ہوتے تھے۔

ترِوص کے گورنر کو حکم دیا گیا کہ وہ ہنقتینہ کے کلکٹر کو معزول کر دے۔ کیونکہ اس
نے قیام امن میں اپنے فرض منصبی سے غفلت کی۔

اس سلسلہ میں تین اور شخص ماخوذ ہوئے جن میں سے ایک مدرسہ کا اُستاد تھا۔ یہ
اشخاص عیسائیوں کو یہ کہکر ترک وطن پر اُبھارتے تھے۔ کہ ترک ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں
جتدرمہ کے کلکٹر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہاں امن و امان بدستور بحال ہو گیا
ہے۔ چنانچہ وہاں میرے حکم سے اس تحریک ہجرت کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ جن لوگوں
نے اس سلسلہ میں فتنہ اُٹھایا ہے۔ اُنہیں ضرور سزا دی جائے گی۔ نیز جن فتنہ انگیزوں
نے فوجداری عدالت پر حملہ کیا تھا۔ اِنہیں بھی عبرت انگیز سزا دی جائے گی۔ چنانچہ ایسے
علاقوں کے باشندوں سے ہتھیار واپس لئے جا رہے ہیں"

اس معاملہ کے متعلق عیسائیوں کا ایک وفد غازی طلعت پاشا کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ اور اس نے درخواست کی کہ یونانیوں کو ہجرت سے روکا جائے۔ اور ان کو
بائیکاٹ نہ کیا جائے۔

طلعت نے اس کا جواب دیا کہ امن مسئلہ کے متعلق ضروری وسائل اختیار کئے
جائیں گے۔ اور تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کر دیا گیا ہے ٭

زار روس سے ملاقات

شہید مدحت کے فرزند رشید علی حیدر نے حسب ذیل
پیغام اخبارات کے ذریعہ غازی طلعت پاشا کی
خدمت میں بھیجا:-

"تمام عثمانی قوم طلعت بے وزیر داخلہ سے (اُس طلعت سے جس نے دول یورپ کی دھمکیوں کے باوجود اپنے جذبۂ حب وطن سے مجبور ہو کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ایڈریانوپل پر ترکی فوج قابض رہے گی) توقع رکھتی ہے کہ وہ (طلعت) زار روس کو سمجھا دیں گے کہ خود ترکی اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے ملک میں وہ تمام اصلاحات نافذ کرنے کے لئے طیار ہے۔ جن کو روس اور یورپ بار بار پیش کرتا ہے۔

نیز شاہ روس کو یہ بھی یقین دلادیں کہ اب تمام آل عثمان نے عزم راسخ کرلیا ہے کہ وہ اپنے معاملات آخر دم تک غیروں کے ہاتھوں میں نہ دیں گے۔

غازی موصوف نے قوم کے اس حکم کی بہ احسن وجوہ تعمیل کی۔

موسم گرما آیا تو زار روس حسب معمول لینوادیا آئے۔ یہ مقام ترکی حدود کے بالکل قریب ہے۔ زار کے یہاں آنے پر سلطان کی طرف سے زار روس کو ہمیشہ تحفۂ سلام بھیجا جاتا تھا۔ لیکن اب کے ایک جدت وقوع پذیر ہوئی۔

۲۳ر اگست کو زار روس نے اپنے چچا گرانڈ ڈیوک کو اپنے خاص جہاز الماس پر سوار کرکے قسطنطنیہ بھیجا۔ ڈیوک نے کہا کہ زار کو ترکی اراکین سے ملاقات کرنے کا بے حد شوق ہے۔ فیصلہ ہوا کہ ارکان حکومت کی ایک محدود جماعت زار کی خدمت میں جائے اس وفد کے سرگروہ غازی طلعت پاشا منتخب ہوئے۔

ترکی وفد کا روسی حکام نے شاہانہ استقبال کیا۔ اراکین وفد شاہی موٹر کاروں پر سوار ہو کر گورنمنٹ ہاؤس پہنچے۔ دروازہ پر پُرجوش طریق سے ان کو خیر مقدم کہا گیا۔ وفد پرائیویٹ سکرٹری کے کمرۂ ملاقات میں لایا گیا۔ سفیر روس نے غازی طلعت بے اور دیگر اراکین وفد کو زار روس کے روبرو پیش کیا۔ زار نے پرجوش طریق سے مصافحہ کیا دیر تک مزاج پرسی کرتے رہے۔ اس کے بعد کوئی نصف گھنٹہ تک تخلیہ کی ملاقات رہی پھر شہنشاہ اور مہمان کھانے کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ زار روس نے غازی طلعت بے کو اپنی دہنی جانب جگہ دی۔ بائیں جانب غازی عزت پاشا بیٹھے۔ دعوت شاہانہ تکلفات سے ممیز تھی۔

دعوت کے بعد معزز مہمان قیام گاہ پر واپس آئے۔ اگلے روز بازدید کی رسم ادا ہوئی۔ اور دلچسپ گفت و شنید ہوتی رہی۔ کوئی ایک ہفتہ قیام کے بعد یہ وفد اپنے مبارک مقاصد میں کامیاب ہو کر قسطنطنیہ کو واپس ہوا۔

روسی اخبارات نے اس ملاقات پر اظہار مسرت کیا۔ اور لکھا کہ آئندہ اس سے عمدہ نتائج نکلنے کی توقع ہے۔

تھریس کے مسلمانوں کا وفد

ماہ ستمبر میں تھریس کے مسلمانوں کا ایک وفد قسطنطنیہ آیا۔ اس وفد کے صدر صالح آفندی تھے۔ اس وفد نے باب عالی میں حاضر ہو کر طلعت پاشا سے ملاقات کی۔ کیونکہ پاشائے موصوف دولت عثمانیہ کے قائم مقام کی حیثیت سے مجلس مصالحت کے رکن تھے۔ وفد کے ایک ممبر نے بتایا کہ جن مقامات پر بلغاری قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ان پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے۔ وفد نے سلطنت عثمانیہ سے درخواست کی کہ خلیفۃ المسلمین مغربی تھریس کے مسلمانوں کی امداد کریں۔

اس کے بعد ویدی غارج کے سابق ممبر پارلیمنٹ سلیمان نے اپنی خود مختاری کے دلائل پیش کئے۔ اور سلطنت ترکی سے امداد کی درخواست کی۔

غازی طلعت پاشا نے ان تمام تقاریر کو غور اور ہمدردی سے سُنا۔ اور وفد کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ایک معنی خیز تقریر کی۔ فرمایا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ترکی بیرونی سیاست کا مقابلہ اپنی طاقت سے بڑھ کر کر رہی ہے۔

استقلال (خود مختاری) کے متعلق فرمایا کہ ہم آپ کو امداد دینے سے مجبور ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وعدہ کیا کہ

"میں آپ کے مطالبہ کو اُس فہرست میں شامل کر لیتا ہوں۔ جن پر بحث ہوگی"۔ تقریر کے آخری حصہ میں پاشا موصوف نے اہل تھریس کو اعتدال پسندی اور میانہ روی کی نصیحت کی۔

اس کے بعد سلطان کامل بے نے ایک پرجوش تقریر کی۔ اور اس کے دوران میں کہا

ہم اپنی قسمت کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ہم خاص حقوق اور مراعات کی مطلق پرواہ نہیں کرینگے ہم خود مختاری (استقلال) حاصل کرنے کی کامل جدوجہد کریں گے۔

پھر کہا کہ سلطنتوں اور اقوام کے معاہدات تقویم پارینہ سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتے۔

آخر میں کہا کہ ہم آئندہ اپنے بھائیوں کو بھیڑ بکری کی مانند ذبح ہوتا نہیں دیکھیں گے۔

اس کے جواب میں غازی طلعت پاشا نے فرمایا کہ میں آپ کو کامل یقین دلاتا ہوں کہ ہم آئندہ آپ کو ہر ایک پہلو سے اخلاقی مدد دیں گے۔ اس کے بعد وفد مطمئن ہو کر رخصت ہو گیا۔

ترک وطن

جنگ یورپ کے خوفناک واقعات ابھی ہندوستانیوں کو فراموش نہیں ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں شعلۂ جنگ بلند ہوا۔ انور پاشا۔ طلعت پاشا کا خیال تھا کہ ترکی جنگ میں شریک ہو۔ مگر انجمن اتحاد و ترقی کے باقی ممبر اس کے خلاف تھے۔ لیکن بالآخر ترکی کو میدان میں آنا پڑا۔

چار سال کی خونریزی کے بعد بلغاریہ جنگ سے دست بردار ہوا۔ اور اس نے بلا شرط ہتھیار ڈال دیئے۔ اور اپنے آپ کو اتحادیوں کے رحم کے سپرد کر دیا۔

جنگ کا رنگ بدل گیا۔ ترکی کے نظر بازوں نے بھی مستقبل کے واقعات کو دیکھ لیا۔ بہت سے سرکاری عمّال مستعفی ہوئے۔ غازی انور پاشا اور طلعت پاشا وزارت سے مستعفی ہو گئے۔ توفیق پاشا وزیر بنے۔ اور اب قسطنطنیہ کی آب وہوا نوجوان ترکوں کے لئے گویا زہریلی بن گئی۔

۳۰؍ اکتوبر کو ترکی بھی جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ چند روز تک درہ دانیال کی سرنگیں صاف ہوتی رہیں۔ پھر ۱۱؍ نومبر کو اتحادی بیڑہ درہ دانیال کو عبور کر کے قسطنطنیہ پہنچ گیا نوجوان ترک آنے والے خطرہ کو پہلے ہی تاڑ چکے تھے۔ اس لئے ان میں سے بہت سے لوگوں نے ہجرت پر کمر باندھی۔ اور خطرہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی وہاں سے چپکے سے نکل گئے۔ قسطنطنیہ پر برطانیہ کی فوجی طاقت کے مسلط ہونے سے پیشتر غازی

طلعت پاشا بھی وہاں سے نکل چکے تھے۔ انہوں نے قسطنطنیہ سے علی شکری بک کے نام کا پاسپورٹ حاصل کیا۔ اور یورپ کو چل دیئے۔ عرصہ تک مختلف شہروں کی سیاحت کرتے رہے۔ اور بالآخر ۱۹۱۵ء میں جرمنی پہنچکر وہاں مقیم ہو گئے۔ ان کی بیوی اور ایک بھتیجا بھی ہمراہ تھا۔

غازی ممدوح برلن میں ایک تاجر کی حیثیت سے رہنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود اُن کے اکثر پرانے دوست اِن کے گرد آ جمع ہوئے۔ جن میں ترکی۔ مصری اور جرمنی تھے۔

پاشا یہاں بھی اپنے اہل وطن اور وطن کی خدمت میں مصروف رہے۔ اوّل آپ نے ان ترکوں کی مدد کی جو ایام جنگ میں سپاہی یا طالب علم کی حیثیت سے یہاں مقیم تھے۔

انجمن اتحاد و ترقی کی شاخ برلن

غازی طلعت نے انجمن اتحاد و ترقی کی یہاں ایک شاخ کھولی۔ تمام ترکی سپاہی اور طلبائے نے اس کی ممبری قبول کی۔ لیکن حتی الامکان یہ کارروائی مخفی طریق سے کی گئی۔ اسی سلسلہ میں آپ مسلمانان عالم کو بھی اپنے اتحاد میں منسلک کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

سیاسی قہوہ خانہ

پاشا موصوف نے ایک خاص طرز کا قہوہ خانہ کھولا۔ یہ ایک بارونق بازار میں واقعہ تھا۔ اس میں صرف اعلےٰ طبقہ کے لوگ آتے تھے۔ چنانچہ مصری۔ ترکی۔ ایرانی۔ اور ہندوستانی قوم کے افراد اس کے اندر دیکھے جاتے تھے۔

اس کی دوسری منزل میں ایک کلب واقع تھا۔ جس کا نام "اورینٹ کلب" تھا۔ اس کلب کے ممبر اکثر آزاد خیال معزز اصحاب تھے۔ خوب خیالات کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ممالک مشرق کے سوال اور تجارتی اور معاشرتی معاملات پر اکثر بحث ہوتی تھی۔ ان کا ارادہ تھا کہ کلب کی طرف سے ایک اخبار بھی جاری کیا جائے۔ جو یورپ اور ایشیا کے

موجودہ حالات پر تنقیدی نظر ڈالا کرے۔

طلعت بہاں علی شکری پاشا بے ہوئے تھے۔ تاہم وہ اپنی قوم اپنے وطن اور اسلام کی خدمت میں جان بازانہ سرگرمی سے مصروف تھے۔ ابھی دنیا ناواقف ہے۔ کہ انہوں نے برلن میں کیا کیا کام کئے۔ لیکن شاید مستقبل قریب رازہائے درون پردہ پر حیرت انگیز روشنی ڈالے۔

خطرہ سورج کا چھپنا آسان نہیں۔ دوستوں کے علاوہ ان کے دشمنوں نے بھی ان کو پہچان لیا تھا۔ اس لئے غازی کے دوستوں نے انہیں نصیحت کی کہ آپ اپنی حفاظت کا خیال رکھیں۔ کیونکہ چند ارمن آپ کے درپے ہیں۔

پاشا نے جواب دیا کہ یہ وہم فضول ہے۔ موت سے پہلے کوئی کسی کو قتل نہیں کرسکتا اور جب موت کا وقت آگیا تو ہر قسم کی احتیاط بے سود ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی جرائت ایمانی کا پتہ چلتا ہے۔

شہادت ۱۵ر مارچ ۱۹۲۱ء کو غازی ممدوح کوئی ساڑھے گیارہ بجے اپنے مکان سے سیر کے لئے برآمد ہوئے۔ کوئی سو گز کے فاصلہ پر ان کے پیچھے ایک ۲۴ سالہ ارمنی تھا۔ اس کم بخت نے پستول کا فیر کر دیا۔ گولی سر میں لگی۔ غازی ہنوز اکر گرے اور فوراً جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاتل کو گرفتار کر لیا گیا۔ لوگوں نے زدوکوب کیا۔ پھر پولیس نے اس کو حراست میں کر لیا مرحوم کی جیب سے علی شکری بے کے نام کا کارڈ اور کچھ نقدی نکلی۔ اس حادثہ کی اطلاع فوراً اُن کے گھر کی گئی۔ اور بہت جلد طلعت پاشا کی ناگہانی شہادت کا واقعہ تمام برلن میں مشہور ہو گیا۔

طلعت پاشا کے بھتیجے نے پولیس افسر کے پاس جا کر تمام واقعات بتائے۔ اور اس قتل کو سیاسی حیثیت کا حادثہ بتایا۔

قاتل اس کا نام "لوموٹا ہیران" تھا۔ یہ کوئی چار سال سے برلن میں رہتا تھا۔ پہلے کسی اور محلہ میں رہتا تھا۔ غازی موصوف کو پہچاننے کے بعد ان کے مکان کے قریب آرہا

جب پولیس نے اس کی تلاشی لی تو بہت سے ارمنی کاغذات ملے۔ نیز بارہ سو کا چک یہ شخص ارمنی کمیٹی کا ممبر تھا۔

اگرچہ قاتل۔ ارمنی۔ ترکی۔ ایرانی اور فرانسیسی زبانیں جانتا تھا۔ لیکن اُس نے پولیس کے سامنے کہا کہ میں صرف ارمنی زبان جانتا ہوں۔

مترجم کے آنے پر اس کا بیان ہوا اُس نے کہا:

"طلعت پاشا نے دوران جنگ میں تمام ارمنوں کو تہ تیغ کرنے کا حکم دیا تھا۔ میرے والدین اس سلسلہ میں تہ تیغ کئے گئے۔ میں نے اپنے والدین کے انتقام لینے کا عہد کیا تھا۔ سو وہ آج پورا ہو گیا"۔

اس کے بعد اس نے کہا۔

"میں غیر ملکی ہوں۔ اور میں نے قتل بھی غیر ملکی کو کیا ہے۔ اس لئے جرمن پولیس اور جرمن عدالت میرے متعلق کوئی کارروائی نہیں کر سکتی"۔

قاتل کی غلط بیانی یہ ممکن ہے کہ قاتل کے ماں باپ تلوار کے گھاٹ اُترے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترکی شمشیر ہی ان کے خون سے آلودہ ہوئی ہو۔ لیکن یہ الزام کہ طلعت پاشا نے ارمنوں کے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ شرمناک الزام ہے۔ اس کی تاویل اگر ہو سکتی ہے تو صرف اس طرح کہ غازی طلعت پاشا نے ارمنوں کی بغاوت سے تنگ آکر ان کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے کا حکم دیا تھا

جنازہ پولیس نے نعش کا طبی معائنہ کیا۔ اس کے بعد جنازہ تیار کیا گیا۔ اور ۱۹ مارچ کو ڈاکٹری طریق سے بند کر کے اُن کے سکونتی مکان پر لائے۔ مذہبی رسوم ادا کیں۔ اور نہایت تزک و احتشام سے اُن کا جنازہ اُٹھا۔ اورینٹ کلب کے تمام ممبر ماتمی لباس میں جنازہ کے ہمراہ تھے۔ برلن میں قیام پذیر ترک۔ مصری۔ ہندوستانی ہندو اور مسلمانوں کا ایک جم غفیر ان کے جنازہ کے ساتھ تھا۔ جنازہ سرخ رنگ کا تھا۔ اور اس کے اوپر ہلالی نشان لہرا رہا تھا۔ جنازہ پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ اثنائے راہ میں دردناک تقریریں ہوتی تھیں۔ ہر شخص قاتل کی بزدلانہ حرکت پر اُسے ملامت کرتا تھا۔

جلوس جنازہ مکان سے روانہ ہو کر بڑے بڑے بازاروں سے گزر کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ یہاں پر مسٹر پیلے نے غازی کی پر جوش زندگی پر ایک طویل تقریر کی۔ اور ہندوستانی آبادی کی طرف سے اظہار افسوس کیا۔ حاضرین کی تعداد آٹھ دس ہزار کے قریب تھی۔ آخر کار جنازہ ریل گاڑی پر رکھا گیا۔ اور وہ اُسے قسطنطنیہ لے گئی۔

پچھلے دنوں بعض اخبارات نے غازی کے زندہ ہونے کی خبریں شائع کی تھیں لیکن یہ ناقابل اعتبار ہیں۔ مگر کاش یہ سچی ہوتیں۔

حلیہ۔ عادات۔ واخلاق

طلعت پاشا کا قد متوسط تھا وہ سنجیدہ کم گو۔ اظہار رائے میں آزاد اور بے خوف تھے۔ آپ کے بشرہ سے وقار شجاعت اور عزم راسخ اور استقلال ٹپکا پڑتا تھا۔ آپ سادہ مزاج اور نہایت متواضع تھے۔

درد اسلامی آپ کے دل کو ہمیشہ بے قرار رکھتا تھا۔ آپ دنیائے اسلام میں اتحاد و اتفاق کے بڑے حامی تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ تمام ایشیا کے مسلمان ایک سلسلہ اتحاد میں منسلک ہو جائیں۔ آپ کوشش کرتے رہے کہ ترکی۔ ایران۔ مصر۔ چین افغانستان اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہو جائے۔ اور ایک حد تک وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے۔

الغرض طلعت نہ اس وجہ سے قابل تعریف ہیں کہ وہ ترکی کے فرزند رشید تھے اور انہوں نے اپنی مادر وطن کی بے نظیر خدمات کیں۔ اور اسی سلسلہ میں جان دے دی۔ بلکہ ہر مسلمان کے دل میں اس وجہ سے بھی ان کی خاص عزت ہے۔ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے فدائی تھے۔ اور اس سچی آزادی کے عاشق صادق جو ہر مسلمان کا حصہ ہے۔

آؤ ہم سب اُن کے حق میں دعائے خیر کریں۔ کہ خدائے تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ہم مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت کرے۔ آمین!

حقی بے

حقی بے نے اپنے پیارے وطن ترکی کی قلم سے جو خدمات کیں وہ انور بے وغیرہ اہل سیف کی خدمات سے کم وقیع نہیں. مگر افسوس کہ دنیا کو ابھی ان کی زندگی کی ابتدائی منازل کی تفصیل معلوم نہیں. شاید زمانہ مستقبل ان کے کارناموں پر روشنی ڈالے۔

حقی بے بھی ترکی کے احرار کی مانند پرستار حق و آزادی تھے۔ اپنے دل کے اندر حب الوطنی کی آگ رکھتے تھے۔ جس نے کئی صورتوں میں ظہور کیا۔

حقی بے کو لوگوں نے اوّل دار الفنون میں معلم کی حیثیت میں دیکھا۔ وہ سرتاپا علمی رنگ میں رنگے ہوئے تھے وہ انقلاب ترکی سے پہلے وائنا (آسٹریا) میں آزادی کے لیے جد و جہد کر رہے تھے کہ قسطنطنیہ کے حالات ان کو معلوم ہوئے. سینہ میں دبی ہوئی آگ بھڑک اُٹھی، چنانچہ وہ قسطنطنیہ آکر حلقۂ احرار میں شامل ہو گئے۔ اور اپنے اعمال سے ایک اعلےٰ پایہ محب وطن اور خادم ملک ہونے کا ثبوت دیا۔ اور قلم سے ملک کی وہ خدمت کی، کہ دشمنان آزادی چیخ اُٹھے۔ اور احرار نے کھلے دل سے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا

ترکی کے خوشگوار انقلاب کے بعد حقی کے قلم نے اخبار اقدام کے کالموں میں حق و حریت کا وعظ کہنا شروع کیا۔ اور چند ہی روز میں غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل کر لی، دوستوں نے آپ کی آتش نگاری کا اعتراف کیا، اور دشمن گویا کانپنے لگے ؛

کچھ شک نہیں کہ حقی بے ترکی اخبار نویسوں کے حلقہ نیز دائرۂ احرار میں ممتاز درجہ رکھتے تھے. حصول حکومت دستوری میں آپ کی جد و جہد کا خاص حصہ ہے. آپ کی سیاسی تحریروں نے عثمانی قوم میں آگ لگادی، اور اعتراف کیا گیا کہ اگر حقی بے کا قلم ترکان احرار کا ممد و معاون نہ ہوتا. تو شاید خادمان ملک کو اپنے مبارک مقاصد میں اس قدر جلد کامیابی نہ ہوتی۔

حقی بے نے اقدام کے بعد طنین کی زمام ادارت ہاتھ میں لی، اور آپکے قلم نے

دشمنان آزادی اور نوکران شاہی کو بہت جلد مرعوب کر دیا۔ وہ سب کے سب کانپنے لگے حقی نہ صرف ایڈیٹر بلکہ ادیب بھی تھے۔ اس لئے ان کی سیاسی تقاریر ادب کے گہرے رنگ میں رنگین ہوتی تھیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ محض اسی وجہ سے بھی اخبار طنین قوم عثمانی میں مقبول اور منظور نظر ہوا۔ کیونکہ عثمانی قوم کو بحیثیت قوم ادب کے ساتھ گویا عشق ہے۔ ترکوں کا ادب دنیا سے کچھ نرالی شان رکھتا ہے۔ یہ وجوہ تھے کہ حقی کے قلم نے نہایت قلیل عرصہ میں وہ کام کیا جو شاید تلوار سے ممکن نہ ہوتا۔ اور ثابت کر دیا کہ قلم کی برش تلوار سے بہت زیادہ تیز ہے۔

حقی بے چند ہی روز بعد ایڈیٹری کے کمرہ سے نکل کر ایوان وزارت میں جلوہ آرا ہوئے۔ یہ واقعہ کافی ثبوت ہے اس بات کا کہ کیسے قابل جوہر تھے۔ اور اعلیٰ درجہ کی ذہانت کیساتھ ساتھ نشۂ حب وطن سے کیسے سرشار تھے۔ اُن کے اہل وطن احرار نے اُن کو سمجھ کر ہی تو وزارت کا عہدۂ جلیلہ تفویض کیا۔ خصوصاً ایسے نازک حالات میں جب کہ ترکی کے اندر بدا منتخ اور خود غرضی کی آگ مشتعل تھی۔ اور حالات نازک سے نازک تر ہو گئے تھے۔

جب ترکی کے صیغہ جنگی کی اصلاح کی گئی۔ اور جاوید بے نے اس کے متعلق حکومت جرمنی سے معاملہ کیا۔ تو حقی بے سے بھی امداد لی گئی۔ اور اس فرزند وطن نے یہ خدمت بھی نہایت سرگرمی اور خوشی کے ساتھ انجام دی۔

افسوس کہ فروری ۱۹۱۳ء میں موت نے ترکی کے اس فرزند رشید کو اُس سے چھین لیا۔ ان کی وفات پر ترکی میں غم والم کے بادل چھا گئے۔ پلیٹ فارموں اور اخبارات میں حقی بے کی قابل قدر خدمات کا بارہا اعتراف کیا گیا۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

غازی محمود مختار پاشا

خاندان آپ نامور باپ غازی احمد مختار پاشا کے فرزند رشید تھے۔
غازی احمدؒ نے قوم عثمانیہ کی جو خدمت کی اُس کی تفصیل اس کتاب میں کسی دوسری جگہ مذکور ہے۔ آپ نے جنگ کریمیہ اور جنگ روس میں جرنیل کی حیثیت سے وہ وہ شجاعانہ کارنمایاں کئے۔ جو تاریخ عثمانیہ میں ابد آباد تک یادگار رہیں گے۔ ان کی قوم نے بھی ان کو وزیر انتخاب کر کے ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ انہیں کے فرزند رشید محمود مختار تھے۔ اور ان کی تمام سیرت میں نامور باپ کا رنگ جھلکتا تھا۔ اور کیوں نہ جھلکتا کہ وہ نامور باپ کے نامور فرزند رشید تھے۔

تعلیم معمولی نوشت وخواند کی تعلیم کے بعد محمود کے والد بزرگوار نے بیٹے کی طبیعت کا رجحان دیکھا۔ اور جب انہوں نے معلوم کرلیا کہ محمود مختار کی طبیعت میں شجاعت کی روح ہے۔ اور وہ طبعاً فوجی زندگی پسند کرتا ہے۔ تو ان کو قسطنطنیہ کے شاہی کالج میں داخل کر دیا۔ اور وہ متواتر کئی سال تک وہاں فوجی تعلیم پاتے رہے۔ اور پھر کامیاب ہو کر وہاں سے نکلے۔
مگر ان کی آرزوئیں وسیع تھیں۔ گویا ابھی وہ کامل فن نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے وہ اپنے شوق سے جرمن گئے۔ اور برلن کے فوجی کالج میں داخل ہو کر اس شریف فن کی تعلیم حاصل کی۔ اور اعلٰے درجہ کے امتحان میں نہایت خوبی کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ برلن اور قسطنطنیہ میں ان کی قابلیت کا اعتراف کیا گیا۔
غازی محمود آخری تعلیم سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ تک عملی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جرمنی فوج میں کام کرتے رہے۔ اور اپنے آپ کو ایک مرد شجیع اور قابل جرنیل ثابت کیا۔

محمود وزیر بنائے جاتے ہیں محمود جب اپنے وطن ترکی واپس آئے۔ تو آپ کو فوراً ایک ممتاز فوجی عہدہ پر مامور کر دیا گیا۔ اور آپ نے حتی الامکان

ترکی فوج کی اصلاح کی۔ پھر بہت قلیل عرصہ کے بعد انہیں امیر البحر بنا دیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اس سے بھی زیادہ معزز اور ذمہ واری کے عہدہ کے مستحق ہیں۔ چنانچہ وزیر بنائے گئے۔

جنگ بلقان کی آگ بھڑکی۔ اور ضرورت محسوس ہوئی کہ غدار کامل کی وزارت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ احرار کو اس میں تامّل تھا۔ اس نازک موقع پر غازی محمود نے ایک زبردست مگر دردانگیز تقریر کی۔ جو گویا جذباتِ حب الوطن کا طوفان تھا۔ حاضرین اس سے بہت متاثر ہوئے۔ پس وپیش جاتا رہا۔ چنانچہ فوراً اعلان جنگ کر دیا گیا۔

غازی محمود مختار میدان جنگ میں

جونہی جنگ کا اعلان ہوا۔ غازی محمود مختار پاشا نے فوراً وزارت کے عہدہ سے استعفٰے دے دیا۔ اُن کی رگ شجاعت جوش میں آگئی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس وقت ضرورت ہے کہ میں میدان جنگ میں جاکر قوم وملک کی خدمت تلوار سے کروں۔ چنانچہ وہ باب عالی کے آرام دہ اور پُرامن کمروں سے نکلکر محشرستان جنگ میں جا پہنچے۔ اور کمان افسر کی حیثیت سے مصروف پیکار ہوئے۔ اور دشمنوں کا سنہار کرنے لگے۔ آپ کو پہلا معرکہ اٹیڈریا نوپل میں پیش آیا۔

قرق کلیسا کا معرکہ

۲۴ر اکتوبر ۱۹۱۲ء کو بلغاریہ نے قرق کلیسا پر ایک شدید حملہ کیا۔ اور غازی محمود نے اس کا جواب دینے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ کوچ کیا۔ اس روز گویا آسمان بھی ترکوں سے برسرِ پرخاش تھا۔ خلا میں ہر طرف بادلوں کی سیاہ فوجیں گشت کر رہی تھیں۔ اہل زمین پر آبی تیر متواتر برس رہے تھے۔ رعد کی توپیں چل رہی تھیں۔ تیغ برق بار بار چمکتی تھی۔ غرض کہ زمین پر ہی نہیں بلکہ آسمان پر بھی معرکہ کارزار گرم تھا۔

اب اگر غازی محمود مختار کے بجائے کوئی اور ہوتا تو شائد اس کی ہمت وجراُت جواب دے جاتی۔ مگر پرستار آزادی غازی کے پائے استقلال کو مطلق جنبش نہیں ہوئی۔ ہاں ہوئی تو آگے کو۔ حتٰی کہ وہ بھیگتا بھاگتا۔ ڈوبتا ترتا اپنی جانباز فوج کو لئے دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔ اور اس کو کلہ بکلہ جواب دے کر ثابت کر دیا کہ ترکی قوم سب کچھ

کھو دینے کے بعد بھی جو ہر شرافت وشجاعت کی مثل سابق حامل ہے۔

الغرض بہادران اتراک آگے بڑھے۔ اور دشمن سے ہم نبرد ہوئے۔ حتیٰ کہ دونوں فوجیں دست وگریبان ہو گئیں۔ دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ خونریز معرکہ ہوا۔ خون کی ندیاں ہر طرف جاری تھیں۔ اور ان میں بہادروں کے سر تیرتے پھرتے تھے میدان میں آنے سے پہلے غازی محمود مختار پاشا کا خیال تھا کہ بلغاری فوج کی تعداد زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن قرق کلیسا پر پہنچکر انہیں اپنے خیال کی غلطی معلوم ہو گئی بلغاریہ فوج ترکوں سے کئی گنی تھی۔ لیکن کیا وہ ہراساں ہو گئے؟ کیا انہوں نے پسپا ہو جانے کا ارادہ کیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ انہوں نے بلغاریوں کی کثرت کا مطلق خیال نہیں کیا۔ بلکہ اس کو نظرانداز کر کے ان کا جانبازانہ مقابلہ کیا۔ اِن کی مٹھی بھر فوج نے دیکھتے دیکھتے دشمن کو کاٹ کر رکھ دیا۔ مکّار بلغاریوں نے تاکستان کے راستہ سے ترکی فوج پر شبخون مارا۔ ترک بھی دلیرانہ اُن کے مقابل ہوئے۔ اور ایک یادگار معرکہ ہوا۔

فوجیں باہم مل گئیں۔ سنگینوں اور تلواروں کی لڑائی ہوئی۔ پھر اور ترقی ہوئی اہل قلعہ نے برقی روشنی کی مدد سے دیکھا کہ میدان کے حریفوں نے اپنے پہلے اسلحہ پر قانع نہ رہ کر خنجر، چاقو۔ اور کلہاڑے تک نکال لئے۔

جب بلغاری فوج تاکستان سے گزر گئی تو اس نے قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ لیکن مُنہ کی کھائی۔ ترکوں نے سنگینوں پر رکھ لیا۔ بقیہ السیف سر پر پاؤں رکھ کر اور سرِ ندامت جھکاتے ہوئے پسپا ہوئے۔ لیکن بہت سے وہیں موت کی آغوش میں میٹھی نیند سو گئے۔

عیسائیوں کی غدّاری

بلغاری بار بار جوش میں آکر ترکی فوج پر حملے کرتے تھے مگر ترک ایسا ترکی بہ ترکی جواب دیتے تھے کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ جاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ عیسائیوں کی غدّاری نے میدان کا رنگ بدل دیا۔

اس وقت ترکی فوج کے عیسائی سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ وقت ترکی فوج کے لئے نہایت نازک تھا۔ عیسائیوں کی اس مکّارانہ حرکت سے ترکی فوج میں ہل چل پڑجانا امر لازمی تھا۔ لیکن ہزار آفرین ہے غازی محمود کی ہمت پر کہ شیر کی طرح میدان میں ڈٹا رہا۔ اور اپنی پُرجوش تقریر سے ترکی فوج میں ایک نئی روح پھونک دی۔ عیسائی بھگوڑوں کو روکنے کی کوشش کی۔ اور جب وہ نہ رُکے تو اُنہیں گولی کا نشانہ بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے نامرد مکار آتش باری کے حوالے ہوئے۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن میدان کا رنگ بدل چکا تھا۔ اس لئے مجبوراً غازی موصوف نے اپنی سپاہ کو پسپائی کا حکم دیا۔

اس کتاب میں کسی دوسری جگہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ آزاد خیال ترکوں نے ترکی کے اندر عیسائیوں کو بھی ترکوں کے برابر حقوق دے دیئے تھے۔ اسی اصول کے ماتحت عیسائیوں کو فوج میں داخل کیا گیا۔ لیکن قرق کلیسا کے معرکہ نے ثابت کر دیا کہ عیسائی اس قابل نہیں کہ ان کا اعتماد کیا جائے۔ اگر اس وقت عیسائی فوج ہتھیار نہ ڈال دیتی تو فتح بلاشبہ ترکوں کی تھی۔

تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ غازی ممدوح اور ترکی سپاہ نے دشمن کے کیسے دانت کھٹے کئے۔ اس لئے غازی محمود مختار پاشا کی جانبازانہ معرکہ آرائی ترکی تاریخ میں بخط جلی لکھی گئی۔

ایڈریانوپل کا معرکہ

مذکورہ بالا معرکہ کے بعد غازی ممدوح کو ایڈریانوپل کے میدان میں جا کر دشمنوں کو اپنی تلوار کی تیزی دکھلانی پڑی قیامت انگیز اور حشر خیز معرکہ ہوا۔ دشمنوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ حتیٰ کہ وہ شکست فاش کھا کر بھاگے۔ اور ترکوں کو نمایاں فتح ہوئی۔ دشمن برباد اور دوست شاد ہوئے۔ شتنجہ والے معرکہ میں بلغاری فوج کچھ دیر تک جمی رہی۔ مگر بالآخر شکست فاش کھا کر بھاگی اس معرکہ میں سپہ سالار اعظم ناظم پاشا بھی شریک ہوئے۔

غازی کا مجروح ہونا

غازی محمود مختار پاشا غنیم کی چوکیوں کا پتہ لگاتے پھر رہے تھے

ان کے ساتھ کے تین افسران کے ساتھ تھے۔ گھپ اندھیری رات تھی۔ ہو کا عالم تھا۔ کہ ایک طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ سمجھا گیا کہ ترکی ہراول غلط فہمی میں مبتلا ہوکر گولیاں چلا رہا ہے۔ اس لئے زور زور سے چلا کر انہیں ممانعت کی گئی۔ جس کا اُلٹا اثر پڑا۔ دفعتاً غازی کے ایک گولی لگی اور اُن کی ٹانگ زخمی ہو گئی۔ اور وہ گھوڑے سے زمین پر آ رہے۔ اُن کو فوراً کمپ میں پہنچا دیا گیا۔ اور وہاں سے موٹر پر سوار کر کے قسطنطنیہ بھیجا گیا۔

خلافت کا اعتراف خدمت آپ قسطنطنیہ سے جرمن سفارت خانے میں بھیجے گئے۔ اور وہاں کے ہسپتال میں آپ کے زخموں کا علاج ہوتا رہا۔ چند روز بعد اسی مقام پر حضرت خلیفۃ المسلمین تشریف لائے۔ اور دیر تک مزاج پرسی کرتے رہے۔ نیز نہایت مسرّت کے ساتھ آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے رہے۔ شکریہ ادا کیا۔

اس کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسلمین نے غازی ممدوح کے والد ماجد غازی احمد مختار پاشا کے پاس بھی ایک برقی پیغام بھیجا۔ جس میں غازی محمود کی شرافت و شجاعت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے کارناموں پر حیرت آمیز مسرت کا اظہار کیا۔ اور ان کے کارناموں کو عثمانی تاریخ کا ایک زریں صفحہ قرار دیا۔

سفارت غازی محمود مختار پاشا عرصے تک برلن میں ترکی سفیر کی حیثیت سے بھی قومی خدمت کر رہے۔

اسی اثنا میں آپ نے سُنا کہ بلغاریہ یہ دھمکی دے رہا ہے۔ کہ وہ ترکی قیدیوں کو قتل کر دے گا۔ یہ سُن کر آپ نہایت برانگیختہ ہوئے۔ چنانچہ آسٹروی اخبار کے ایک نمائندے سے کہا کہ اگر بلغاریہ نے ترکی اسیران جنگ کو ہاتھ بھی لگایا۔ تو عثمانی قوم کے اندر ایسی آگ مشتعل ہوگی۔ جو صوفیا کے محلوں تک کو جلا کر رہے گی۔ مگر اس کی ذمہ واری ہم پر نہیں بلکہ ناعاقبت اندیش بلغاریوں پر ہوگی۔

الغرض غازی ممدوح عثمانی قوم کے لئے باعث فخر تھے۔ نہیں نہیں وہ اسلام کے نہایت شجاع دلیر اور بیباک فرزند تھے۔ جن کے کارنامے دنیا ابدالآباد تک نہیں بھول سکتی۔

غازیِ احمد مختار پاشا

جنگ روس میں قومی خدمت

غازی احمد مختار پاشا ترکی کے ایک پورانے فوجی افسر تھے۔ جب ۱۸۷۸ء میں روس نے ترکی پر حملہ کیا تو غازی ممدوح ہی نے روس کو ناکوں چنے چبوائے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ ترکی بے سروسامانی کی حالت میں تھا۔ اس کے پاس زمانہ جدید کے تباہ کن اسلحہ نہ تھے۔ لے دے کے کچھ تھا تو وہ پورانی بندوقیں اور توپیں باایں ہمہ زمانہ شہادت دیتا ہے کہ غازی موصوف نے روس کو ایسا ٹھیک کیا کہ روسی قوم قیامت تک اُسے نہ بھولے گی۔ اس میں مطلق شبہ نہیں کہ غازی احمد مختار پاشا کے کارناموں نے غازی عثمان پاشا (شیر پلونا جن کا تذکرہ لکھا جاچکا ہے) کی یاد ترکوں کے دلوں میں تازہ کر دی۔ نہ صرف ترکی میں بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے ترکی کی عزّتِ رفتہ دنیا میں ازسرِنو قایم کر دی *

ہائی کمشنر کی حیثیت سے فوجی خدمت

اس جنگ سے بہت عرصہ بعد سلطان نے آپ ہی کو مصر میں اپنا ہائی کمشنر بنا کر بھیجا۔ اور غازی ممدوح نے تعجب انگیز ذہانت تدبّر اور سیاست دانی کا ثبوت بہم پہنچایا۔ چنانچہ عہدِ حمیدی تک وہی اس معزز اور ممتاز عہدہ پر مامور رہ کر ملک و قوم کی یہ اہم خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر قسطنطنیہ چلے آئے *

اب ترکی میں پارلیمنٹ قایم ہوچکی تھی۔ دستوری اصول پر حکومت ہورہی تھی۔ ہر ترک آزادی کا شیدا نظر آتا تھا۔ سعید پاشا وزیر تھے۔ مگر احرار ان کی پالیسی سے ناراض تھے۔ جس کی تفصیل غازی مدحت پاشا کی سوانح عمری میں آچکی ہے۔ غازی موصوف ان دنوں قسطنطنیہ میں خاموشانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ بوجہ پیرانہ سالی کے کسی کام میں حصہ نہ لیتے تھے۔

وزیراعظم بنتے ہیں

لیکن ۱۹۱۲ء میں اُنہیں ایک بارِ عظیم اپنے کمزور کندھوں پر اُٹھانا پڑا۔ سعید پاشا کی وزارت نے شکست کھائی۔ اور اس جگہ کو پُر کرنے کے واسطے کسی اعلےٰ تجربہ کار مدبّر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اس وقت ترکی قوم کو غازی احمد مختار پاشا سے بہتر کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ اس لئے باوجود پیرانہ سالی کے انہیں اس بار کا متحمل ہونا پڑا +

پالیسی کا اعلان

غازی احمد مختار پاشا نے قلمدان وزارت سنبھالتے ہی ایک تقریر کی۔ اور اس میں اپنی پالیسی کا صاف صاف اعلان کر دیا۔ آپنے فرمایا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہماری سلطنت مشکلات میں پھنسی ہوئی ہے۔ میں ان مشکلات پر غالب آنے کی بیش از بیش کوشش کروں گا۔ لیکن قوم کا بھی فرض ہے کہ وہ میری راہ نمائی اور امداد کرے۔ اور ملک میں امن وامان قایم رکھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں قانون اساسی پر حرف بحرف عمل کروں گا دول خارجہ کے ساتھ ہمارے تعلقات مثل سابق رہیں گے۔

اخیر میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنی قوم اور سلطنت کی خدمت صدق دل سے کروں گا۔ اور اپنی ناچیز زندگی کو اس مبارک کام کے لئے وقف کر دوں گا"

غازی ممدوح کی یہ تقریر ترکی کے تمام حلقوں میں پسند کی گئی۔ احرار کو اطمینان ہو گیا۔ کہ ان کے زمانہ میں بہت کچھ اصلاح ہو سکے گی۔ +

اصلاحات کا اجرا

آپ نے قوم کی توقعات پوری کر دکھائیں۔ چنانچہ سلطنت کے ہر شعبہ اور صیغہ کو غور سے دیکھا۔ اور اس میں اصلاح کی۔ جس کے خوشگوار نتایج ملک کے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے۔

غازی ممدوح نے ایک اور ضروری کام کیا۔ آپ نے دول یورپ کو توجہ دلائی۔ کہ جو من لوگوں کو حدود ترکی کے اندر خاص رعایات اور حقوق حاصل ہیں۔ ان کے انسداد میں ہماری امداد کی جائے +

ایوان وزارت میں اختلاف

بدقسمتی سے وزرائے ترکی میں اختلاف رونما ہو گیا

ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک فریق کی کوشش یہ تھی کہ رعایا کے تمام افراد اور فرقہ قوم کے عثمانیوں سے مساوات کا سلوک کیا جائے۔ جن میں حلمی پاشا۔ محمد فوزی سعید بے وزیر تعلیم ضیاء پاشا۔ داماد شریف۔ غازی محمود پاشا وغیرہ معزز وزرا حریت و آزادی کے حامی تھے۔ اور ان کے سرگروہ وزیر اعظم غازی احمد مختار پاشا تھے۔

دوسرا گروہ مستبدین کا تھا۔ اور اس کی کوشش یہ تھی کہ ایک بھی آزاد خیال ترک باب عالی کے اندر نہ رہنے پائے۔

اختلاف کہیں ہو ہمیشہ موجب نقصان ہی ہوتا ہے۔ ایوان وزارت کا اختلاف تو خدا کی پناہ۔ اختلاف وزارت کا یہ نتیجہ نکلا کہ حلمی پاشا۔ داماد شریف۔ اور ضیا پاشا مستعفی ہو گئے۔ اور کنارہ کشی کرتے وقت انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ ہم وزارت سے دست کشی کر سکتے ہیں۔ مگر ہم سے قومی غداری اور ضمیر فروشی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ صدر اعظم غازی محمود مختار پاشا اور محمد فوزی پر نہایت بزدلانہ حملے کئے جا رہے ہیں۔ جنہیں ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

غداروں کی دھمکی اور اس کا جواب

وزرا موصوف کی دست کشی کے بعد جب کہ قومی عنصر اور بھی کمزور ہو گیا۔ تو غدار کامل نے غازی مختار کو دھمکی دی کہ اگر تم ہماری رائے پر نہ چلو گے تو تمہیں وزارت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مختار نے جرأت کے ساتھ جواب دیا کہ میں وزارت سے اُس وقت تک دست کش نہ ہوں گا۔ جب تک اس کام کی تکمیل نہ کر لوں گا۔ جس پر مجھے ملک اور قوم نے مامور کیا ہے۔

جنگ بلقان

عین اس وقت جنگ بلقان کا فتنہ بیدار ہوا۔ لیکن احرار ترک پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ غازی ممدوح جنگ بلقان کے آغاز سے پیشتر ہی عیسائی دشمنوں کی چال بازی اور ان کی خفیہ طیاریوں سے واقف تھے۔ چنانچہ جب اثنائے جنگ میں ایک فرانسیسی اخبار نویس کے قائم مقام نے

آپ سے ملاقات کی تو آپ نے بتایا کہ

ہمیں جنگ بلقان سے پہلے اس کا علم تھا۔ ہم سمجھے بیٹھے تھے کہ جنگ ہو کر رہے گی۔ ہم سرویہ کو بہ تعداد کثیر سامان جنگ اور اسلحہ جمع کرتے دیکھ کر سب کچھ سمجھ گئے تھے ہم جانتے تھے کہ بلغاریہ نے ہونے والی جنگ ہی کے سلسلے میں اپنی فوج کو جدید وردیاں اور اسلحہ تقسیم کئے ہیں۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ جونہی ہمیں اس بات کا علم ہوا۔ ہم نے وہیں فوراً فوجی طیاریاں شروع کر دیں۔ کیونکہ یکایک فوجوں کا جمع کر لینا ہمارے لئے آسان بات نہ تھی کیونکہ فوج تمام ترکی میں پھیلی پڑی تھی۔ یورپ نے حسب عادت ہمیں فوجی طیاری پر ٹوکا۔ مگر ہم نے اُسے یہ کہکر ٹال دیا کہ ہم ایک فوجی نمایش کرنا چاہتے ہیں۔ بس یہ اُس کی طیاریاں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جب سرویہ اور مانٹی نگرو کی فوجیں ترکی حدود میں داخل ہو گئیں تو غازی مختار نے اعلان جنگ پر زور دیا۔ سلطان المعظم کے سامنے ایک زبردست تقریر کی فرمایا کہ

"ہماری حدود پر صرف نوّے ہزار افواج موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ غنیم کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں۔ اس واسطے ہمیں مانٹی نگرو کے خلاف جلد سے جلد فوجی کارروائی کرنی چاہیئے۔

یہ بھی کہا کہ باقی بلقانی ریاستوں سے خط و کتابت کرنی چاہیئے۔ تاکہ کچھ وقت گزر جائے۔ اور اس اثنا میں ہم بخوبی طیاری کر لیں۔

اس وقت آپ کے فرزند رشید محمود مختار پاشا وزیر بحر بھی موجود تھے۔ انہوں نے ایک معرکتہ الآرا تقریر کی۔ اثنائے تقریر میں فرمایا کہ

گو بلغاریا ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ تاہم اس کی فوجی طیاریاں ابھی نامکمل ہیں۔ اس لئے ہمیں اعلان جنگ میں تقدیم کرنی چاہیئے۔ ورنہ وہ پیش قدمی کرے گا۔ اور یہ امر ہماری دور اندیشی اور قومی غیرت کے خلاف ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے زور دیا کہ

ترکی کو جلد سے جلد اعلان جنگ کر دینا چاہئے۔

اس تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چنانچہ بطور نتیجہ کے غازی احمد مختار پاشا کی تجویز مان لی گئی۔ چنانچہ ترکی نے اتحادی بلقان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس تجویز کی کامیابی دنیا نے دیکھ لی۔ کہ ترکی نے بلغاریہ کو قرق کلیسا میں شکست فاش دی۔

قربانی

جب اعلان جنگ کیا گیا۔ اس وقت غازی احمد مختار پاشا وزیر تھا۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ اس وقت میری ضرورت میدان جنگ کو ایوان وزارت سے بھی زیادہ ہے۔ پس انہوں نے ملک و قوم کے لئے وزارت کو قربان کر دیا۔ اِدھر استعفا منظور کرایا۔ اُدھر تلوار لے کر میدان جنگ میں جا پہنچے۔ فی الحقیقت قربانی اسی کا نام ہے۔ سچا خادم قوم اور مخدوم ملک وہ ہے جو اپنی ذاتی عزت اور ذاتی فوائد کو نظر انداز کر کے محض ملک و قوم کے فوائد کو مدنظر رکھے الغرض غازی ممدوح میدان میں گئے۔ اور انہوں نے جو کچھ کارنمایاں کئے۔ اُسے دنیا نے دیکھ لیا۔

ایڈریانوپل کی واپسی کا مسئلہ

یہ راز طشت از بام ہو چکا ہے۔ کہ غدار کامل ایڈریانوپل کو اغیار کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے سر سے الزام ٹالنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ تقریباً ایک سو اراکین کو طلب کیا۔ ان میں سے ایک غازی احمد مختار بھی تھے۔

کامل نے دول یورپ کی انصاف کش یادداشت پڑھ کر سنائی۔ مہذب یورپ نے نہایت صاف الفاظ میں ترکوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ایڈریانوپل کو اپنے حریفوں بلغاریہ وغیرہ کے سپرد کر دیں۔

یادداشت پڑھی جانے کے بعد ناظم جمال الدین سعید پاشا وغیرہ ممبران نے تقریریں کیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایڈریانوپل اغیار کو دے دیا جائے۔ یعنی دول یورپ کے مطالبہ کو تسلیم کیا جائے۔ اور یہی امر ترکی کے حالات کے مطابق بتایا۔

لیکن اس کے بعد احرار کی باری آئی۔ آزادی کے کئی فرزندوں نے دھنواں دھار

GHAZI SHEKRI PASHA.

غازی شکری پاشا

تقریروں میں حاضرین کو بتایا کہ دول یورپ کا مشورہ یا مطالبہ سراسر انصاف کے خلاف ہے۔ اور اگر اس پر عمل کیا گیا تو یہ امر ترکی کی شان اور عزت کے خلاف ہوگا۔ ایڈریانوپل کا اغیار کو دیا جانا عثمانی قوم گوارا نہیں کر سکتی۔

غازی مختار پاشا اس گروہ میں تمام احرار سے پیش پیش تھے۔ ان کی ہمدردانہ اور مدلل تقریر نے حاضرین کو چونکا دیا۔ خیالات میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جو بالآخر واقعات کی صورت میں نظر آیا۔

عین اس وقت جبکہ دول یورپ کی ظالمانہ یادداشت قبول کی جانے والی تھی اور اس پر دستخط ہونے والے تھے۔ جانباز احرار باب عالی میں داخل ہوئے۔ اور غداروں کو قوم فروشی سے روک لیا۔ غازی انور بے اور ان کے رفقائے کار طلعت وغیرہ نے موقع پر پہنچکر کامل کی وزارت شکست کر دی۔ اور اس طرح ایک طرف غداروں کے اور دوسری طرف اغیار کے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ ان انقلابی واقعات کی تفصیلی تصویر کسی دوسرے مقام پر درج کی گئی ہے۔ الغرض غازی ممدوح نشۂ حریت میں چور، نہایت دلیر اور اخلاقی جرأت کے مالک تھے۔ وہ نہ صرف میدان میں ایک اعلےٰ پایہ کے جرنیل تھے۔ بلکہ علم ادب کے بھی وہ یکہ تاز تھے۔ ترکی علم ادب کو اُن کی انشا پردازی پر ناز ہے۔ اور عثمانی قوم ان کو ایک اعلےٰ ادیب کی حیثیت سے بھی مانتی ہے خدا تعالےٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ (آمین)

غازی شکری پاشا

غازی شکری پاشا اعلےٰ پایہ کے محب وطن اور خادم قوم تھے۔ لیکن انہوں نے جنگ بلقان کے دوران میں جس محیر العقول شجاعت، تدبر، اور قومی غیرت کا اظہار اپنے طرز عمل سے کیا۔ اس نے ممدوح کو زندۂ جاوید کر دیا ہے۔

ابتدائی حالات | سن ولادت ۱۸۵۴ء مولد ارض روم۔ آپ البانوی قوم کی

گیا۔ قسطنطنیہ سے انہیں ایڈریانوپل بھیج دیا گیا۔ مگر حکومت کے اس نامنصفانہ طرز عمل سے اُن کے تیور پر ذرا بل نہ آیا۔ کیونکہ وہ خالد ثانی کی طرح صرف قومی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ سپاہی بن کر خدمت کی تو کیا۔ سپہ سالار بن کر کی تو کیا۔ غرض تو خدمت سے ہے۔ نہ کہ ذاتی عزت اور شان سے۔

غازی ایڈریانوپل پہنچے تو اُنہوں نے وہاں فوج میں اصلاح کا کام شروع کیا وہاں کے سپہ سالار شیر محمدؐ پاشا ان کے شریک کار بن گئے۔ کیونکہ وہ ایک قوم پرست افسر تھے۔ اور ننرکان احرار کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ ان کے دل میں گروہ احرار کی بڑی عزت تھی۔

غازی شکری نے اولاً فوج کو علم و تعلیم کی ترغیب دی۔ پھر ان کو باقاعدہ پڑھانا لکھانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آدھی سے زیادہ فوج لکھنے پڑھنے کے قابل ہوگئی +

بغاوت کی سازش

۱۹۰۴ء میں بعض اشرار نے مقدونیہ کے اندر ترکی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور اپنے اندر خاص طاقت پیدا کرلی۔ مناستر۔ ایڈریانوپل کو اپنا مرکز بنایا۔

ایک طرف تو یہ ہو رہا تھا کہ دوسری طرف عین اسی وقت چھ ہزار بلغاری سپاہ کوچ کرکے ترنوہ اور وائزہ تک آپہنچی۔ اور ایڈریانوپل پر حملہ کرنے کی کھچڑی پکانے لگے۔ ایک ہی وقت میں ان دونوں مصائب کا نزول ایسا تھا۔ کہ بڑی سے بڑی سلطنت بھی حیران و پریشان ہوسکتی ہے۔ پھر بے چاری ترکی سلطنت کی تو حقیقت ہی کیا تھی۔

شکری کی جرأت اور استقلال

غازی شکری پاشا اُٹھے۔ اور انہوں نے کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ دیکھئے تو خدائے تعالےٰ کرتا کیا ہے۔ شکری پاشا نے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ اس موقع پر انہوں نے ایسی غیر معمولی جرأت۔ ہمت۔ تدبر اور استقلال کا ثبوت دیا کہ تمام دنیا میں ان کی شہرت ہوگئی۔ اور چند ہی روز میں ایک زبردست فوج اُن کے جھنڈے تلے آجمع ہوئی۔ غازی نے یہ لشکر جرار ہمراہ لے کر کوچ کیا۔ اور ۴۸ گھنٹہ کا راستہ نصف وقت میں

یادگار تھے۔ آپ کے آباواجداد فوج میں غیر معمولی جرأت دکھا چکے تھے۔

شکری معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کے فوجی کالج میں داخل ہوئے اور تکمیل تعلیم کے بعد لفٹننٹ کے عہدے پر مامور ہوئے۔

جرمنی میں فوجی خدمات

۱۸۸۵ء میں فنون حرب کی تحصیل کے واسطے جرمنی گئے۔ بہت کچھ سیکھا۔ جب عملی تعلیم کا وقت آیا تو حکومت جرمن نے آپ کو اپنے میدانی توپ خانہ میں ایک اسامی دی۔ یعنی سو سپاہیوں کی کمان سپرد کی۔

غازی موصوف نے اپنی غیر معمولی جرأت اور تدبر سے اہل جرمن کو حیران کر دیا۔ اور یہ معمولی بات نہیں۔ کیونکہ جرمن جس پایہ کی جنگجو قوم ہے۔ اس سے دنیا واقف ہے۔ قیصر ولیم شاہ جرمن کا سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کو یہ لکھنا کہ کمان افسر شکری پاشا کی جرمنوں کے صحرائی توپ خانہ میں موجودگی توپ خانہ کی عزت کا باعث ہے۔ نہ صرف ترکی قوم کے لئے قابل فخر ہے۔ بلکہ قوم مسلم بھی اس پر بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔

قوم کی فوجی خدمت

جب غازی ممدوح جرمنی سے قسطنطنیہ چلے آئے تو یہاں آپ کو توپ خانہ کا اول نمبر کا سپہ سالار بنایا گیا۔ اور انہوں نے یہاں اپنے کارناموں سے دنیا کو حیران کر دیا۔

جب قیصر ولیم شاہ جرمن بہ تقریب سیاحت قسطنطنیہ وارد ہوئے۔ اور آپ نے غازی شکری پاشا کے توپ خانہ کو ملاحظہ فرمایا۔ تو اس کی عمدہ حالت دیکھ کر بے اندازہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور کھلے الفاظ میں دیر تک تعریف کرتے رہے۔ پھر اس کی یادگار میں اعزازی فیتہ عنایت کیا۔

عتاب سلطانی

عتاب سلطانی کے سلسلہ میں آپ کا سپہ سالاری کا عہدہ توڑ کر آپ کو کمان افسر بنا دیا گیا۔ اور قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل بھیجدیا گیا۔ اس عتاب کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان پر کوئی الزام لگایا ہو۔ بلکہ ان کے خسر کی معزولی اور دمشق کو ان کی جلاوطنی تھی۔

ایڈریانوپل میں فوجی خدمت

غازی ممدوح کو سپہ سالار سے کمان افسر بنا دیا

طے کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچا۔ حالانکہ راستہ نہایت دشوار گزار اور وسائل سفر نہایت معمولی تھے۔ لیکن مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔ عزم بالجزم ہر رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے۔

باغیوں کو شکست فاش ہوئی۔ بقیۃ السیف دم دبا کر بھاگے۔ سلطان اور قوم نے غازی شکری کی اس خدمت کا علانیہ اعتراف کیا۔ اور ان کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگ گئے۔

غازی ممدوح سالونیکا میں

استیصال بغاوت کے بعد حکومت ترکی نے غازی ممدوح کو سالونیکا بھیجا۔ آپ کچھ دیر تک وہاں کے حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ مگر عملاً کچھ نہ کر سکے۔ تاہم اس عرصہ میں آپ برابر سلطان کو فوجی درستی کے مشورے خطوط کے ذریعے دیتے رہے۔ حالانکہ کئی دوستوں نے ان کو اس سے منع کیا۔ کہ خدانخواستہ آپ معتوب نہ ہو جائیں۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے کسی کے عتاب کی پروا نہیں ہے۔ ہاں خیال ہے تو اس بات کا کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو۔ جو کسی سپاہی کی شان کے خلاف ہو۔

دوستوں کا اندیشہ سامنے آیا۔ غازی ممدوح پھر سلطانی عتاب کا نشانہ بن گئے۔ سچ ہے دنیا بالعموم حق پسندی کا معاوضہ ایسا ہی دیا کرتی ہے۔

غازی شکری مقدونیہ میں

سنہ ۱۹۰۸ء میں جب کہ ترکی انقلاب کی طیاریاں کر رہا تھا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک اعلےٰ مدبر کو بلقان روانہ کیا جائے۔ چنانچہ اس خدمت کی انجام دہی کے واسطے غازی شکری پاشا کا تقرر عمل میں آیا۔ اور آپ کو اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لئے مقدونیہ روانہ کر دیا گیا۔

غازی شکری پاشا جونہی مناستر پہنچے۔ فوراً اپنے کار مفوضہ میں منہمک ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی ذمہ داری نہایت اہم اور نازک تھی۔ لیکن آپ نے ایسی خوبی سے کام کیا کہ انجام مبارک ہوا۔ آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ مقدونیہ کی اسلامی آبادی کو صحیح صحیح حالات سے مطلع کیا۔ پھر آپ نے اُن کو نصیحت کی کہ کام موقع دیکھ کر

کرنا چاہئے۔ عجلت سے کام نہ لیں کہ خدانخواستہ بجائے فائدہ کے نقصان ہو۔ انقلاب پسند عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں اور دشمنوں کی چالاکیوں کا خیال رکھیں۔ ورنہ وطن پرستی وبال جان بن جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی غازی شکری نے سلطان عبدالحمید خاں کو صلاح دی کہ وہ قوم کو پارلیمنٹ دے دیں۔ یہی مطالبہ قوم کے دیگر نمایندوں غازی انور بے وغیرہ نے کیا۔ حتیٰ کہ ترکوں کو دستوری حکومت مل گئی۔ غازی شکری کی اس خدمت نے بھی ان کی ہمدردی عثمانی قوم میں پہلے سے بہت زیادہ کردی۔

طرابلس کے والی

ترکی حکومت نے غازی موصوف کو طرابلس الغرب کی گورنری پیش کی۔ مگر آپ نے انکار کردیا۔ اور کہا کہ جس شخص نے کسی ایک ضلع میں بھی حکومت کرنے کا تجربہ نہ کیا ہو۔ وہ ایک بڑے صوبہ میں کیونکر حکومت کرسکتا ہے

یہ واقعہ شکری کی راست بازی پر گہری روشنی ڈالتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قومی خدمت کرتے تھے۔ نہ کہ انہیں عزت اور شان کی طلب تھی۔

ارض روم میں فوجی خدمات

جب غازی ممدوح نے گورنری سے انکار کردیا۔ تب آپ کو ارض روم میں مسقط الراس کی فوج کا سپہ سالار اوّل بنایا گیا پھر آستانہ کے دلیف لشکر میں آپ کو دُمفنش کے عہدے پر مامور کیا گیا۔

ایڈریانوپل کے محاذ پر

ابھی جنگ بلقان شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ ترکوں نے معاملہ کو تاڑ لیا۔ ان کی دوربین آنکھوں نے دیکھ لیا کہ عنقریب کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ غازی احمد مختار پاشا وزیر جنگ نے غازی شکری پاشا کو جنگ بلقان کے آغاز سے بہت پہلے ایڈریانوبل کے محاذ پر بھیج دیا تھا۔

جنگ بلغاریہ

جب جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو غازی شکری مجبر ہیاد مرسہا

کہہ کر ایک جان باز بہادر کی مانند اُن میں کود پڑے۔ اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن بھی لوہا مان گیا۔

۸ / نومبر کو ایک یادگار معرکہ ہوا۔ بلغاری نہایت جوش میں تھے۔ مگر ترکی سپاہیوں نے بھی وہ ترکی بترکی جواب دیا کہ انہیں اپنے مخالف کی شجاعت اور بے جگری کا اعتراف کرنا پڑا۔ ترکی سپاہیوں نے کئی ہزار بلغاریوں کو عدم آباد پہنچادیا۔ اور متعصب ریوٹر ایجنسی کو بھی ترکوں کی فتح کی خبر دُنیا کو سُناتے ہوئے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ آج کی کامیابی ترکی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

رحم دل سفیر اور بے رحم غازی

جب غازی ممدوح کی فوج نے عیسائی دشمنوں کا قافیہ خوب تنگ کیا تو انجیل کے فرزند بنی نوع انسان کے سچے خادم اور رحم مجسم فرانسیسی سفیر نے غازی شکری سے ملاقات کی تو ارشاد فرمایا:۔

"شہر والے بھوکے مر رہے ہیں۔ پس اُن کے حال زار پر رحم فرما کر ایڈریانوپل بلغاری فوج کے حوالے کر دیجیے"۔ واہ کیا انصاف ہے۔ اور کیسی رحم دلی ہے۔

سیدھے سچے غازی نے صداقت اور متانت سے جواب دیا۔

"میرے معزز دوست! میرے سپاہیوں کے پاس کافی سامان رسد موجود ہے باقی رہے عوام۔ ان سے مجھے ہمدردی تو ضرور ہے۔ لیکن میں محض ان کی خاطر اپنا اتنا بڑا نقصان نہیں کر سکتا۔ کہ شہر اُن کے حوالے کر دوں"۔

یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ سُن کر رحم مجسم فرانسیسی سفیر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا

گفتگوئے صلح

ترکی فوج نے اپنے حریفوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اخبار نیو فری پریس (آسٹروی) کے نامہ نگار نے عینی شہادت کی بنا پر لکھا کہ شکری پاشا کی فوج بلغاروی فوج کو اس طرح جلا رہی ہے۔ جس طرح بجلی خشک کھیت کو جلا دیتی ہے۔ ادھر یہ حالت تھی۔ اُدھر مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ لندن میں اتحادی بلقانیوں اور ترکوں کے درمیان مجلس مصالحت منعقد ہوئی۔ جس کی ایک

شرط یہ تھی کہ مجلس کے اختتام تک جنگ ملتوی کردی جائے۔ اس پر عمل کیا گیا۔ اور بہادر میدان سے ہٹ آئے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ مجلس مصالحت کا انعقاد ایک خیالی تھا ترکوں کا پلہ بھاری تھا۔ بلغاری وغیرہ پٹ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں کو چال سوجھی۔ مصالحت کا جال پھیلایا۔ اور واقعات نے مکاری کا پول کھول کر رکھ دیا۔ چنانچہ لندن کانفرنس ناکام رہی۔ اور ۳؍ فروری سے جنگ مکرر شروع ہو گئی۔ اور پہلا گولہ ایڈریانوپل پر پڑا۔

دوبارہ جنگ جنگ شروع ہوئی۔ اور خوب زور شور سے شروع ہوئی۔ غازی شکری پاشا اور ان کی فوج نے دشمنوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ لیکن بد قسمتی سے سامان رسد کے ذخائر کم ہوتے ہوتے آخر بالکل ختم ہو گئے۔ اور ترکی سپاہیوں کو پیٹ کی آگ گھاس پات سے بجھانی پڑی۔ بس یہی بات تھی کہ ترکی فوج کو کامیابی نہ ہوئی اگر مرکزی حکومت ایڈریانوپل کی فوج کو سامان رسد بھیج سکتی۔ تو فتح ترکی کی تھی۔ مگر قسمت کو کچھ اور منظور تھا۔

ترکوں کی شجاعت بے نظیر ہے۔ اُسے دنیا تسلیم کرتی ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اس جنگ میں بلغاریہ کے پاس اسلحہ ترکوں سے بہتر تھے۔ بلغاریوں کی توپیں جہاں تک مار کر سکتی تھیں۔ وہاں تک ترکی گولے نہیں پہنچنے پاتے تھے۔ محاصرہ کے شروع میں ایڈریانوپل میں چھ ہزار فوج تھی۔ لیکن آخری وقت وہ ڈھائی ہزار کے قریب تھی۔

الغرض جب ترکوں کا سامان رسد بالکل ختم ہو گیا۔ تو بلغاری جنرل مارکو سیف سب سے پہلے بُرج میں داخل ہوا۔ سروی اس کے بعد آئے۔ اب دشمن کی فوج ترکوں کے بہت سے خاص مورچوں پر قابض ہو گئی۔ غازی ممدوح کو ہتھیار رکھنے پڑے۔ یہ منحوس واقعہ ۲۶؍ مارچ کو واقعہ ہوا۔ اور غازی شکری پاشا معہ اپنی فوج کے گرفتار ہو گئے۔

جب قسطنطنیہ میں غازی شکری پاشا کی گرفتاری کی خبر پہنچی۔ تو گویا ترکوں کے سر پر بجلی گر پڑی۔ لیکن اس کے ساتھ شہر میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا۔

تقدیر کا کرشمہ تقدیر سے بالعموم انکار کیا جاتا ہے۔ دنیا کو عالم اسباب سمجھ کر اسباب و علل پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض وقت اسباب ظاہری کے خلاف واقعات رونما ہوتے ہیں۔ بس اسی کو قسمت یا تقدیر سمجھنا چاہیے۔

فوجی طاقت نے بلقانیوں کو کامیاب بنا دیا۔ لیکن یہ تقدیر کا کرشمہ تھا کہ بلقانی اتحادی باہم دست و گریبان ہو گئے۔ دنیا نے انہیں مال غنیمت کے لئے باہم گتھم گتھا دیکھ لیا۔ یونان اور سرویہ باہم کٹ مرے۔ رومانیہ کے کُندے بھی ڈھیلے ہو گئے۔ ترک موقع کے منتظر تھے۔ اسلام کا فرزند اُٹھا۔ اور اپنی فوج قہار لے کر دوڑا۔ اور ایڈریانوپل جا پہنچا۔ اس نے مناستر کی بلغاری فوج کو خشک کھیت کی مانند کاٹ ڈالا۔ اور ۱۹ جولائی کو ایڈریانوپل جا پہنچا۔ اسلام کے اس جان نثار فرزند نے نہ صرف ایڈریانوپل بلکہ لولی برغاس اور وائنا بھی دشمنوں سے چھین لیا۔ اور دشمن و دوست نے آن کی آن میں اس جگہ جہاں صلیبی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ہلالی نشان لہراتا دیکھ لیا۔

اعتراف خدمات عثمانی قوم اور حکومت نے آپ کی جانبازانہ خدمات کا منفرد طریق سے اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

(۱) حضرت خلیفۃ المسلمین نے دوران جنگ میں غازی شکری کی اعلےٰ خدمات کا اعتراف اس طرح کیا کہ آپ کو "غازی" کا معزز خطاب عنایت کیا۔

(۲) جب غازی شکری دشمنوں کے پنجہ میں پہنچ چکے تھے۔ تو مجلس دفاع وطنی کا ایک معزز وفد غازی موصوف کی بیگم محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے ارکان حسب ذیل تھے:۔

(۱) انیس عونی بے (زبردست انشا پرداز و ادیب)

(۲) محمد امین (سابق گورنر ارض روم و سرگرم رکن مجلس اتحاد و ترقی)

(۳) والد ماجد جناب غازی انور بے۔

(۴) شیخ محمد فاضل (ادیب ترکی) متوطن ٹیونس

جب یہ معزز وفد غازی شکری پاشا کے مکان پر پہنچا۔ تو اس کے ارکان نے دلچسپ

تقاریر کیں۔ اور غازی ممدوح کی خدمات کا بہت سے طریقوں سے اعتراف کیا۔ محمد امین
بے کی تقریر بہت ہی پرجوش تھی۔ اُنہوں نے غازی موصوف کی شرافت اور غیر معمولی
شجاعت کا شکریہ مجلس دفاع وطنی کی طرف سے ادا کرتے ہوئے بیگم کو مبارک باد دی
اس کے جواب میں غازی شکری پاشا کی محترم بیگم نے حسب ذیل جواب دیا۔ جس
کا لب ولہجہ نہایت اثر انداز تھا۔ یہ تقریر آپ نے پس پردہ کی۔ مگر بخوبی سنائی دیتی تھی
"میرے معزز بھائیو اور بزرگو! میں مجلس دفاع وطنی کے محترم اراکین کا جو عثمانی قوم
کے نمائندہ ہیں۔ بیش از بیش شکریہ ادا کرتی ہوں۔

مگر میں خیال کرتی ہوں کہ میرے شوہر کے اعتراف خدمت میں مبالغہ کیا جا رہا ہے۔
نہ صرف آپ بلکہ حکومت اور عثمانی قوم مبالغہ سے کام لے رہی ہے۔ کیونکہ میرے
شوہر ایک سپاہی ہیں۔ اور انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ جو ایسے مواقعہ
پر ایک سپاہی کو کرنا چاہئے۔ میرے شوہر نے اپنا فرض ادا کیا۔ وہ جواب دہ تھے
اگر یہ فرض ادا کرنے میں قاصر رہتے۔

تاہم اگر عثمانی قوم کے نزدیک میرے شوہر کی سعی اور خدمات اس قابل ہیں۔ کہ
ان کو سراہا جائے تو یہ عزّت ان کے لئے اور میرے لئے باعث فخر ہے۔

اس کے بعد خاتون محترمہ نے فرمایا:۔

اگر میں آپ حضرات کی آمد کا کماحقہ شکریہ نہ ادا کرسکوں تو مجھے معذور سمجھئے۔ اور
معاف کیجئے۔ کیونکہ اس وقت اس گھر میں صرف ایک آدمی موجود ہے۔ یعنی غازی
موصوف کا کم سن بچہ جسے میں آپ کی دست بوسی کی عزت حاصل کرنے کے لئے آپ
کی خدمت میں بھیجتی ہوں۔

خوبصورت بچہ باہر آیا تو ایک طوفان جوش پھیل گیا۔ وفد کے ہر رکن نے اُسے
چوما اور گود میں اُٹھایا۔ اور ترقی درجات و عمر کی دعائیں دیں۔

اس کے بعد وفد رخصت ہوکر واپس چلا گیا۔

مصری قوم نے بھی غازی موصوف کی خدمات جلیلہ کا شکریہ ادا کیا۔ چنانچہ قاہرہ میں

ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ مختلف مقرروں نے تقاریر کر کے غازی موصوف کی جنگی خدمات کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد فیصلہ کیا کہ غازی موصوف کی جنگی خدمات مدنظر رکھ کر آپ کی خدمت میں ایک شمشیر آبدار بطور نذر پیش کی جائے۔ چنانچہ قرار پایا کہ اس تلوار پر پانچ سو پونڈ (ساڑھے سات ہزار روپیہ) کا جواہر بھی لگایا جائے۔

(۳) فرانس کے مشہور جنگی کالج کے پرانے طلبا نے بھی اہل قاہرہ کی تقلید کی۔ انہوں نے ایک عام جلسہ میں فیصلہ کیا کہ غازی ممدوح کی خدمات کے اعتراف میں ان کو ایک قیمتی تلوار ہدیۃً پیش کی جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ پر عملدرآمد کیا گیا۔

غازی کی رہائی

آتش جنگ سرد ہو گئی۔ اس کا خاتمہ بلغاری ونز کی معاہدہ نے کر دیا۔ فریقین نے اسیران جنگ کو آزاد کر دیا۔ چنانچہ غازی شکری پاشا نے بھی اسی سلسلہ میں آزادی کی ہوا کھائی۔

غازی موصوف ۱۰ تاریخ کو بلغاریہ کے صدر مقام صوفیہ سے واپس روانہ ہوئے اور رات کے وقت ایڈریا نوپل پہنچے۔ جس پر اس وقت ہلالی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ آپ یہاں کئی گھنٹے سیر کرتے رہے۔ بعد ازاں شورلو جا کر غازی عزت پاشا سے ملاقات کی۔

استقبال

ہفتہ کے دن آپ قسطنطنیہ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ رفعت پاشا۔ ناظم پاشا۔ حسام الدین پاشا۔ نیز اور کئی معززین ہم رکاب تھے۔

گاڑی جونہی اسٹیشن پر آکر رکی فوراً جنگی باجہ بجنے لگا۔ اسٹیشن پر لوگوں کا بے شمار اژدہام تھا۔ عوام کے علاوہ ملکی و فوجی عہدہ دار اور وزرائے حکومت تک استقبال کے لئے دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔

عثمانی قوم کے چہروں سے مسرت بے تحاشا ٹپکی پڑتی تھی۔ ہر متنفس آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے جانباز لیڈر کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

گاڑی سے اترتے ہی معززین نے آپ کو حلقہ میں لے لیا۔ ہر شخص نہایت فخر کے ساتھ ان سے بغلگیر ہوا۔ بچوں نے ان کے ہاتھ چومے۔ پرجوش جوانوں نے ان پر پھولوں کی بارش کی۔ غازی موصوف کے چہرہ اور سفید داڑھی پر نور برس رہا تھا۔ ان کے

حرکات و سکنات سے جنگی جوش ٹپکا پڑتا تھا۔ لیکن ضعف کے علامات ظاہر تھے۔

اب غازی شاہی موٹر کار پر سوار ہو کر باب عالی کو گئے۔ اور وہاں بھی مراسم استقبال نہایت مبالغہ کے ساتھ ادا کئے گئے۔ اور ان سب باتوں سے فارغ ہو کر غازی ممدوح اپنے دولت خانہ پر گئے۔ ان کی محب وطن اور روشن خیال بیگم نے ان کا غیر معمولی محبت اور احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ ننھا سا بچہ جس کو غازی کی غیر حاضری نے حیران و پریشان کر رکھا تھا۔ آکر باپ سے لپٹ گیا۔ اور باپ نے اپنے لخت جگر کو کلیجہ سے لگا لیا۔

ایڈیٹر سے انٹرویو اسی روز معززترکی اخبار تصویر افکار کا ایڈیٹر غازی موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جنگ کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ جن کا تفصیلی جواب غازی موصوف نے نہایت اخلاق سے دیا۔ غازی نے اعتراف کیا کہ دشمنوں کا سلوک اُن کے ساتھ عمدہ تھا۔ لیکن آپ نے اس واقعہ سے انکار کیا کہ میں نے بلغاروی وزیر جنگ کا شکریہ اس بنا پر ادا کیا تھا کہ وہ اسیران ترکی سے بہ حسن سلوک پیش آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ریوٹر کے اس بیان میں مبالغہ ہے۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ میری شکر گزاری بطور اخلاق محض رسمی تھی۔ کیونکہ قیدیوں کی حالت کا تو مجھے علم ہی نہ تھا۔

روسچق کے قیدیوں کے متعلق غازی ممدوح نے فرمایا کہ اُن میں خراب قسم کا بخار پھیل گیا تھا۔ مگر علاج کیا گیا تو سب تندرست ہو گئے۔ اور اب انہیں یہاں پہنچا ہی سمجھو۔ یہ بھی فرمایا کہ تمام قیدی بلغاریہ کی سرحد کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ جلد اپنے اپنے مقامات پر پہنچنے والے ہیں۔

ایڈریانوپل کیوں مغلوب ہوا؟ اس کی وجہ غازی موصوف نے وہی بتائی جو مذکور ہو چکی ہے۔ یعنی سامان رسد کی کمی۔ بلغاریہ کے پاس عمدہ اسلحہ ہونا وغیرہ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ہمارے پاس سامان رسد کافی ہوتا۔ تو ہم اپنے حریف کو ضرور شکست فاش دے سکتے۔

آپ نے سرویہ والوں کی اس شیخی کی تردید کی کہ ان کو ان لوگوں نے زیر کیا تھا

اس کے بعد غازی ممدوح اپنے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ پیرانہ سالی کے عوارض نے آکر آپ کو گھیر لیا۔ دو سال تک علیل رہے۔ اور بالآخر اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔

سیرت آپ فن حرب کے کامل ماہر تھے۔ چنانچہ آپ کی جنگی قابلیت کا قیصر جرمن تک نے اعتراف کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے باالتفصیل لکھ چکے ہیں۔ آپ پیرانہ سالی میں بھی جوان ہمت اور غیر معمولی شجاع تھے۔ جیسا کہ جنگ یلغاریہ کے معرکہ نے ثابت کیا۔

آپ صدق خیال۔ دلیر۔ اور بے باک تھے۔ آپ نے حق گوئی سے کام لیا اور سلطان کی ناراضی کی بھی پروا نہیں کی۔ حتےٰ کہ معتوب ہوئے۔ آپ اعلےٰ پایہ کے محب وطن تھے۔ آپ آزادی وحریت کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی سلطان سے دستوری حکومت کا مطالبہ کیا۔ اور کامیاب ہوئے۔

آپ شجاع اور دلیر ہونے کے علاوہ بڑے درجہ کے مدبّر اور مستقل مزاج بھی تھے۔ آپ نے اس امر کا ثبوت مقدونیہ کی بغاوت کے فرو کرنے میں بھی دیا۔ نیز ایڈریانوپل میں۔ آپ باوجود ایک جری سپاہی ہونے کے معتدل مزاج تھے۔ آپ کو جوش بے وقت مغلوب نہ کر سکتا تھا۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ فوج کو سیاسی معاملات سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ آپ تاحیات اس پر سختی سے عمل کرتے رہے۔ جس سپاہی یا کسی بالادست افسر نے سیاسیات میں دخل دیا۔ آپ نے فوراً توجہ کی اور اُسے قرار واقعی سزا دی۔

آپ نے احرار کے متعلق اکثر مرتبہ کہا کہ انہوں نے قوم کے مردہ قالب میں تو ضرور روح پھونک دی۔ مگر فوج کو بگاڑ دیا۔ آگے چل کر اُن سے اختلاف کرنے والے ترک بھی اُن کے ہم خیال بن گئے۔ حتیٰ کہ غازی محمود شوکت پاشا نے ایک مضمون پاس کرایا کہ فوجی افسر یا سپاہی۔ سیاسی معاملات میں بالکل دخل نہ دیں ورنہ

اُن کو سزا دی جائے گی۔

طرابلس کی گورنری سے انکار کا واقعہ غازی موصوف کی سیرت پر گہری روشنی ڈالتا ہے انہوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں حکومت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کیسے سیدھے سادے اور سچے مسلمان تھے۔ عزت اور روپیہ کے بھوکے نہ تھے۔ بلکہ وہ قوم اور ملک کے سچے خادم تھے۔

الغرض اُن کی زندگی ہر انسان کے لئے سبق آموز ہے۔ بخصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جہاں قحط الرجال ہے +

غازی عبداللہ پاشا

غازی جرنیل عبداللہ پاشا بھی ترکی کے ان نامور فرزندوں میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے اپنے وطن عزیز کو استبدادیت کی زنجیروں سے نکال کر زندۂ جاوید شہرت حاصل کی۔ ایڈریانوپل میں جانبازی دکھا کر اپنی قوم کی لاج رکھ لی۔ اور جو آج کل انگورا میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے گویا دست راست ہیں۔ ان وجوہ سے ان کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

فوجی تعلیم غازی ممدوح کے ابتدائی حالات دُنیا کو زیادہ معلوم نہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ آپ رسمی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کے جنگی کالج میں داخل ہوئے۔ اور نصاب تعلیم ختم کیا۔

اس کے بعد آپ نے جرمن کے مشہور جنگی کالج میں فن حرب کی تکمیل کی۔ اور کوئی شک نہیں کہ دونوں کالجوں نے آپ کو فن حرب میں کامل ماہر بنا دیا۔

سرکاری خدمات جب آپ فوجی تعلیم سے فارغ ہوئے تو حکومت ترکی نے آپ کو لفٹنٹ کا عہدہ عطا کیا۔ اور آپ نے اپنی خداداد قابلیت کی بدولت چند ہی روز میں غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔ چنانچہ سلطان عبدالحمید خاں نے

جرنیل موصوف کو اپنا اڈیکانگ منتخب کرکے اُن کی عزّت افزائی فرمائی۔

جنگی کونسل میں

اس کے بعد آپ برابر ترقی پاتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کو مجلس وزراے جنگ کا ایک رکن بنالیا گیا۔ اور وہ اپنی قابلیت سے بہت جلد اس مجلس کے صدر ہو گئے۔

انقلاب میں آپ کا حصہ

جب ترکی میں انجمن اتحاد وترقی کا دور دورہ تھا۔ تو جرنل عبداللہ ارستجین میں چوتھے لشکر کے کمان افسر تھے۔ اس جگہ آپ نے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ انقلاب حکومت یعنی دستوری حکومت کے قیام میں آپ نے معقول حصہ لیا۔ حتیٰ کہ تمام ملک وقوم آپ کو ایک محب وطن اور اور سچے خادم ملک کی حیثیت سے جان گئی۔

شکری پاشا کی قایم مقامی

واقعات مذکور کے کچھ عرصہ بعد آپ کو غازی شکری پاشا کا قایم مقام بنایا گیا۔ اس وقت ایک طوفان بے تمیزی اُٹھا یعنی کردوں نے شورش پیدا کر دی۔ اس فتنہ کو فرو کرنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن جرنیل عبداللہ پاشا نے اپنی قدرتی شجاعت اور تدبر کی بدولت باغیوں کی خاطر خواہ سرکوبی کی۔ حتےٰ کہ ان کا زور بالکل توڑ دیا۔ اور پھر کبھی انہیں سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

سپہ سالار

مذکورہ خدمات نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ حکومت نے بھی آپ کی خدمات کو بہ نظر استحسان دیکھا۔ اور اس خدمت کا اعتراف اس طریق سے کیا کہ آپ کو البانیہ کا گورنر جنرل اور سپہ سالار بنا دیا۔

مصنوعی جنگ میں کامیابی

۱۹۱۰ء میں ایڈریانوپل کے قریب ایک مصنوعی جنگ کا انتظام کیا گیا۔ اس میں ایک طرف کے لشکر کی کمان عبداللہ پاشا کے سپرد کی گئی تھی۔ آپ نے سپاہیوں کو نہایت باقاعدگی سے لڑایا۔ حتیٰ کہ اس مصنوعی جنگ میں اصلی جنگ کا رنگ آگیا۔ اور آپ اس کی وجہ سے ایک کامیاب سپہ سالار تسلیم کئے گئے۔

جنگ بلقان میں آپ کی خدمات

آپ وقتاً فوقتاً مختلف فوجوں میں سپہ سالار

کی حیثیت سے قومی خدمت کرتے رہے۔ اور جہاں کہیں آپ کی شجاعت کی ضرورت پڑی وہیں آپ نے جانبازی دکھائی۔ اوران واقعات نے آپ کی ہردلعزیزی ملک میں بڑھادی۔ یہی وجہ تھی کہ جب غازی محمود شوکت پاشا وزیر جنگ اپنی خدمت سے مستعفی ہوئے تو اس جلیل القدر عہدہ کے لئے جنرل عبداللہ پاشا کا نام بھی پیش کیا گیا۔

جنرل موصوف جنگ بلقان کے وقت ایڈریانوپل کی ترکی افواج کے سپہ سالار تھے۔ آپ نے نہایت جانبازی سے اپنی قوم کو بلغاریوں سے لڑایا۔ حتیٰ کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔

قرق کلیسا کی جنگ میں خدمات

جب قرق کلیسا کے معرکہ میں ترکی فوج کے نمک حرام عیسائی سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے جس کا نہایت خراب نتیجہ نکلا۔ تو یہ جنرل عبداللہ ہی کا کام تھا۔ کہ آپ نے فوجی نظام قایم رکھا۔ نہ صرف فوج میں ابتری نہ پھیلنے دی۔ بلکہ متواتر ۳۶ گھنٹے تک جنگ قایم کر کے بلغاریوں کو ایسی فاش شکست دی۔ کہ دشمن کے سپاہیوں کی کمر توڑدی۔ اس معرکہ کی تصویر رائٹر ایجنسی نے دنیا کو الفاظ ذیل میں دکھائی تھی۔

"ترکوں نے متواتر چھتیس گھنٹے تک جنگ کی۔ اور آخر کار انہیں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ اور عثمانی تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے"

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ ایڈریانوپل کی کامیابی کا کس قدر تعلق غازی عبداللہ پاشا سے ہے۔

غازی عبداللہ پاشا اس وقت انگورا میں موجود ہیں۔ اور غازی اعظم مصطفےٰ کمال پاشا کی فوج میں سپہ سالار کی حیثیت سے قومی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے تعالےٰ اُن کے بازوؤں کو قوی کرے۔ اور اُن کی زندگی میں برکت دے۔ تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی قوم اور اسلام کی خدمت کرتے ہوئے دشمنان اسلام کا قلع قمع کرتے رہیں۔ آمین۔

سیرت

غازی موصوف بے نظیر شجاعت اور شہامت کے مالک ہیں۔ انہیں کوئی

مصیبت بے دل نہیں کر سکتی۔ ان کی دلیری قابل رشک ہے۔ اُن کی الوالعزمی ضرب المثل ہے۔ کوئی مصیبت ان کو بے دل نہیں کر سکتی۔ سینکڑوں معرکے اس کی شہادت دیتے ہیں۔

دولت عثمانیہ اور ترکی قوم اپنے ایسے شریف فرزندوں پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔

حسین حلمی پاشا

حسین حلمی پاشا کی خدمات قومی وملکی نہایت قیمتی ہیں۔ وہ بے شمار مواقع پر عثمانی قوم کے سپر بنے۔ اور بہت سے خطرناک مرحلوں سے گذرے۔ اور انہوں نے اپنی جان کی مطلق پروا نہیں کی۔

انسپکٹر جنرل مقدونیہ

موصوف الصدر ۱۹۰۵ء میں مقدونیہ کے انسپکٹر جنرل کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ اس وقت مشہور زمانہ غازی انور بے آپ کے ایڈیکانگ تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ روس اور آسٹریا کی ریاستیں باہم سازباز کر کے ترکی کو ہڑپ کر جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پس حسین حلمی پاشا نے اُن کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھا۔ اور کانٹ چھانٹ میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ اُن کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر دم لیا۔ فی الحقیقت یہ ایک نہایت زبردست قومی خدمت تھی۔ جو آپ نے ادا کی

مناستر کے گورنر

آپ کو ۱۹۰۸ء میں مناستر کی گورنری پر مامور کیا گیا۔ جہاں آپ نے اعلےٰ انتظامی قابلیت اور بہترین تدبر سے کام لے کر بہت سی اصلاحات جاری کیں۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ کے طرز عمل سے راعی اور رعایا دونوں فریق خوش رہے۔ اور یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مزاج میں اعتدال تھا۔

تحریک آزادی دستوری حکومت

اس وقت واقعات نازک رونما ہو رہے تھے۔ اس لئے مناستر کے گورنر کی پوزیشن بھی نہایت نازک ہو رہی تھی۔ مناستر ترکان

احرار کا مرکز تھا۔ سلطان یہ بات جانتا تھا۔ اس نے عثمان پاشا کو یہاں بھیجا کہ وہ دلدادگان آزادی کو طوق زنجیر پہنا دے۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ وہ معہ اپنی جمعیت کے گرفتار ہوا۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کے حکم سے گرفتار ہوا۔ اس کے بعد سلطان نے افواج مناستر کے سپہ سالار جنرل شمسی پاشا کو اس خدمت پر مامور کیا۔ لیکن انہیں اس جد و جہد میں جان کھونی پڑی۔

انجمن اتحاد و ترقی اپنے اندر کافی طاقت پیدا کر چکی تھی۔ واقعات مذکور اس کی طاقت کے مظہر تھے۔ اس لئے مناستر کی انجمن نے فیصلہ کیا کہ اب دستوری حکومت کا اعلان کر دیا جائے۔

یہ بھی تجویز ہوئی کہ سلطان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ جلد سے جلد دستوری حکومت کا اعلان کر دیں۔

اس میں صاف لکھ دیا گیا تھا کہ اگر ۲۶ جولائی تک پارلیمنٹ کے اجرا کے متعلق فرامین جاری نہ کئے گئے۔ تو سلطان کی مرضی کے خلاف واقعات رونما ہوں گے۔ سلطان کو تار بھیجدیا گیا۔ نیز سالونیکا کی مرکزی انجمن کو بھی اس کارروائی سے مطلع کیا گیا۔

۲۳ جولائی کو انجمن کی مجلس شوریٰ پھر منعقد ہوئی۔ اور سابقہ فیصلہ کو مسترد کر کے جدید فیصلہ یہ کیا گیا۔ کہ جواب سلطانی کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ اس لئے آج ہی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا جائے۔ اور تجویز ہوئی کہ یہ خدمت حسین حلمی پاشا کے سپرد کی جائے۔

حسین حلمی پاشا مناستر کے گورنر یعنی سلطان کے ملازم تھے۔ ان کے نام سلطانی احکام آتے تھے۔ کہ احرار کو جلد سے جلد گرفتار کر لو۔ مگر وہ خاموش تھے۔ کیونکہ ان کو احرار سے ہمدردی تھی۔ اور وہ خود بھی قوم کی آزادی کے خواستگار تھے۔

لیکن جب احرار نے ان سے مطالبہ کیا تو ششش و پنج میں پڑ گئے۔ کریں تو کیا کریں۔ یہ اُدھر سلطان کے معتمد الیہ تھے۔ اِدھر احرار ان سے مطالبہ کر رہے تھے۔ کہ وہ ان کے ساتھ آملیں۔

انہوں نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا کہ مجھے آپ لوگوں کے کام کے ساتھ ہمدردی ہے۔ لیکن میں سرکاری عہدہ دار ہوں۔ اس لئے میں اس قسم کا اعلان اس وقت تک کب کر سکتا ہوں۔ جب تک مجھے اس امر کا سلطانی فرمان موصول نہ ہو جائے۔

دھمکی

پُرجوش احرار نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان کو تنبیہ کی کہ اگر وہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر انجمن کے احکام کی تعمیل نہ کر دیں گے تو ان کا زندہ رہنا محال ہوگا۔ یہ دھمکی دینے والا کون تھا؟ وُہی انور بے جو کبھی ان کا اڈیکانگ تھا۔ لیکن اب وہ انجمن اتحاد و ترقی کی روح رواں تھا۔ اور ناقابل تسخیر طاقت کا مالک۔

حسین حلمی پاشا سے کہا گیا۔ کہ آپ اس بارہ میں بذریعہ تار کے سلطان سے دریافت کر لیں۔ اور ان کو اطلاع دے دیں کہ اگر وہ قوم کے خلاف چلیں گے تو ان کی عزت کو نقصان پہنچے گا۔

قصہ کوتاہ ان کو احرار کا مشورہ ماننا پڑا۔ اسی اثنا میں سلطان کا تار آیا کہ سازشیوں (احرار) کو فوراً اسیر کر لو۔

حسین حلمی نے اس کا جواب یہ بھیجا کہ احرار کی گرفتاری تو کوئی دشوار مرحلہ نہیں ہے لیکن ان کی گرفتاری کا نتیجہ عمدہ نہ ہوگا۔ بلکہ بدامنی اور خطرہ یقینی ہے۔ کیونکہ آزادی کا خیال تمام ملک میں پھیل چکا ہے۔ اور اس سیلاب کو جبر و تشدد دشمتہ روکنے کے ناقابل ہے۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے دستوری حکومت دے دینے کا مشورہ دیا۔

اس کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ سلطان بھی سمجھ گئے۔ چنانچہ ۲۴ جولائی کی صبح کو باسفورس پر آزادی کا آفتاب چمکا۔ تمام ترکی سلطنت میں دستوری حکومت کا اعلان کر دیا گیا۔ اور اس طرح ترکان احرار کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

وزارت جدید

جب جدید وزارت مرتب کی گئی۔ تو ترکان احرار نے اس امر کی سخت جدوجہد کی۔ کہ حسین حلمی پاشا وزیر منتخب کئے جائیں۔ کیونکہ وہ ان کی حب الوطنی کے تو

پہلے ہی مداح تھے۔ اب ان کی یہ امداد اور اخلاقی جرأت دیکھ کر اُن کے اور بھی گرویدہ ہو گئے تھے۔

لیکن اس کے باوجود حسین حلمی پاشا وزیر منتخب نہ ہو سکے۔ کیونکہ سلطان کی کوشش ان کے خلاف تھی۔ چنانچہ کامل پاشا وزیر بنائے گئے۔ یہ ایک غلطی تھی جس کا نتیجہ آگے چل کر نہایت خراب نکلا۔

حسین حلمی پاشا وزیر کامل نے اپنی غداری کی بدولت کیونکر اور کس طرح وزارت کھوئی۔ یہ داستان کسی دوسری جگہ درج ہو چکی ہے۔ پس اُس کے علیحدہ ہو جانے کے بعد حسین حلمی پاشا کو صدر اعظم منتخب کیا گیا۔

آپ نے ہر صیغہ کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ملک و قوم میں کامل اتفاق و اتحاد کے قیام کی جدوجہد کی۔ اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ عثمانی قوم میں نفرقہ ڈالنے کی غیر شریفانہ کوشش کریں گے۔ انہیں عبرت انگیز سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے اس اصول پر عمل کیا۔

قربانی جب ۲۷ ر اپریل ۱۹۰۹ء کو احرار نے سلطان کے معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور شیخ الاسلام نے بھی فتوٰی دے دیا تو اس وقت حسین حلمی پاشا نے ایثار کامل اور سچی حب الوطنی کا ثبوت دیا۔ یعنی انہوں نے پارلیمنٹ کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ وزارت سے استعفا دے دیا۔ اور اس طرح ترکی میں ایک دوسرا انقلاب رونما ہوا۔ سلطان عبدالحمید خاں ۳۳ سال حکومت کرنے کے بعد معزول اور اُن کی جگہ اُن کے بھائی محمد رشاد آفندی محمد خامس کے لقب سے تخت نشین ہوئے۔ اُنہوں نے دستوری حکومت کے اجرا کا عہد کیا۔

پھر مسند وزارت پر سلطان جدید نے صدر اعظم حسین حلمی پاشا کو منتخب کیا اور پاشائے موصوف پھر نہایت سرگرمی سے ملک و قوم کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ اور اس سرگرمی سے کام کیا۔ کہ اُن کی ہر دلعزیزی کو اور بھی چار چاند لگ گئے۔

اصلاحات آپ نے مسند وزارت پر قدم رکھتے ہی اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ تقریباً ہر صیغہ کی اصلاح کی۔ زرعی رقبہ کو توسیع دی۔ ترکی سلطنت کے کندھوں سے قرض کا بار ہلکا کیا۔

آپ نے ملکی خدمت کچھ ایسی سرگرمی اور انہماک سے انجام دی کہ آپ کی صحت کو سخت نقصان پہنچا۔ آپ کو آرام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے وزارت سے دست کش ہو گئے۔

وزیر قانون جب سعید پاشا وزارت سے مستعفی ہوئے۔ تو اس وقت عام خیال تھا کہ صدارت آپ ہی کو پیش کی جائے گی۔ لیکن آپ کو وزیر قانون بنایا گیا۔ اور صدر اعظم غازی احمد مختار پاشا کو جس کے وہ ہر طرح اہل تھے۔ اور جس کی تفصیل اس کتاب میں کسی اور مقام پر درج ہے۔

غیرتِ قومی یہ مشہور واقعہ ہے کہ غدار کامل پاشا نے مصر کے مشہور آزاد اخبار کے معزز ایڈیٹر شیخ عبدالعزیز شاویش کو مصری حکومت کے حوالہ کر دیا۔ لیکن اس واقعہ سے غازی حسین حلمی پاشا کی رگ حمیت جوش میں آئی۔ کیونکہ آج تک ترکی نے کسی ملزم کو غیر سلطنت کے حوالہ نہیں کیا تھا۔ کہ یہ اس کی غیرت کے مخالف تھا۔

حسین حلمی پاشا نے وزارت سے استعفا پیش کیا اور اس میں صاف لکھ دیا۔ کہ میں وزارت سے بطور احتجاج علیحدہ ہوتا ہوں۔ کیونکہ یہ واقعہ عثمانی قوم کے روایات اور شان کے خلاف ہے۔ اس سے پہلے ایسی انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ محض اسی بنا پر ترکی کو کئی بار مبتلائے جنگ ہونا پڑا۔

کامل نے ایک نہ سنی۔ اپنی ہٹ پر قایم رہا۔ اس لئے حسین حلمی پاشا خدمت سے دستکش ہو گئے۔

صدارت انجمن ہلال احمر جب جنگ بلقان شروع ہوئی تو حسین حلمی پاشا کو مجلس ہلال احمر کی صدارت پیش کی گئی۔ اور آپ نے اسے قبول کر لیا۔ اور نہایت ہی دل سوزی سے کام کیا۔ آپ ہی کی کوشش سے قسطنطنیہ۔ ایڈریانوپل۔ سالو

آسلیک۔ پاتنینہ۔ صوفیہ اور اسقودرہ وغیرہ مقامات میں عظیم الشان شفاخانے کھولے

سفیر آسٹریہ

کچھ عرصہ بعد آپ سفیر کی حیثیت سے آسٹریا کے دارالحکومت وائنا گئے۔ اور آپ نے واقعات حاضرہ کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ سردی اور آسٹریا کے درمیان نااتفاقی اور نفاق کی آگ بھڑک چکی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور اپنی قوم کے لئے بہت سے فوائد حاصل کئے مقتضائے تدبر یہی ہے۔

معززین بلغاریہ سے تبادلہ خیالات

بلغاریہ کی پارلیمنٹ کے ممبر جب قسطنطنیہ آئے تو وہ آپ کی خدمت میں خاص طور پر حاضر ہوئے۔ اور دیر تک ترکی وبلغاری تعلقات پر گفتگو کرتے رہے۔ اور اس نے ایک دوسری قوم کو سمجھنے میں ایک حد تک امداد دی۔ جس کا بلغاریوں نے اس موقعہ پر خاص طریق سے شکریہ ادا کیا۔

سیرت

الغرض غازی حلمی پاشا کی خدمات بھی کسی اور فرزند ترکی سے کم نہیں۔ غازی موصوف کی سیرت اعلےٰ پایہ کی تھی۔ اُن کے مزاج میں جوش بے جا کی بجائے اعتدال تھا۔ جس سے وہ ہر موقع پر کام لیتے تھے۔ جیسا کہ واقعات مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

وہ دوبارہ وزارت عظمیٰ کے لئے منتخب کئے گئے۔ اور اس کے بعد بھی آپ کا نام لیا گیا۔ یہ آپ کی ہر دلعزیزی کا کامل ثبوت ہے۔

اُن کی جان کئی بار خطرات میں پڑی۔ مگر آپ ہر موقعہ پر سینہ سپر اور دلیر نظر آئے۔ جب روس اور آسٹریہ نے متفق ہو کر بلقان میں فتنہ اُٹھایا۔ تو آپ نے اُن کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کس پایہ کے مدبر ہیں۔

جب روسیوں اور انگریزوں نے متفق ہو کر اپنے مطالبات پیش کئے جن کا مطلب یہ تھا کہ وہ عثمانی علاقہ کو ہڑپ کر جائیں تو حسین حلمی پاشا کا تدبر کام آیا۔ اور انقلاب نے اس بدعت کا قلع قمع کر دیا ÷ ÷ ÷

حاجی عادل بے

ابتدائی حالات مولد شہر قسطنطنیہ سن ولادت ۱۸۷۷ء

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سالونیکا چلے گئے۔ اور وہاں کے مشہور قانونی کالج "مدرستہ الحقوق" میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اور مدت معینہ کے بعد اوّل درجہ میں کامیاب ہوئے۔ جس سے آپ کی شہرت دور دور تک ہوگئی۔

پروفیسری آپ کی کامیابی اور قابلیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ "مدرستہ الحقوق" ہی میں پروفیسری کی معزز آسامی پر مامور کئے گئے۔ اور آپ نے اپنا فرض منصبی نہایت دیانت اور گرم جوشی سے ادا کیا۔ آپ اُستاد اور طلبا دونوں فریق میں ہردلعزیز رہے۔

انسپکٹر جنگی آپ کالج میں زیادہ عرصہ نہ رہے۔ آپ کا وہاں دل نہ لگا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے دور رہنا گوارا نہیں کیا۔ آپ کے والد حجاز میں محکمۂ جنگی کے انسپکٹر جنرل تھے۔ پس آپ بھی پروفیسری سے استعفا دے کر حجاز چلے گئے۔ اور چند روز بعد انسپکٹر جنگی کے وکیل مقرر ہوئے۔

اس وقت آپ کو مطالعہ کے لئے کافی وقت ملا۔ آپ نے تاریخ کا مطالعہ بالالتزام کیا خصوصاً شاندار تاریخ عثمانیہ کا جس نے شاندار ماضی کا نظارہ آپ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ آپ کے دل میں حب الوطنی کا جوش پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ ملکی اصلاح کا آپ کو خیال ہوگیا۔ اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ انجمن اتحاد و ترقی کے سرگرم ممبر بن گئے۔ احرار نے آپ کو سر آنکھوں پر لیا۔ آپ نے دلی شوق سے کام لیا۔ انقلاب میں آپ کا کافی حصہ ہے۔

ایڈریانوپل کی گورنری ترکی میں پارلیمنٹ قائم ہوجانے کے بعد آپ کو ایڈریانوپل کی گورنری پر مامور کیا گیا۔ آپ نے اصلاح کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ چنانچہ اس صوبہ نے آپکی

گورنری کے زمانہ میں قابل رشک ترقی کی۔ آپ کامل اٹھارہ ماہ تک سرگرم جد وجہد میں مصروف رہے۔

انجمن اتحاد و ترقی کے معتمد

اسی اثنا میں سالونیکا میں آپ ایسے قابل لیڈر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے آپ کو واپس بلاکر سالونیکا کی فوجی انجمن کا سکرٹری بنادیا گیا۔ یہ انتخاب نہایت مفید ثابت ہوا۔ چنانچہ آپ کی روز و شبانہ عرق ریزی نے نہایت عمدہ نتائج پیدا کئے۔ احباب نے بھی آپ کی خدمات کا اس طریق سے اعتراف کیا۔ کہ آپ کو انجمن کے سالانہ اجلاس میں صدر کی کرسی پیش کی۔

ایڈریانوپل کے دوبارہ گورنر

کچھ عرصہ بعد آپ کو دوبارہ گورنر بناکر ایڈریانوپل بھیجا گیا جب غازی انور بے نے ایڈریانوپل بلغاریوں سے چھین لیا۔ تو اس وقت بھی حاجی موصوف کی خدمات نمایاں رہیں۔ آپ نے اس مرتبہ بھی گورنری پر مامور ہوکر بدستور سابق بہت کچھ اصلاح کی۔ راعی اور رعایا کے درمیان اتحاد اور ہمدردی کا رشتہ قائم کیا۔ غرض کہ ملک اور حکومت کی قابل قدر خدمت کی۔ جس سے دونوں فریق خوش رہے۔

حکومت کا اعتراف خدمت

چنانچہ سلطان نے آپ کی خدمات سے مسرور ہوکر آپ کو اپنا فوٹو عنایت کیا۔ اور اس پر دست خاص سے دستخط کیے۔

ایڈیٹروں سے ملاقات

جب غازی انور بے نے ایڈریانوپل فتح کیا۔ تو اس وقت بہت سے اخبارات کے ایڈیٹر حاجی صاحب سے آکر ملے۔ اور ایڈریانوپل کے خاص حالات آپ سے دریافت کئے۔ آپ نے اُن کے ہر سوال کا جواب نہایت وضاحت سے دیا۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

بلغاریہ نے ایڈریانوپل پر قبضہ کرکے وہاں کے ۴۰ ہزار مکانات کو جلایا پھونکا بلغاری عیسائیوں کی اس درندگی سے تقریباً دو لاکھ آدمی بے خان مان ہوئے

حاجی صاحب نے بتایا کہ حکومت ترکی۔ ان ویران مکانات کو تعمیر کرا رہی ہے۔

شکل وشباہت حاجی صاحب ایک وجیہہ۔ شاندار۔ اور سرد فقد ترک ہیں۔ آپ کے چہرہ سے متانت اور استقلال ٹپکا پڑتا ہے۔

سیرت حاجی صاحب اعلےٰ کیرکٹر کے مالک ہیں۔ آپ لگی لپٹی رکھنے والے نہیں جو دل میں ہوتا ہے۔ وہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں۔ سیدھے سچے مسلمان ہیں۔ اینچ پینچ نہیں جانتے۔ جب کبھی موقعہ ہوا۔ انہوں نے مخالفوں کے سامنے بھی قومی جذبات کا پلا جھجک اظہار کیا۔ دلی جذبات کو الفاظ کے پردے میں کبھی نہیں چھپایا۔

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ ترکوں اور انگریزوں کی دوستی فریقین کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ برطانیہ ایک ایسی حکومت ہے۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس خیال کی غلطی ظاہر ہے۔ لیکن ہر شخص اپنے خیالات کا مالک ہے۔ ممکن ہے کہ واقعات نے حاجی صاحب کے خیالات بدل دیئے ہوں۔

حاجی صاحب موصوف آج بھی انگورا میں احرار اسلام کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ اور ترکی کی قسمت کو تبدیل کرنے کی کامل جدوجہد کر رہے ہیں۔ خدا اُن کی ہمت میں برکت دے۔ آمین۔

غازی فتحی بے

ابتدائی حالات مولد دارالسعادت قسطنطنیہ سن ولادت ۱۳۰۸ھ آپ کے والد عبدالرحمن آفندی قسطنطنیہ کے شاہی کارخانہ توپ سازی کے اعلےٰ افسر تھے اور پچاس سال تک اس خدمت پر مامور رہے۔

آپ کی والدہ مشہور قوم پرست ترکی خاتون سیدہ خالدہ خانم ہیں۔ آپ کے ایک بھائی اور ایک چچا انسپکٹر پولیس کی خدمت پر مامور رہے ہ

تعلیم و تربیت غازی فتحی بے نے ابتدائی تعلیم مدرسہ فیروزو فیضیہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ بحری کالج میں داخل ہوئے۔ کیونکہ آپ کو فن جنگ کا ابتدا ہی سے شوق تھا۔ آپ اس کالج میں اول درجہ میں اعزاز کے ساتھ پاس ہوئے اس کے بعد آپ موٹر کے کارخانہ میں کام سیکھنے کے لئے داخل ہوئے۔ آپ کو موٹرسواری کا آغاز سے ہی شوق تھا۔ چنانچہ آپ نے یہاں نہایت شوق سے کام سیکھا۔ اور تکمیل تعلیم کے بعد ۱۳۰۷ھ میں قسطنطنیہ کے فوجی اسلحہ خانہ میں داخل ہوکر جنگی تعلیم کی تکمیل کی۔

فتحی بے یہاں سے فارغ ہوکر بِرستول گئے۔ اور وہاں کے جہاز سازی کے کارخانہ میں داخل ہوکر عرصہ تک کام سیکھتے رہے۔ اور بعد تکمیل قسطنطنیہ واپس آئے

فوجی ملازمت اب فتحی بے نہ صرف فن حرب میں بلکہ جہاز سازی کے بھی کامل ماہر بن چکے تھے۔ اس لئے ان کو فوج میں ایک عہدہ دیا گیا۔

انجمن اتحاد و ترقی کے رکن بنتے ہیں غازی فتحی بے نے جونہی عملی زندگی میں قدم رکھا۔ اُن کے حرکات و سکنات سے حب الوطنی کے جذبات نمایاں ہونے لگے۔ اس وقت انجمن اتحاد و ترقی ہی ایک ایسی جماعت تھی۔ جو قومی جذبات کی حامل سمجھی جاتی تھی۔ پس فتحی بے اس کے رکن ہوگئے۔ اور دیگر جاں باز احرار کے شامل حال ہوکر قومی خدمات انجام دینے لگے۔

جنگ اٹلی و ترکی میں جس زمانہ میں یہ جنگ شروع ہوئی اس وقت فتحی بے ٹیونس میں نائب قونصل تھے۔ مگر آپ نے جونہی جنگ کی خبر سُنی فوراً دل بے چین ہوگیا۔ صبر نہ ہوسکا۔ چنانچہ آپ تبدیل ہیئت کرکے طرابلس جا پہنچے۔ اور آپ کو پہچان کر تمام افواج کا کمان افسر بنا دیا گیا۔ وہاں آپ نے ایسے کارنامے دکھائے کہ دوست دشمن سب انگشت بدنداں رہ گئے۔

ہوائی خدمت غازی فتحی بے کو قسطنطنیہ کے کارخانہ ہوائی جہاز کا افسر بنا دیا گیا۔ اور آپ ہمہ تن اس کام میں مصروف ہوگئے۔

ہوائی سفر غازی فتحی بے ۲۲ فروری ۱۹۱۴ء کو اپنے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئے۔ ان کے ایک دوست صادق بھی ان کے ہم سفر تھے۔ اس جہاز کے ذریعہ بیت المقدس جانے کا ارادہ تھا۔

غازی کے سفر کی خبر دُنیائے اسلام میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اُس نواح کا ہر ایک مسلمان اُن کے دیدار کا مشتاق تھا۔ تمام ملک استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ قاہرہ۔ اسکندریہ اور پورٹ سعید میں استقبال کا غیر معمولی اہتمام ہو رہا تھا۔ لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا۔

حادثہ و شہادت فتحی بے کا جہاز قسطنطنیہ سے چلا۔ لیکن ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس میں نقص پیدا ہو گیا۔ حتیٰ کہ بفاصلہ ۵۸ کیلومیٹر متصل سمر جہاز اس قدر ناقص ہو گیا کہ ہوا پر نہ ٹھہر سکا۔ اور نیچے اُترنے لگا۔ جہاز کی مصیبت کو چند کاشتکاروں نے دور سے دیکھا۔ وہ امداد کے لئے دوڑے۔ مگر اُن کے آنے سے پیشتر جہاز زمین سے ٹکرایا اُس کے پرخچے اُڑ گئے۔ افسوس کہ اُس کے جانباز سپاہی بھی جان بر نہ ہو سکے۔ غازی فتحی بے اور اُن کے رفیق صادق بے دونوں قومی مقاصد پر قربان ہو گئے۔ کیا خوب آدمی تھے۔ خدا مغفرت کرے۔ (آمین) یہ حادثہ جانکاہ یکم مارچ ۱۹۱۴ء کو رونما ہوا۔ جس نے دنیائے اسلام میں ماتم برپا کر دیا۔ دمشق۔ مصر۔ شام اور دیگر مشہور ممالک اسلامیہ میں حشر برپا ہو گیا۔

جنازہ آپ کی نعش دمشق لائی گئی۔ غسل کے بعد جنازہ طیار ہوا۔ جلوس جنازہ کیا تھا جم غفیر تھا۔ نفوس کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔ ہر طرف آہ و نالہ کی صدا بلند تھی آخر غازی فتحی بے اور ان کے رفیق کو دمشق کی زمین کے سپرد کیا گیا۔ ان جانبازوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے پہلو میں جگہ پائی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک فطرت را

ترکی سپاہیوں کی ایک خاص تعداد کامل دس ہفتہ تک اُن کے مزار پر قرآن کریم کی تلاوت کرتی رہی۔

نماز جنازۂ غائب قسطنطنیہ میں یہ افسوسناک خبر پہنچتے ہی ایک تھلکہ مچ گیا۔ نماز جنازہ غائبانہ نہایت شان اور فوجی آن کے ساتھ پڑھی گئی۔ بری اور بحری فوج کے افسروں کے علاوہ ہر طبقہ کے خاص وعوام شریک ہوئے۔ غازی انور پاشا اور شہزادہ عبدالحکیم آفندی بھی موجود تھے۔

ایک عظیم الشان شامیانہ تانا گیا۔ ارطغرل اور طارق بن ایاد ہوائی جہاز لائے گئے اس اجتماع میں ترکی شہزادہ کے علاوہ آسٹریا۔ روس۔ بلغاریہ۔ اٹلی۔ جرمنی اور امریکن سفیر بھی موجود تھے۔

بعد نماز ہر دو طیارے (ہوائی جہاز) شامیانہ سے باہر نکالے گئے۔ اور عوام الناس نے اُنہیں دیکھ کر نعرہ ہائے شادمانی بلند کئے۔

ان جہازوں پر دو ترکی جانباز کمال بے وسالم اُڑنے والے تھے۔

غازی انور پاشا کی تقریر عین اس وقت غازی انور پاشا نے ایک دردانگیز مگر ولولہ خیز تقریر کی۔ جس نے حاضرین کے خون میں ہیجان پیدا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ "ملک وملت کی عزت قایم رکھنے کے لئے قربانیوں کی اشد ضرورت ہے میں خوش ہوں کہ ہمارے بھائی ایسی موت کے لئے طیار ہیں۔ جو ہماری قوم کو زندۂ جاوید کردیگی غازی فتحی اور صادق بے بلاشبہ ملک کی حفاظت کے سلسلہ میں شہید ہوئے ہیں۔ اور اس لئے ان کی موت مبارک ہے۔ وہ دلیر اور سچے بہادر تھے۔ مگر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُنکی موت سے خائف اور بیدل ہو جائیں۔ کیا ان سے پہلے بہت سے لوگ اس سلسلہ میں خلعت شہادت نہیں پہن چکے ہیں۔؟!

اس میں شک نہیں کہ ہم فن پرواز میں جوں جوں آگے بڑھینگے۔ ہمیں خطرات پیش آئیں گے۔ لیکن ایسے واقعات سے ہمت شکنی نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ قوم کا حوصلہ بڑھنا چاہئے۔

کمال بے۔ وقائم بے کے متعلق فرمایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ دونوں بہادر یہی زریں اصول پیش نظر رکھیں گے۔ اور ان کو ان کے مبارک مقاصد میں کامیابی ہوگی

اور مجھے توقع ہے کہ فتحی بے اور اُن کے رفیق کی ناگہانی موت سے ہماری قوم پر رنج وغم کی جو گھٹا چھائی ہے وہ کیاال وقائم کی کامیابی سے مسرت کا بادل بن کر برسے گی۔

غازی طلعت کی تقریر

اس کے بعد غازی طلعت بے نے مختصر تقریر کی۔ فتحی وصادق شہیدان قوم کی جانبازی کی تعریف کی۔ نیز عثمانی قوم کو ایسی بے شمار قربانیوں کے لئے طیار رہنے کی تاکید کی۔

اسکے بعد وہ اُٹھے اور انہوں نے سالم بک کی پیشانی چومی۔ اور فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کا سفر بہ کامیابی ختم ہو۔ آپ کے مقاصد پورے ہوں۔ اور بخیر وعافیت ہمارے پاس واپس آؤ۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد ٭ بہ سلامت روی و باز آئی

ایک جلسہ

واقعہ مذکور کے اگلے ہفتہ جناب عمر توشی پاشا کے مکان پر بمقام دمشق شہیدان مرحوم کی فاتحہ خوانی کے لئے جلسہ منعقد ہوا۔ پاشا موصوف ترکی ہوائی جہازوں کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔

صاحب خانہ نے تمام مصری معززین کو طلب کیا تھا۔ اور یہ سب شریک جلسہ تھے صاحب خانہ نے ایک نہایت پرمغز تقریر کی۔ چنانچہ حاضرین کی تشریف آوری کا رسمی شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا۔

"معزز حاضرین! اس جلسہ کے منعقد کرنے کا انتظام گذشتہ ہفتہ ہی کیا گیا تھا۔ مگر اس ناگہانی حادثہ کی وجہ سے التوا کرنا پڑا۔

شہیدان وطن فتحی بے اور صادق بے جو ہوائی سفر بہ کامیابی تمام طے کر رہے تھے۔ افسوس کہ موت نے انہیں ناگہانی طور پر ہم سے چھین لیا۔ لیکن اس واقعہ سے ان کا نام قوم کے آسمان پر آفتاب بن کر چمک گیا ہے۔ اور حشر تک چمکتا رہے گا۔ شہدائے موصوف کو یہ قربانیاں اس دنیا میں مشہور کر دیں گی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

اُے عزیزان وطن اس ناگہانی حادثہ سے گھبرانا نہ چاہئے۔ اور نہ اس سے

ہماری کمر ہمت ٹوٹنی چاہئے۔ اس لئے کہ میدان علم میں جان دینا ابدالآباد کی زندگی ہے۔

ان دونوں بہادروں کی قربانیاں اس امر کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں بھی ایثار و قربانی کی توفیق و ہمت دی ہے۔ اور ہم اس پر فخر کر سکتے ہیں۔

اب ہمیں ہوائی میدان میں پہلے سے زیادہ سرگرمی سے سفر کرنا چاہئے۔ کیوں کہ انواع و اقسام کے مصائب برداشت کرنے کے بعد ہی کوئی قوم کامیاب ہوسکتی۔ ترقی کرنی اور لازوال شہرت حاصل کرسکتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان دونوں بہادروں کے اپنے ہاں آنے کی خاص مسرت تھی یہ وہ لوگ تھے کہ انہوں نے مشرقی اقوام میں سب سے پہلے اس قدر طویل سفر طے کرلیا تھا۔ گو وہ موت کے حملہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ با این ہمہ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم عثمانی قوم کا شکریہ ادا کریں۔ کہ جس کی آغوش میں ایسے ہونہار فرزندوں نے تربیت پائی۔ اور ایسی ہستیوں پر عثمانی قوم جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔

خاتمہ تقریر پر فرمایا کہ ہمارا شکریہ نہ صرف لفظی بلکہ عملی رنگ میں ہونا چاہئے۔ اور اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ہم ایک ہوائی جہاز خرید کر عثمانیہ قوم کو بطور ہدیہ دیں تاکہ مصری قوم کی عزت عثمانی قوم کی نظروں میں زیادہ ہو۔ اور ترکی قوم کی شان کو چار چاند لگ جائیں تقریر کے ختم ہوتے ہی چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں "زندہ باد ترکی۔ زندہ باد خدیو۔ زندہ باد طوش پاشا"

اس کے بعد فہرست چندہ کھولی گئی۔ حاضرین نے نہایت سیرچشمی اور دریادلی سے کام لیا۔ چار ہزار سے زیادہ روپیہ فوراً جمع ہوگیا۔ جلسہ نہایت کامیاب ثابت ہوا۔

فتحی بے کی یادگار حسب فیصلہ وزارت جنگ ترکی ترکوں نے دو نئے ہوائی جہاز خریدے۔ اور ان میں سے ایک کا نام فتحی بے اور دوسرے کا صادق بے رکھا۔

سیرت الغرض غازی فتحی بے صاحب عزم راسخ اور قوم کے سچے خادم تھے۔ عمل سے آپ کو ابتدا ہی سے شوق تھا۔ ان کی زندگی آخر تک عملی رہی۔ مرحوم فطرتاً شجاع اور تیز طبع تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے عمر بھر کسی کے خلاف ایک لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا

شاید یہی وجہ تھی کہ ہر محفل میں اس نوعمر بہادر کی تعریف ہوتی تھی۔ اُس کے اخلاق کو سراہا جاتا تھا۔

اُن کے پہلو میں درد بھرا دل تھا۔ دل میں سچی دلیری جرأت اور آزادی کا جذبہ تھا۔ وہ وطن پر قربان ہو جانا ادنےٰ بات سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت انہوں نے عملاً دیا۔ کہ وہ فرد یگانہ قوم پر فدا ہو گیا

کاش ان کی عمر وفا کرتی۔ اور یہ عثمانی قوم کی زیادہ خدمت کر سکتے۔ غازی سراپا عشق وطن تھا۔ اس نے ہمیشہ وطن کی ہر چیز کو محبت کی نظر سے دیکھا۔

خدا تعالےٰ اس کی خاک پاک پر نزول باران رحمت کرے۔ (آمین)

بیگم فتحی بے

شہید ملت غازی فتحی بے کی زوجہ محترمہ کا اسم گرامی شوکت بلقیس خانم تھا۔ خدائے تعالےٰ نے ان کے دل میں بھی اُن کے شوہر سے کم درد وطن نہیں دیا۔ اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہوائی پرواز کا بھی شوق اس ذی شان خاتون کو بیش از بیش تھا۔

بلقیس نے جونہی ہوش سنبھالا قومی خدمت میں مصروف پائی گئیں۔

جنگ طرابلس

جنگ طرابلس کے زمانہ میں غازی کی امداد کے لئے قسطنطنیہ میں انجمن خواتین عثمانیہ" بنائی گئی۔ دراصل یہ اس معزز خاتون کا کام تھا۔ وہی اس عظیم الشان قومی خدمت کی بانی تھیں۔

مجلس طلب حقوق نسواں

ترکی میں قیام پارلیمنٹ کے بعد مشہور محب وطن احمد رضا بک کی تحریک سے ایک زنانہ مجلس قایم کی گئی جس کا نام اس کے کام کے مطابق "مجلس طلب حقوق نسواں" تھا۔ اس مجلس کو کامیاب بنانا بھی بلقیس بیگم ہی کا کام تھا

اس مجلس اور اس کے کام کی شہرت ترکی سے نکل کر یورپ تک پہنچی۔ اور اس سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ حضرت سلطان نے اس مجلس کو امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔

اس میں شک نہیں کہ شوہر کی جوانہ مرگی کا انہیں سخت صدمہ ہوا۔ لیکن اُنہیں شوہر کی اس شان فدائیت پر بیش از بیش فخر تھا۔ وہ اگرچہ قومی خدمت پہلے ہی سے کرتی تھیں۔ لیکن شوہر کی وفات کے بعد تو گویا انہوں نے اپنی جان کو قوم ہی کے حوالہ کر دیا۔ آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو!

اُن کو اپنے شوہر کی مانند ہوا بازی سے گویا عشق تھا۔ وہ کئی بار پہلے بھی سفر کر چکی تھیں۔ لیکن فتحی بے کی وفات کے بعد وہ پھر تیار ہوئیں۔

جب اُنہوں نے اپنے ارادہ کا اعلان کیا تو شریف خاتونیں جوق درجوق اُن سے ملاقات کرنے کو آنے لگیں۔ اکثر مقامات پر زنانہ جلسے ہوئے۔ اور انہوں نے بلقیس بیگم کو تحائف دینے کی تجاویز منظور کیں۔

روانگی سے قبل دو نہایت عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں معزز گھرانوں کی خاتونیں شریک ہوئیں۔

اس جلسہ میں بلقیس بیگم نے ایک پُر مغز تقریر کر کے حاضرین کے دلوں کو ہلا دیا چنانچہ فرمایا۔

"وہ وقت آ چکا ہے۔ کہ قوم کی بدنصیبی کے ماتم میں ہم عورات بھی برابر کا حصہ لیں۔ کیونکہ ایسا کرنے کے بعد ہی ہم مردوں کے برابر حقوق طلب کر سکتی ہیں۔"

اس کے بعد ہوائی سفر کے متعلق فرمایا کہ۔

"ہوائی جہاز کا قریبی سفر یورپ کے لئے اب معمولی بات ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اس غرض سے میں نے سفر کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ میری غرض وغایت یہ ہے کہ ترکی عورات اور مردوں کے سامنے پیش قدمی اور عمل کی ایک نظیر قائم کر دوں تاکہ دیگر افراد قوم بھی عمل کے لئے متحرک اور کمربستہ ہو جائیں۔"

اس تقریر نے ترکی مرد اور عورتوں کے دلوں میں آتش شوق بھڑکا دی۔ اور

اور ہر فرد قوم کی خدمت اور فداکاری کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

روانگی کا دن آیا۔ بلقیس بیگم طیارہ پر سوار ہوئیں۔ انہوں نے اپنے ساتھ بہت سے چھپے ہوئے اشتہار رکھے جنہیں وہ اثنائے سفر میں جا بجا گراتی گئیں۔ ان اشتہارات کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

۱۔ عثمانی قوم زندہ باد۔ پائندہ باد۔

۲۔ قوم کے نام پیغام عمل۔

۳۔ غیرت وحمیت! اے قوم غیرت وحمیت!!

الغرض غازی وشہید قوم فتحی بے کی زوجہ محترمہ شوکت بلقیس خانم نشۂ حریت سے سرشار قومی خدمت کی عاشق۔ اور اپنے شوہر کی مانند جری دلیر اور جان باز تھیں جب مردوں کے زہرے آب ہوتے تھے۔ تب انہوں نے ہوائی سفر کیا۔

کیا مسلمان مردوں کے لئے اس کے اندر کوئی سبق مخفی نہیں ہے؟

جاوید بے

ابتدائی حالات مولد سالونیکا۔ سن ولادت ۱۸۷۴ء۔ آپ صغر سنی ہی میں شفقت والدین سے محروم ہو گئے۔ لیکن ان کے دل میں تعلیم کا شوق آغاز ہی سے اس قدر تھا کہ وہ باوجود سرپرستوں کی عدم موجودگی کے تعلیمی جدوجہد پر آمادہ ہو گئے۔ اور کامیاب ہوئے۔

تعلیم آپ نے رسمی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرکاری مدرسہ کی تعلیم پائی۔ پھر کالج میں داخل ہوئے۔ اور بالغ العلوم کی سند لے کر نکلے۔

پروفیسری کالج میں کامیاب ہو جانے کے بعد آپ کو قسطنطنیہ کے شاہی کالج میں پرفیسری کی کرسی دی گئی۔ آپ اقتصادیات کے پروفیسر بنا دیئے گئے۔ اس کے بعد آپ غیر معمولی رفتار سے ترقی کرتے رہے حتیٰ کہ ایک دوسرے کالج کے پرنسپل بن گئے

اور اس خدمت کو بھی آپ نے نہایت خیر وخوبی سے انجام دیا۔

یہ ترکی کا وہ دور تھا جب کہ آزادی کی ہوا ہر طرف چل چکی تھی۔ سلطان عبدالحمید خاں تخت خلافت سے علیحدہ کئے جا چکے تھے۔ اور کاروبار حکومت عملی رنگ میں انجمن اتحاد وترقی کے ہاتھ میں تھا۔

گروہ احرار میں شمولیت

پس ان واقعات سے متاثر ہوکر غازی جاوید بے نے کالج سے علیحدگی اختیار کی۔ اور آپ زمرۂ احرار میں شامل ہوکر قومی خدمت انجام دینے لگے۔

طرابلس کا معرکہ

جنگ طرابلس کے آغاز کے وقت غازی جاوید بے فرانس میں علوم وفنون کی تکمیل کر رہے تھے۔ مگر جنگ کی خبر سنتے ہی بے چین ہو گئے۔ اور فوراً چل دیئے۔ آپ تبدیل ہیئت کر کے فرانس سے ترکی کی جانب روانہ ہوئے اور بخیر وعافیت تمام طرابلس جا پہنچے۔

چونکہ یہ آغاز جنگ میں ہی وہاں جا پہنچے تھے۔ لہٰذا وہ بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے۔ اور دشمن کو نیچا دکھا کر ناموری اور ہر دلعزیزی حاصل کی۔ جب کبھی خطرہ کا موقع رونما ہوا۔ سپاہیوں نے سب سے پہلے آپ ہی کو سینہ سپر دیکھا۔ یہ شیر اکثر تن تنہا بھیس بدل کر دشمنوں کے کیمپ میں جا گھستا تھا۔ اور وہاں سے بہت سے ضروری حالات معلوم کر آتا تھا۔ اور ان کے فرشتوں کو بھی اس بات کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک بار وہ دشمن کے ہاتھ میں پھنس بھی گئے۔ مگر صاف نکل گئے۔ اور دشمن دانت پیستا ہوا رہ گیا۔

ممبر پارلیمنٹ

جب ترکی میں پارلیمنٹ قایم ہوئی تو سالونیکا نے غازی جاوید کو اپنا نمایندہ منتخب کر کے بھیجا۔

مالی کانفرنس کی صدارت

جب مالی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ کو صدارت کی کرسی پیش کی گئی۔ اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ممدوح مالیات کو خوب سمجھتے تھے۔ اور کیوں نہ سمجھتے۔ جب کہ وہ اقتصادیات کے پروفیسر رہ چکے تھے۔

وزیر مال آخر کار آپ اپنی وسیع معلومات اور خداداد ذہانت کی وجہ سے وزیر مال بنائے گئے۔ اور اس صیغہ میں آپ نے نمایاں خدمات کیں۔ جہاں آپ نے سلطنت کی آمدنی بڑھانے کے ذرائع پیدا کئے۔ وہاں ترکی سلطنت کو قرض سے سبکدوش کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے عہد میں جو قرض لیا گیا۔ اُس کی شرائط غیر معتدل نہ تھیں۔

اصول کی پیروی کمال پاشا کی غدار وزارت کا ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں۔ جب اُس کی ہر روش سے غداری نمایاں ہوئی اور قوم کی آواز پر بالکل توجہ نہ کی گئی۔ تو اور قوم پرستوں کی مانند جاوید بھی اپنے عہدہ سے بطور احتجاج کے سبکدوش ہوگئے انہوں نے نہ صرف اس پر قناعت کی۔ بلکہ وہ وطن عزیز چھوڑ کر یورپ چلے گئے اور وہاں اس وقت تک قیام کیا۔ جب تک کہ اچھا وقت نہ آگیا۔ یعنی زمام حکومت احرار کے ہاتھ میں نہ آگئی۔ چنانچہ آپ غازی محمود شوکت پاشا کے وزیر اعظم منتخب ہو جانے کے بعد قسطنطنیہ واپس آئے۔ اور سلطنت کی مالی حالت درست کرنے میں مصروف ہوگئے۔ مالی کانفرنس میں آپ نے قوم کی صحیح ترجمانی کا فرض ادا کیا۔

آپ عرصہ تک معاہدہ فرانس و ترکی کے متعلق خط و کتابت کرتے رہے۔ آپ نے بار بار وزارت فرانس کو توجہ دلائی۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ فرانس اپنی خود غرضانہ روش چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہوا۔ اس لئے ترکی اور فرانس کا معاہدہ نہ ہو سکا اس سلسلہ سے فارغ ہو کر آپ نے روس کی جانب توجہ کی، دولت روس کو آمادہ کر لیا۔ حتےٰ کہ اس کے اور ترکی کے درمیان اتحادی معاہدہ ہو گیا۔ اور جاوید کی سعی مشکور ہوئیں۔

سفیر برلن چند روز بعد جاوید نے جرمن کا سفر کیا۔ آپ وہاں عرصہ تک مقیم رہے برلن سے تعلقات قائم کئے۔ اور کچھ شک نہیں کہ آپ کے اس سفر نے ترکوں کو معتدبہ مفاد پہنچایا۔

جنگی خدمات (۱) جب جنگ بلقان چھڑی تو آپ نے رضا کاروں کی بھرتی شروع کی۔ اور بہت سے فدائے قوم جوانوں کو لڑنے مرنے پر طیار کر دیا۔ اُن

کی تربیت کی۔ اور اُن کو بلغاروی مورچوں کے قریب جا کھڑا کیا۔ اور حیرت کی بات ہے کہ اس بےقاعدہ فوج نے دشمنوں کی باقاعدہ فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ کیوں نہ ہو ترکوں کی شجاعت کو تمام دنیا تسلیم کرتی ہے۔ گو دشمنوں نے ترکی سلطنت کو ریشہ دوانیوں سے کمزور کر دیا ہے۔ لیکن ترکوں کی جنگی شجاعت ایسی شے نہیں جو کوئی انسان اُن سے چھین سکے۔ ترکی فوج آج بھی اپنی بے نظیر شجاعت سے دُنیا کو مرعوب کر رہی ہے۔ جاوید بے کی اس فوج نے بلغاروی فوج کو یکے بعد دیگرے کتنی ہی بار ہزیمت دی کہ وہ اُن کی شجاعت اور دلیری کے قائل ہو گئے۔

جب غازی فجار پاشا کو فوجی امداد کی ضرورت ہوئی تو جاوید بے اپنے جان باز سپاہیوں کو ہمراہ لے کر اُن کے پاس جا پہنچے۔ اور جان کی مطلق پروا نہیں کی۔

بوشینہ کی واپسی

(۲) اخبار بین ناظرین کو یاد ہو گا کہ دشمنوں نے بوشینہ کو ترکی فوج کے ہاتھوں سے نکال لیا تھا۔ لیکن اس واقعہ نے جاوید بے کو بیدل نہ کیا بلکہ وہ جرأت کر کے آگے بڑھے۔ اور دلیرانہ حملہ کر دیا۔ ہزیمت خوردہ فوج کے دل میں روح جانبازی پھونک دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوشینہ کو دو گھنٹہ میں ہی واپس لے لیا گیا۔ دشمن کو عبرت انگیز شکست ہوئی۔ ترکی افواج خطوط شتلجہ پر قابض ہو گئیں۔

اس کے بعد جاوید بے کی فوج ظفر موج نے قبیر کی طرف قدم بڑھایا۔ جاوید بے نے ہراول دستہ کو اس مقام پر چھوڑا۔ اور باقی فوج لے کر صبلہ پہنچے۔ اور اسی کو فوجی مرکز قرار دیا۔ حالانکہ یہاں بلغاریوں کی چھ ہزار فوج مقیم تھی۔ لیکن اُس سے کچھ نہ بنا چنانچہ غازی ممدوح درانہ وفاتحانہ الونیا میں داخل ہو گئے۔ اور اس چھنے ہوئے صوبہ میں ترکی نشان اُڑایا۔ ترکوں کی ازسر نو حکومت قایم کی۔

اس وقت آپ نے ان تمام نمک حرام افسروں کو پابجولاں کر کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ جو بغاوت البانیہ کے وقت ترکی فوج سے علیحدہ ہو کر بھاگ گئے تھے۔

مناسترکی طرف پیشقدمی

غازی جاوید بے نے کوپرلی اور مناسترکی ریزرو فوج اپنے ساتھ لے کر مناسترکی طرف پیشقدمی کی۔ اور بلغاروی فوج کو بھگا دیا۔

حتیٰ کہ گودرزاد پر بھی ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔

اسی طرح وآفہ کے دونوں معرکے بھی ترکی فوج نے سر کئے۔ اور دشمنوں کو کوسوں پیچھے ہٹا دیا۔ ان کامیابیوں میں جاوید بے کی ذاتی شجاعت اور جرأت و تدبر کو خاص دخل تھا۔ جس کا بار بار اعتراف کیا گیا۔

مالی انتظام سلطنت ترکی کے مالی انتظام کے سلسلہ میں زیادہ اہم مسئلہ اس قرضہ کا ہے۔ جو ترکی نے فرانس سے حاصل کیا۔ اور اس پر دنیا میں چہ میگوئیاں ہوئیں۔ بڑے بڑے حاشئے چڑھائے گئے۔

ترکی نے فرانس سے جو قرضہ لیا۔ اس میں سے اُس نے ۵ لاکھ فرنک اُس ریلوے لائن پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا جو ساموں اور سیواس کے درمیان تعمیر ہوگی۔

اسی طرح قرار پایا کہ ۷۰ ملین ایک دوسری لائن پر خرچ کئے جائیں۔ علیٰ ہذا القیاس تین لاکھ فرانک پختہ سڑکوں پر صرف کرنے کی تجویز ہوئی۔

فرانس نے یہ قرضہ چند اقساط میں ادا کیا۔ شرائط بالکل آسان جن کی کسی اور یورپین حکومت سے توقع نہیں ہو سکتی تھی۔

مذکورہ بالا مدوں کے علاوہ اس روپیہ سے پہلے چھوٹے قرضے بھی ادا کئے گئے۔ یہ قرض دوران جنگ کے تھے۔ بعض خاص ضروریات بھی اس روپیہ سے پوری کی گئیں۔ باقی ۷ لاکھ فرانک مفید کاموں میں صرف کیا گیا۔ اس قرض نے اگرچہ ترکی کو اور قرضہ جات سے بے نیاز نہیں کر دیا۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ فوری ضروریات پوری ہوگئیں۔ اور حکومت کی گاڑی آگے بڑھ سکی۔ یہ زمانہ بھی عجب زمانہ ہے کہ سلطنت کا کام بھی قرضہ کے بغیر نہیں چلتا۔

اس قرضہ کے حاصل ہونے کو ایک کامیابی سمجھا گیا۔ اگرچہ دقتیں اور مشکلات بھی بڑی پیش آئیں۔ مگر آخر کار کامیابی ہوئی۔

اس سلسلہ میں فرانس کو حسب ذیل رعایات دی گئیں۔

۱۔ فرانس ریاق سے رو سچک تک ریلوے لائن طیار کرے۔

۲- بعض بندرگاہوں کے اسے ٹھیکے دیئے گئے۔ مگر بندرگاہ جبقا کا ٹھیکہ فرانس کو نہیں دیا گیا۔ نہ کسی قسم کی رعایت۔ بلکہ صرف تعمیر کا ٹھیکہ دیا گیا۔ حجاز میں فرانس کو کوئی خاص رعایت نہیں دی گئی۔ بلکہ معاملہ بدستور سابق رہا۔ یعنی ۲۵ سال گذرنے کے بعد یہ لائن فرانسیسی کمپنی کے قبضہ سے نکل کر ترکی سلطنت کی ملکیت میں جائے گی۔

ترکی حسب معاہدہ اس لائن کو بارہ سال کے بعد خرید سکتی تھی۔ مگر چونکہ وہ ابھی چلی نہیں تھی۔ اور اس میں سراسر نقصان تھا۔ لہذا وزیر مال نے دوسری صورت ہی پسند کی۔ کہ قیمت میں ایک پیسہ ادا کئے بغیر لائن ترکی حکومت کے قبضہ میں آجائے

روسی مطالبات جب روسی گورنمنٹ نے اصلاح اناطولیہ کا قضیہ کھڑا کر کے ترکی حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہا۔ اور جہازی و مالی مقاطعہ کی دھمکی دی تو جاوید بے نے صاف جواب دے دیا۔ کہ وہ اس معاملہ میں روسی مداخلت بالکل گوارا نہیں کر سکتے۔ اور روس کی مالی مقاطعہ کی دھمکی بالکل بے نتیجہ رہے گی۔

الطاف خسروانہ جاوید بک کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے۔ قوم ان سے واقف تھی۔ سلطنت بھی بے خبر نہ تھی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسلمین نے غازی جاوید کو اول درجہ کا تمغہ عنایت کر کے علانیہ ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔

سیرت یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ آپ والدین کے سایہ سے بالکل بچپن ہی میں محروم ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے علمی میدان میں حیرت انگیز ترقی کی۔

پھر جب قومی کاموں کے میدان میں قدم رکھا تو اپنی شجاعت سے نہ صرف اپنے ملک و قوم کو بلکہ دنیا کو حیران کر دیا۔

غازی ممدوح نہایت ذہین متین مستقل مزاج اعلےٰ درجہ کے مدبر اور غیر معمولی اخلاق و صفات کے حامل ہیں۔ آپ کی شجاعت کا بار بار امتحان ہوا۔ اور آپ ہر بار کامیاب ہوئے۔ آپ نے مالی نقطۂ خیال سے ترکی کی غیر معمولی خدمت کی۔ جس کے بار احسان سے سلطنت تاقیامت سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

میدان جنگ میں بھی آپ کے کارنامے کسی وطن پرست سے کم نہیں۔ آپ نے

قومی دشمنوں سے جانبازانہ مقابلے کئے۔ اور خدا کے فضل سے ہر جگہ کامیاب ہوئے۔
جو قرضہ فرانس سے لیا گیا۔ وہ ترکی کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ اسی طرح روس اور ترکی کے درمیان جو معاہدہ ہوا وہ بھی کم اہم نہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ غازی جاوید بے کی سعی جمیلہ سے ہوا۔
الغرض وہ نہایت شجاع دلیر اور صاحب تدبیر مدبر ہیں۔ اعلےٰ پایہ کے قوم پرست اور محب وطن ہیں۔
آپ بفضلہ اس وقت بقید حیات ہیں۔ اور انگورہ میں قومی خدمت نہایت گرم جوشی سے انجام دے رہے ہیں۔
خدائے تعالےٰ اُن کی ہمت میں برکت دے۔ اور وہ دیر تک ملک وقوم اور اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔ آمین +

غازی رؤف بے

ابتدائی حالات غازی رؤف بے کے والد ماجد کا اسم گرامی مظفر پاشا تھا۔ وہ مجلس قوت بحریہ عثمانی کے ممبر اور ایک معزز ترک تھے۔ ان کا وطن قسطنطنیہ تھا۔
غازی رؤف بے بمقام قسطنطنیہ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ معمولی رسمی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کے بحری کالج میں داخل ہوئے۔ آپ کو بحریات سے ابتدا ہی سے دلچسپی تھی۔ آپنے ترکی کے علاوہ عربی۔ اطالوی اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھیں۔

سرکاری خدمات کالج کی تعلیم کامیابی کے ساتھ ختم کرنے کے بعد آپ اول اول جہاز حمیدیہ پر مامور ہوئے۔ پھر دوسرے جہاز شوکت دورغور پر بہ ترقی تبدیل ہوئے۔ اور ہر جگہ آپ نے اپنا فرض منصبی دیانت اور محنت سے انجام دیا۔

جزیرہ ساموس میں ۱۹۱۱ء میں پاشائے ممدوح جزیرہ ساموس کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اس وقت آپ جہاز حمیدیہ کے افسر اعلےٰ بنائے گئے۔

آپ یمن میں عزت پاشا کی امداد کے لئے بھی گئے۔اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہاں سے واپس آئے۔

جنگ طرابلس میں آپ کی خدمات

جب اٹلی نے ڈاکوؤں کی مانند طرابلس پر حملہ کیا۔تو قوم پرست ترکوں میں بے انتہا جوش پھیلا۔اوران میں سے بہت سے جان ہتھیلی پر رکھ کر طرابلس کی طرف چلدیئے۔اور مصیبت اُٹھاتے اُٹھاتے کسی نہ کسی طرح میدان جنگ تک پہنچ ہی گئے۔

اس وقت غازی رؤف بے سے بھی خاموش نہ بیٹھا گیا۔انہوں نے حکومت سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں بحر ابیض میں جاکر دشمنوں سے مقابلہ کروں۔آپ نے اس وقت یہ بھی کہا کہ جب مجھے کامیابی کی امید نہ رہے گی اور میرے لئے خطرہ یقینی ہو جائے گا۔تو میں معہ اپنے جہاز کے اپنے آپ کو سمندر کے حوالہ کردوں گا۔ ان دنوں وزیر جنگ غازی محمود شوکت پاشا تھے۔انہوں نے اجازت نہ دی۔

ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ ہزاروں ترک طرابلس کے میدان میں جا پہنچے۔اور اب حکومت کو ضروری معلوم ہوا کہ ان کی راہ نمائی کے لئے ترک افسر بھیجے جائیں۔ اس سلسلہ میں غازی رؤف بے معہ عمر فوزی بے کے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے

مصر میں

جب یہ دونوں بہادر مصر پہنچ گئے۔تو وہاں ان کو غازی انور بے مل گئے اور اب ان لوگوں نے لفٹننٹ رجیب آفندی کی معیت میں بنغازی پہنچنے کے لئے کسی نئے راستہ کی تلاش شروع کی۔ غازی انور یہاں سے جلدی مصر سے چلے گئے۔کیوں کہ مصر کی خفیہ پولیس اُن کو تلاش کررہی تھی۔

اب رؤف بے اوران کے رفیق فوزی نے بھی ہئیت اور نام تبدیل کرلئے۔اور چند روز تک مصر میں قیام کیا۔بعد ازاں فوزی مصر میں رہے۔ اور رؤف قسطنطنیہ واپس چلے آئے۔

اٹلی والوں نے یہ کوشش کی تھی کہ طرابلس کو باہر سے امداد نہ ملنے پائے۔اس غرض سے

اس نے سمندر کے تمام ناکے بند کر دیئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود غازی رؤف بے سمندر ہی کے راستہ قسطنطنیہ سے مصر سامان جنگ اور سامان رسد لاتے رہے۔ اور وہاں سے خشکی کے راستہ فوزی یہ سب کچھ بنغازی پہنچاتے رہے۔

غازی رؤف بے اور ان کے جہاز کو اس سلسلہ میں کئی بار دشمن کے بیڑے کے درمیان سے گزرنا پڑا۔ یہ نہایت نازک اور خطرناک موقعہ تھا۔ مگر رؤف کی جانبازانہ جرأت کامیاب رہی۔ وہ دشمن سے ہر بار بچکر نکل گئے۔ اور جب اٹلی والوں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سینہ کوبی کر کے رہ گئے۔

رؤف بے جیسا نازک کام کر رہے تھے۔ اُسے محسوس کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی جان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ خدا جانے دشمن کب آ پڑے۔ لیکن وہ جان دینے کا عزم بالجزم کر چکے تھے۔ وہ جہاز حمیدیہ کے جس کمرہ میں رہتے تھے۔ اس میں باروت بھری ہوئی تھی۔ پس جان باز روف نے ارادہ کر رکھا تھا کہ اگر دشمن کو اس کے کاموں کا پتہ لگ گیا۔ اور اس کے آدمی جہاز پر چڑھ آئے تو یہ (رؤف) باروت کو فوراً آگ دکھا دیں گے۔ خود مرینگے۔ لیکن دشمن کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ العظمت للہ کتنی بڑی قربانی ہے۔ کیا عزم راسخ ہے۔ کیسا عظیم الشان ایثار ہے۔

مصر کو پتہ لگ جاتا ہے

ترکی امداد مصر کے راستہ طرابلس کو برابر پہنچ رہی تھی۔ حالانکہ اٹلی نے مصر سے مل کر راستہ بند کر رکھا تھا۔ سمندر کے ناکے بند تھے۔ نہر سویز کا دروازہ بند تھا۔ اس کارگزاری سے بھی رُؤف بے کی ذہانت اور صفائی کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن آخر کار مصر والوں کو ان باتوں کا کچھ کچھ سراغ ملا۔ اور انہوں نے تفتیش زیادہ سرگرمی سے شروع کر دی۔ اور اب یہی مناسب معلوم ہوا کہ مصر کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ فوزی بے وہاں سے چلے آئے۔ اور مارسیس پہنچے۔

حکومت مصر کی سادہ لوحی

فوزی بے کے چلے جانے کے بعد مصری حکومت نے صلاح الدین شریف بک کو گرفتار کر لیا۔ انہیں فوزی ہی سمجھا۔ یہ تو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ فوزی اور رؤف بے مصر کے راستہ طرابلس کو

امداد پہنچاتے رہے ہیں۔

دوسرا راستہ فوزی مارسیس پہنچ گئے۔ اور یہاں ان سے رؤف بے آملے۔ دونوں جانبازوں نے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ کیونکہ اب پہلے راستہ سے سامان بھیجنا ناممکن تھا۔ اور آخر کار انہیں کامیابی ہوئی۔ ایک محفوظ راستہ مل گیا۔ جس کی خبر دشمنوں کو برسوں نہ ہوئی۔ رؤف اس مرکز پر جہاز کے ذریعہ سے سامان لاتے اور فوزی بدستور اُسے بنغازی پہنچاتے تھے۔ اسی طرح اس نے سات جہاز اسلحہ بارود اور سامان رسد سے بھرے ہوئے بنغازی پہنچائے۔

جنگ بلقان جب جنگ بلقان کا آغاز ہوا۔ اُس وقت غازی رؤف بے جہاز حمیدیہ کی سپہ سالاری پر مامور تھے۔ آپ نے حکومت سے اجازت طلب کی کہ مجھے سامان جنگ پہنچانے کی خدمت پر مامور کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ دشمنوں کا بحری سامان عظیم الشان تھا۔ کئی تباہ کن کشتیاں تھیں اور حمیدیہ سے بھی بڑے بڑے جہاز اُن کے پاس تھے۔ علاوہ ازیں کریٹ اور جزائر ایجین اُن کے قبضہ میں تھے۔ جہاں سے اِن کی کشتیوں کو کوئلہ ملتا تھا۔ ان حالات میں اٹلی والے جس ساحل پر حملہ کرتے یقیناً کامیاب ہوتے۔ اور اگر رؤف بے کی بجائے کوئی اور افسر ہوتا تو شاید وہ دشمن کے بالمقابل آنے کی جرات نہ کرتا۔ کیونکہ نازک حالات کا مقتضا یہی تھا۔ لیکن غازی رؤف بے نے کسی بات کی بھی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔ وہ اپنا جہاز حمیدیہ لے کر دشمن کے بالمقابل آیا۔ اور دشمن کو اپنے حیرت انگیز کارناموں سے دنگ کر دیا۔ بار بار اٹلی والوں کی کشتیوں پر حملہ کر کے درہ دانیال کے سامنے سے مار بھگایا۔ اور پھر دشمن کا تعاقب کر کے اُسے غیر معمولی نقصان پہنچایا۔ جس سے اہل اٹلی سخت مرعوب ہو گئے۔ اور اسے حمیدیہ کے بالمقابل آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ وہ "حمیدیہ" کے نام سے لرزہ براندام ہونے لگے۔ پھر جب اٹلی کی مرکزی حکومت کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت جھنجھلائی۔ اور اس نے اپنے امیر البحر کو حکم دیا کہ "حمیدیہ" کو جلد سے جلد گرفتار کیا جائے۔ بہتیرے زور لگائے گئے

لیکن یہ امر یونانیوں کی طاقت سے باہر تھا۔ کسی افسر نے اس کی ذمہ واری اپنے سر لی۔ حمیدیہ ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھاتا تھا۔ کہ دشمنوں کی روح کانپ جاتی تھی۔ ابھی یہاں ہے۔ ابھی وہاں۔ ابھی نظروں سے غائب۔ اور پھر سمندر میں نمودار ہوجاتا۔ اور دشمنوں پر آگ برسانے لگتا ہے۔ ابھی ازمیر میں ہے۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد بیروت کے قریب سمندر سے سر جا نکالتا ہے۔ وہ بحر اسود اور بحر ابیض میں بھٹکتا پھرتا تھا اور گویا اپنی طفلانہ مگر خطرناک حرکات سے دشمن کو غارت اور تباہ کر رہا تھا۔

دشمن اور دوست یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ حمیدیہ ابھی ابھی توسیوس سے کوئلہ لے رہا ہے۔ اور اسی رات بلقان کے ساحل پر پہنچ کر دشمن پر گولہ باری کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اٹالین جہاز کو غرق کرکے پھر غائب ہوجاتا ہے۔ پھر چند گھنٹوں بعد ہی دمشق اور یونان کے ساحلوں پر جا آتش باری کرتا ہے۔

غازی رؤف بے نے دشمن کو خوب دق کرنے نیز اس کے جہاز اور سامان جنگ تباہ کرنے کے علاوہ فوج کو خوب سامان رسد پہنچایا۔ اور اس کے علاوہ حسب ذیل خدمات کیں۔

(۱) حمیدیہ کے کپتان رؤف بے نے مانٹی نیگرو کے خاص جہاز کو غرق کیا۔
(۲) ایک لنگر دار جہاز کو تباہ کیا۔ اس کا وزن ۶۰۰ ٹن تھا۔
(۳) مسرا میں دشمن کا ایک بارود اور کوئلہ کا ذخیرہ تھا۔ اُسے بھک سے اڑا دیا
(۴) بجلی کے ایک کارخانے میں آگ لگادی۔ جو جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔
(۵) بحر اڈریاٹک کے اٹالین جہازوں کو ناکوں چنے چبائے۔
(۶) کئی باربرداری کے جہازوں کو نیز فوجوں سے لدے ہوئے جہازوں کو تباہ کیا

اہل ہند جرمنی جہاز "ایمڈن" کو بھولے نہ ہوں گے۔ جس نے ساحل ہند پر طوفان بے تمیزی مچادیا تھا۔ بس ایسے ہی محیر العقول کارنامے حمیدیہ نے دکھائے جنہیں دیکھ کر یونانی ایسے حواس باختہ ہوگئے۔ کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے اُن ساحلوں کی طرف بھی نہ بڑھ سکے۔ جہاں پر اُن کو جواب دینے کے لئے جہاز نہ تھے۔

لیکن اگر وہ ایسی جرأت کرتے تو حمیدیہ ان کے سر پر پہنچتا۔ اور انہیں تباہ کر کے ہی دم لیتا۔ الغرض غازی رؤف بے اور اُن کے جانباز جہاز نے ایسے عجیب و غریب کرتب دکھائے جو تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔

جہاز عثمان اوّل کے کپتان یہ شاندار ترکی جہاز نہایت عظیم الشان تھا جب اس کے لئے ناخدا کی ضرورت ہوئی تو اس کے لئے کئی نام پیش ہوئے۔ لیکن قرعہ فال غازی رؤف بے ہی کے نام پڑا۔ اور آپ اس کے کپتان بنا دیئے گئے۔ کیونکہ حمیدیہ کے کارناموں نے انہیں قوم میں نامور بنا دیا تھا۔

اب کہاں ہیں؟ غازی رؤف بے اس وقت انگورا میں قومی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اسلام اُن کے کارناموں پر ناز کرتا ہے۔ وہ انگورا کی قومی مجلس کے سرگرم اور نہایت مفید ممبر ہیں۔

خدا تعالےٰ اُنہیں دیر تک اس دنیا میں زندہ اور کامیاب رکھے۔ آمین!

سیرت غازی ممدوح کی طبیعت نہایت دلیر واقع ہوئی ہے۔ وہ کسی خطرہ کو کبھی محسوس نہیں کرتے۔ انہوں نے کبھی اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ اُن کی نظروں کے سامنے ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ یا تو اپنا فرض ادا کروں یا اسی جدوجہد میں جان دے دوں۔

حبیب نوری چاؤش

خاندان ایک ترک مجاہد جن کی رگوں میں عربی خون بھی تھا۔ لولی برغاص کے جانستان معرکہ میں شہید ہوئے۔ اور اپنی بیوہ اور دو نوعمر بچوں کو بےکس و بےبس اس دنیا میں چھوڑا۔ چھوٹے لڑکے کی عمر ۷ سال اور بڑے کی تیرہ سال تھی۔ پس اسی کا نام حبیب نوری تھا۔ یہ لولی برغاص کے معرکہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھا۔

ابتدائی حالات

بیوہ شہید موصوف معہ اپنے دونوں بچوں کے شتلجہ چلی آئیں تاکہ یہاں چندے قیام کر کے ایشیائے کوچک یا قسطنطنیہ چلی جائیں۔ اور بقیہ عمر وہیں گزار دیں۔

لیکن نوری کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ اس کے دل میں باپ کے انتقام کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور اس نے میدان جنگ میں جانے کا بار بار اصرار کیا۔ ماں نے ہرچند سمجھایا۔ لیکن اس نے کہا کہ باپ کا انتقام دشمنوں سے لینا میرا فرض ہے۔ اس سے پہلے مجھے چین نہیں آسکتا۔

میدان جنگ میں

نوری کی ضد پوری ہوئی ماں اُسے برکت دے کر رخصت ہو گئی۔ اور چھوٹے بچہ کو لے کر قسطنطنیہ چلی گئی۔ سینہ پر صبر کا پتھر رکھ لیا۔ لخت جگر کو موت کے ہنگامہ میں اجل کے تیروں سے کھیلنے کے لئے بھیج دیا۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ تیرہ سالہ نوری حبیب ماں کی سُنتا کب تھا۔

نوعمر نوری ترکی کیمپ میں پہنچا۔ اور کہا کہ مجھے فوج میں بھرتی کیا جائے۔ ترکی فوجی افسر اُس کی نوعمری اور پھر جرأت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس سے بہت سے سوالات کئے۔ والدین کی کیفیت پوچھی۔ نوری نے والد کی شہادت کا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ مجھے ہتھیار دیئے جائیں۔ تاکہ میں اپنے شہید والد کا انتقام دشمنوں سے جلد لوں۔

افسر کے روبرو

افسر اس کی جرأت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مگر اسے طفلانہ حرکت سمجھا۔ نوری کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ مگر اسے بہانہ سے ٹالتا رہا۔ جس سے نوری تنگ آ گیا۔ کیونکہ اس کے سینہ میں انتقام کا دریا جوش مار رہا تھا۔

ایک روز وہ علے الصباح اُٹھا اور جنگل کی طرف نکل گیا۔ یہاں کشتوں کے پشتے لگے پڑے تھے۔ جانباز سپاہی معہ ہتھیاروں کے غافل پڑے موت کی نیند سو رہے تھے۔ حبیب نے یہاں سے حسب دل خواہ ہتھیار لے لئے۔ اور اب تلوار بندوق سب کچھ اس کے قبضہ میں آ گئے۔

انتقام کا آغاز اگلے روز جب ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو ترکی افسر نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک نوعمر لڑکا بندوق لئے کھڑا ہے۔ اس کی بندوق اس کے قد سے بھی بڑی ہے مگر وہ جو نشانہ لگاتا ہے۔ وہ دشمنوں کے سینہ کو چھلنی کر دیتا ہے۔ اور وہ دشمنوں کی گولیوں کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ اور اس کے پیچھے کھڑا ہوا اس کے فوجی کرتب دیر تک دیکھتا رہا۔ نوری اپنے کام میں اس قدر محو تھا کہ اُسے یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ کوئی اور بھی اس کی حرکات دیکھ رہا ہے۔ نوری نے افسر کے دیکھتے دیکھتے سات بار گولی چلائی اور اس میں سے صرف ایک خالی گئی۔

اب افسر کو تاب نہ رہی وہ اس کے پاس گیا۔ اور اس کا سر ماتھا چوما۔ پھر گھوڑے پر بٹھا کر اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور کمپ میں لاکر عزت پاشا سپہ سالار افواج کے پیش کیا۔ اس کے حیرت انگیز کارنامے بیان کئے۔ جن کو تمام فوج نے حیرت و استعجاب کے ساتھ سُنا۔ اور اسے بار بار گود میں لیا۔

عزت پاشا نے اس کی نشانہ بازی کا امتحان لیا۔ چاند ماری کا حکم دیا۔ اور نوری نے ۹۵ فیصدی نمبر حاصل کئے۔ جس پر تمام فوجیوں نے نعرۂ شادمانی بلند کئے اور حبیب نوری کو سر سے بلند کیا۔

باقاعدہ سپاہی اب حبیب نوری کو وردی دی گئی۔ اور تمام ضروری ہتھیار گویا وہ باقاعدہ سپاہی بن گیا۔ اور فوج میں شامل ہو کر میدان میں گیا۔ دل کا خوب بخار نکالا۔ بہت سے دشمنوں کو خاک و خون میں ملادیا۔ ایسے نشانے تاک تاک کر لگائے کہ اٹلی والوں کو موت کا تختہ مشق بنایا۔

شکار ایک روز حبیب نوری علی الصباح اُٹھا اور ٹہلتا ٹہلتا کمپ سے کچھ دور نکل گیا۔ اس وقت اس نے ایک شخص کو دیکھا۔ یہ جھاڑیوں اور درختوں میں چھپا ہوا ادھر آرہا تھا۔ اس کے حرکات و سکنات مشتبہ تھے۔ پس نوری نے سمجھ لیا کہ یہ شخص دشمن کا جاسوس ہے۔ اس لئے وہ چھپ کر اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جب یہ شخص اس مقام پر آیا۔ جہاں نوری چھپا ہوا تھا۔ تو نوری چپکے سے اُٹھا۔ اور جا کر پیچھے

سے پیچھے سے اس کے بال پکڑ لئے اور ایک ایسا سخت جھٹکا دیا کہ دشمن دھڑام سے زمین پر آگرا۔ حالانکہ وہ نوری سے چار گنا تھا۔ گرنے والے نے اپنے پستول پر ہاتھ چلایا لیکن اس سے پہلے نوری کی تلوار چمکی۔ اور دشمن کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔

اب اس بانکے سپاہی نے مقتول کی ٹوپی اور فوجی نشان اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ اور سیدھا سپہ سالار کے پاس پہنچا۔ اور تھیلا اس کے سامنے جا ڈالا۔ اور دریافت کرنے پر اُسے تمام قصہ سُنا دیا جسے اس نے اور تمام فوجوں نے حیرت سے سُنا۔

فوجی نشانات کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مقتول ایک بلغاری افسر تھا۔ اور وہ جاسوس بن کر ترکی فوج میں جاسوسی کرنے کے لئے آیا تھا۔

چاؤش کا عہدہ اس واقعہ کی رپورٹ بابِ عالی میں کی گئی۔ تو سلطان نے حبیب کو چالیس سپاہیوں کی افسری یعنی چاؤش کا عہدہ عنایت کیا۔ جو ترکی سپاہی کی کارگزاری کا صلہ یا پہلا انعام ہوتا ہے۔

مجروح ہونا یہ نوعمر سپاہی بہت سے معرکوں میں شریک ہوا۔ اور اس نے بہت سے دشمنوں کو پیوند زمین بنایا۔ لیکن چند روز بعد ایک جنگ میں اس کے قریب ایک گولہ پھٹا۔ اور اس کی کیل اس کی بائیں ران میں لگی۔ جس نے نہایت گہرا زخم ڈالا۔ نوری سے کہا گیا کہ اسے شفاخانہ میں جا کر زخم کا علاج کرانا چاہئیے لیکن اس نے کہا کہ میں خود مرہم پٹی کر لوں گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ میدان جنگ سے دور ہونا نہ چاہتا تھا اس نے کہا کہ میں دو چار روز میں اچھا ہو جاؤں گا۔ اور پھر بدستور دشمنوں کا قلع قمع کروں گا۔ لیکن فوجی افسروں نے اُسے سمجھا بجھا کر خادم کوئی کے شفاخانہ میں بہ اعلاج بھیجا۔ اور اس کی عیادت کے لئے خود حضرت خلیفۃ المسلمین تشریف لائے۔ اور اس ننھے سپاہی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے برکت دی۔

شاہی مہمان نوری بعد صحت شاہی مہمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ لایا گیا۔ اور پوری وردی میں خدمت سلطانی میں پیش کیا گیا۔ جہاں اس کا فوٹو لیا گیا۔

پھر میدان جنگ میں اس کے بعد وہ میدان جنگ میں گیا اور مثل سابق دشمنوں کا

خوب سنوار دیا۔

سیرت حبیب نوری چاؤش باوجود نوعمری کے سنجیدگی متانت اور شجاعت کی زندہ تصویر ہے۔ جو شخص دیکھے ناممکن ہے کہ بلا متاثر ہوئے رہے۔

خدا تعالےٰ نوری کے دست و بازو کو اور قوی کرے۔ اور اُسے خدمت اسلام کرنے کی اور زیادہ توفیق دے۔ آمین ◆

بیگم خالدہ خانم

ابتدائی حالات خالدہ خانم کی والدہ یہود النسل اور ان کے والد خالص ترک تھے گویا آپ نے مشرق اور مغرب کی تہذیبوں کی آغوش میں تربیت پائی۔ ان کے والد افسر خزانہ تھے۔

یہ سلطان عبدالحمید خاں کا زمانہ تھا۔ ترکی میں ابھی تعلیم نسواں کا زیادہ چرچا نہ تھا۔ زنانہ مدارس اگر تھے بھی تو عمدہ حالت میں نہ تھے۔ اس لئے ابتدائی اور رسمی تعلیم کے بعد خالدہ خانم کے روشن خیال باپ کو خیال ہوا کہ اس جوہر قابل کی تعلیم اگر اعلےٰ پیمانہ پر کرائی جائے تو اس سے ملک کو غیر معمولی فائدہ پہنچے گا۔ پس اس نے یہ کوشش کی کہ اس کی تعلیم امریکن مدرسہ میں ہو۔ اور اُسے کالج کی بھی تعلیم دی جائے۔

تعلیم مگر یہ بات آسان نہ تھی۔ کیونکہ شاہی اجازت کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر سلطان عبدالحمید خاں سے اس امر کی اجازت طلب کی گئی۔ بڑی مشکل سے اور خاص خاص شرائط کے ساتھ اجازت ملی۔ حتیٰ کہ خالدہ کو امریکن زنانہ مدرسہ میں داخل کر دیا گیا۔ اور وہ وہاں اپنی خداداد ذہانت کی بدولت غیر معمولی ترقی کرنے لگیں۔

خالدہ تو شاہراہ ترقی پر پڑ گئی۔ مگر ان کے والد کی ترقی کا راستہ مسدود ہو گیا۔ اور گویا علم کے لئے یہ قربانی دینی پڑی۔

بی اے کی ڈگری بہرحال خالدہ امریکن مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر امریکن کالج میں داخل ہوئیں۔ اور آخرکار بی اے میں کامیاب ہوئیں۔ اور یہ پہلی ترکی خاتون تھیں جنھوں نے کالج سے یہ معزز ڈگری حاصل کی۔

خاتون موصوف نے انگریزی زبان کا مطالعہ پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ابھی اس نے پندرہویں سال ہی میں قدم رکھا تھا۔ کہ امریکن کتاب "ماں اپنے گھر میں" کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب ملک میں بڑی مقبول ہوئی۔ اور اس نے خالدہ خانم کو ادبی حلقہ میں روشناس کر دیا۔ حکومت نے بھی اس علمی خدمت کی قدر کی۔ چنانچہ سلطان نے خالدہ کو "نشان اعزاز" عطا کیا۔

مصنف کی حیثیت میں خالدہ خانم کے والد کو اس عزت کا بڑا فخر ہوا۔ چنانچہ انھوں نے اس مبارک موقعہ کی یادگار میں ہزار کا پیاں شریف ترکی خاندانوں میں مفت تقسیم کرا دیں۔

خالدہ کی طبیعت کو اوائل ہی سے علم ادب۔ تاریخ اور فلکیات سے خاص دلچسپی تھی۔ اس کے خلاف ریاضی سے نفرت۔ مگر یہ عام بات ہے۔ ان کے ناولوں کا ترجمہ اکثر یورپین زبانوں میں ہوا۔

شادی جب خالدہ کی عمر سترہ برس کی تھی۔ تو اُن کے لئے ایک اتالیق رکھا گیا یہ نوجوان اتالیق سلطانی کالج کا پروفیسر اور ڈاکٹر تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں سبق عشق پڑھا گیا۔ جس کا نتیجہ شرعی شادی ہوا۔

دور آزادی وحریت جب سلطان عبد الحمید خاں کی استبدادیت کا خاتمہ ہو گیا ملک میں قوم کی حکومت ہو گئی۔ ہر طرف آزادی کی ہوائیں چلنے لگیں۔ بہت سے قوم پرستوں نے آزاد اخبار نکالے۔ تو خالدہ نے بھی قفل خاموشی توڑا۔ ایک نہایت پُرلطف اور پُرجوش نظم لکھی۔ پیرایہ یہ اختیار کیا کہ گویا غازی سلطان عثمان کی روح ترکی فوج کے چوتھے دستہ کو خطاب کر رہی ہے۔ اس نظم سے خانم کی شہرت اور عزت حلقہ احرار میں بہت زیادہ ہو گئی۔ کیونکہ دراصل آزادگان ترکی ہی کی خدمات کی

ترجمانی بھی اور بس- اس نظم کی اشاعت نے خالدہ کی شہرت اخباری دنیا میں بھی کردی. ملکی اخبارات نے نہ صرف یہ نظم شائع کی. بلکہ خالدہ کے نوشتہ وہ افسانے بھی متواتر اشاعتوں میں شائع کئے. جو وہ اس سے بہت پہلے لکھ چکی تھی- مجلات نے بھی ان کو نقل کیا-

اس نشر و اشاعت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ خالدہ ترکی کے مشہور اور سب سے بڑے اخبار "طنین" کی مستقل مقالہ نگار بنائی گئیں. اور اس بلند پایہ اور عالی دماغ خاتون نے حریت اور سیاسیات پر ایسے پرجوش مضامین لکھے. کہ ملک میں ہر طرف اس کا نام نہایت ادب و احترام سے لیا جانے لگا- اور چند روز بعد اس کی شہرت ترکی سے نکل کر ممالک یورپ میں جا پہنچی. چنانچہ وہاں سے اس خاتون کو دعوتیں آنے لگیں- اور ترکی کے لئے کچھ کم فخر کا مقام نہیں ہے. کہ انگلستان اور امریکہ نے اُسے پیغام بھیجا کہ وہ اُن کے ملکوں میں آئے. اور ان باتوں نے اُسے احرار کے حلقہ میں اور بھی ہر دلعزیز کر دیا- انور پاشا. طلعت پاشا. جمال نے ان کی قابلیت سے خوب فائدہ اُٹھایا. ان کے ذریعہ ترکی میں خیال آزادی کی بڑی اشاعت ہوئی.

رجعت قہقری ترکی کو پارلیمنٹ مل جانے کے بعد سلطان عبدالحمید خاں نے مکرر استبدادیت کے لئے جدوجہد کی. اس سلسلہ میں اُس وقت اس نے کوئی پانسو محبان وطن کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرائے- آزادی کی سزا پھانسی تجویز کی- اس فہرست میں خالدہ خانم کا نام بھی شامل تھا. عین اس وقت پولیس نے اخبار طنین کے دفتر پر چھاپہ مارا- اور خالدہ کے قلم کے بہت سے مسودات قابو میں کر لئے گئے-

غریب الوطنی اور واپسی وقت بہت نازک تھا. اور جان بچانا فرض. خاتون موصوفہ نے امریکن کالج میں پناہ لی. ان کے دو خورد سال بچے بھی اُن کے ہمراہ تھے. چند روز بعد ان کو یہاں سے قاہرہ (مصر) پہنچا دیا گیا چنانچہ خالدہ انقلاب کے بعد ترکی واپس آئیں. جب کہ حکومت ترکان احرار کے قبضہ میں آچکی تھی-

تعلیمی خدمات اس محترم خاتون نے تعلیمی سلسلہ میں بھی غیر معمولی جدوجہد کی ترکی خاتون کے اندر اس نے شوق علم کی روح پھونک دی. لڑکیوں کے لئے بہت سے مدارس قائم کئے. غازی طلعت پاشا نے اُن کی بڑی امداد کی. چنانچہ بہت سی استانیاں اُن کے ماتحت کام کرنے کو بھیجیں۔

کالج پر قبضہ فرانسیسیوں نے بیرت میں ایک زنانہ کالج کھول رکھا تھا. لیکن جب جنگ چھڑ گئی تو فرانسیسیوں کو بیک بینی و دو گوش یہاں سے رخصت ہوجانا پڑا۔ بس خالدہ خانم نے فوراً اس کالج پر قبضہ کر لیا۔ خالدہ نے اسے پہلے سے زیادہ وسعت اور رونق دی. طالبات کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی. پہلے نصاب اور طرز تعلیم بالکل یورپین طریق پر تھا. لیکن اب خالدہ نے اُسے مشرقی اور اسلامی سانچہ میں ڈھال لیا۔

خالدہ نے اس کالج اور تمام مدارس سے تعصب کی بیخ کنی کردی تھی. چنانچہ ان میں عیسائی اور مسلمان لڑکیاں دوش بدوش تعلیم پاتی تھیں. دونوں کے حقوق برابر تھے. عیسائیوں کے لئے کوئی پابندی نہ تھی۔ اور اس طرح خالدہ آہستہ آہستہ عثمانی اتحاد اور حریت کی بھی تعلیم دے رہی تھیں جس کا نتیجہ مستقبل میں نہایت مبارک نکلا۔

سیاسی خدمات ترکی اخبارات خصوصاً "طنین" کے ذریعہ سے خالدہ خانم نے ترکی قوم میں جو روح پھونکی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے. وہ انجمن اتحاد و ترقی کے دائرہ میں کام کرتی رہیں۔ اور ان کی خدمات قیمتی سمجھی گئیں۔ یہ خاص انہی کا کام تھا کہ ترکی خاتونوں کے دل بھی جوش حب وطن سے لبریز ہوگئے۔ اور وہ کمر ہمت باندھ کر حسنی سی کام کرنے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئیں. خود حکومت نے خالدہ کی طاقت کو تسلیم کیا. چنانچہ سلطان نے جب احرار کی گرفتاری اور اُن کی جان لینے کا ارادہ کیا تو ان کو نظر انداز نہ کیا. چنانچہ طنین کے دفتر پر چھاپہ مار کر خالدہ کے قلمی مسودات پر قبضہ کر لیا گیا جن کی وجہ سے خاتون ممدوح کو وطن مالوف چھوڑ کر غریب الوطن ہونا پڑا۔

حقوق نسواں کا مطالبہ

ترکی زمام حکومت احرار کے ہاتھ میں آتے ہی ہر طرف آزادی کی ہوائیں چلنے لگیں۔ عورات بھی علم حریت ہاتھوں میں لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اُنھوں نے نہ صرف سوشیل میدان میں بلکہ سیاسی میدان میں بھی بڑھ چڑھ کر قدم بڑھائے۔ زنانہ اخبار نکالے۔ زنانہ علم ادب کو ترقی دی۔ اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ترکی خاتونوں کی راہ نما خالدہ خانم ہی تھیں۔ تمام جوش انہیں نے پھونکا تھا

جنگ میں خدمات

۱۹۱۲ء جنگ بلقان کی آتش مشتعل ہوئی۔ اور اس نے مردوں کی مانند ترکی خاتونوں کے دل کو بھی جوش حب وطن سے لبریز کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ہلال احمر کی زنانہ مجلس قائم کی۔ اس کی صدر نعمت خانم تھیں۔ اور اس سلسلہ میں ترکی خواتین نے میدان جنگ میں جاکر مجاہدین کی تیمارداری اور اُن کے زخموں کی مرہم پٹی اپنے ہاتھ سے کی۔

جامعہ عثمانیہ میں دو عظیم الشان زنانہ جلسے ہوئے۔ پرجوش تقاریر کی گئیں۔ اور طے ہوا کہ ترکی خاتونیں جان پر کھیل کر ملک کے اندر قومی خدمت اور حب الوطنی کی روح پھونک دیں۔ ظاہر ہے کہ اس کام کا بہت بڑا حصہ خالدہ خانم ہی کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔

خالدہ نے ایک جلسہ میں ایک نہایت طویل مگر ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس نے حاضرین کو مبہوت کردیا۔ اور ترکی خواتین سر بکف ہوگئیں۔ خاتون محترم نے اپنی تقریر میں بتایا کہ فرانس نے حب الوطنی ہی کی بدولت صرف ۴۰ سال میں غیر معمولی سیاسی ترقی کی۔ حالانکہ پہلے جرمنی کے سامنے اُس کی کوئی ہستی ہی نہ تھی۔

اسی طرح انہوں نے یونان وغیرہ بلقانی ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سب حب الوطنی کے ہی جوش سے ترقی کرسکے۔ ورنہ پہلے ترکی کے مقابلہ میں ان کی کوئی ہستی ہی نہ تھی۔

پھر حاضر خواتین کو بتایا کہ "تم اس بزرگ تاجدار عثمانی کی مزار کے کتبہ پر غور کرو جو آج سے کئی سو برس پیشتر کندہ ہوا تھا۔ اور اس کے مندرجہ ذیل الفاظ کو ہمیشہ پیش نظر

رکھیں، اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔
"خدائے تعالےٰ نے مجھے عثمانی قوم کی خدمت پر اس لئے مامور کیا ہے کہ میں اُن کے ننگ و نام اور عزّت و شہرت کی جان بازانہ حفاظت کروں۔ اور اُن کو ہرگز ہرگز زوال پذیر نہ ہونے دوں۔ میں کسی دولت مند قوم کا نہیں بلکہ ایک غریب قوم کا بادشاہ ہوں جو اس وقت بے سروسامان ہے۔ حاجت مند ہے۔ میرے دل میں ترکی قوم کا جو درد تھا۔ وہ مجھے رات دن بے تاب رکھتا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے آخری سانس تک قوم کا خدمت گذار رہا"
اس کے بعد خاتون موصوف نے کہا کہ اس وقت ہماری سب سے بڑی قومی ضرورت یہ ہے۔ کہ ہمارے دل حب وطن کے جذبات سے معمور ہوں۔ کیونکہ اس کی بدولت ہم معراج ترقی تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے زوال کا سبب یہی ہے کہ ہمارے دل اس پاک جذبہ سے خالی ہو گئے۔ اس سے ہماری تاریخی روایات کو نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ ہم گمنامی اور ذلت کے تاریک غار میں جا پڑے۔
اس کے خلاف جن اقوام نے حب الوطنی کے پاک جذبہ کو اپنے دل میں جگہ دی وہ آسمان ترقی کے تارہ بن کر چمکیں۔ مثلاً بلغاریہ۔ کیا آج سے پچاس سال پہلے وہ گوالے نہ تھے۔ اور کیا وہ ہمارے مویشیوں کا دودھ نہیں دوہا کرتے تھے۔ مگر آج وہ خم ٹھونک کر ہمارے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے مُنہ آتے ہیں۔ تمام یورپ ان کی عزّت کرتا ہے۔ آہ غلام دنیا میں معزز بن بیٹھے۔ مگر ترکی ذلیل ہوگیا۔ لیکن اس میں سراسر ہمارا قصور ہے!
ترکی خاتونوں کا فرض تھا کہ وہ اپنی اولاد کے دلوں میں حب الوطنی اور اسلام کی عظمت کا جوش پیدا کرتیں۔ مگر ان کی غفلت نے قوم کو یہ منحوس دن دکھایا۔ لیکن کیا میری بہنیں اپنے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے اب بھی طیار نہیں؟
اس تقریر نے ترکی خواتین کے دلوں کو گرما دیا۔ اُن کے دلوں میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا۔ پھر خالدہ کے طرز عمل نے حاضرین کو بالکل مبہوت کر دیا۔ یعنی اُس نے اپنی

انگشتریاں۔ چوڑیاں۔ کانوں کے آویزے غرض کہ تمام زیور اور سونے کی گھڑی اُتار کر قوم کی نذر کردی۔

تقریروں سے زیادہ اثر ڈالنے والی چیز عمل ہے۔ پس خالدہ کی یہ قربانی دیکھ کر دیگر خاتونیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اپنا کوئی نہ کوئی زیور قوم کے لئے دے کر اس امر کا ثبوت دیا کہ وہ سب کی سب آئندہ کیلئے قربانی و ایثار کے لئے طیار ہیں۔

امداد یتامےٰ خالدہ نے ایشیائے کوچک اور آرمینیا کے علاقوں میں کئی یتیم خانے کھولے جن میں لاوارث یتیم بچوں کی تربیت و تعلیم کا انتظام نہایت اعلےٰ پیمانہ پر کیا۔ اگرچہ اُن کا زیادہ قیام بیروت (مصر) میں رہتا تھا۔ لیکن وہ وہیں سے دمشق اور دیگر مقامات کے مدارس کی نگرانی کرتی تھیں۔

ہجرت ۱۹۱۸ء میں یہ افواہ پھیلی کہ برطانیہ شام پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اس خبر نے حالات میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کردی۔ خالدہ خانم فوراً بیروت (مصر) چلی گئیں۔ مگرانہوں نے اپنے ماتحت کام کرنے والی استانیوں کو قسطنطنیہ بھیج دیا۔ گو افواہ غلط نکلی۔ یا یہ کہ برطانیہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن اس سے خالدہ کا تعلیمی نظام درہم برہم ہوگیا۔

برطانیہ کا قبضہ قسطنطنیہ پر جونہی جنگ عظیم کے شعلے بجھے برطانیہ نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرکے خلافت کو اسیر کرلیا۔ مارشل لا نے استنبول میں قیامت برپا کردی۔ برطانیہ کی اس حرکت سے ترکوں میں ناراضی اور غیظ و غضب کا جذبہ پیدا ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے بے شمار جلسے ہوئے۔ قسطنطنیہ میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس میں خالدہ خاتون نے ایک نہایت پُرجوش تقریر کرکے سامعین کے دل ہلا دیئے۔

برطانیہ نے اس جلسہ کی طاقت کو محسوس کیا۔ چنانچہ اس نے آئندہ جلسے بند کردیئے

خالدہ انگورا میں برطانیہ کے نیک نفس مدبروں نے تو یہ سوچا تھا کہ تمام محبان وطن ترکوں کو ایا پنجرہ میں بند کرلیا جائے۔ یا اُن کی زندگی ہی کا قصہ پاک کیا جائے۔ لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا۔ ترک قوم پرست پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ غازی انور بے وغیرہ پہلے ہی سے وہاں سے چل دیئے۔ اور انگورا میں ایک آزاد ترکی ریاست قایم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ برطانیہ کی ایک نہ چلی اور برطانیہ اب تک دانت پیس رہی ہے۔

جب غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے انگورا کی سیاست مستحکم کر لی تو قسطنطنیہ کے اہل کمال اس کے گرد آ جمع ہوئے۔ تقریباً تمام قوم پرست۔ عالم۔ فاضل۔ مصنف۔ شاعر ادیب اور جرنیل انگورا آ پہنچے۔ لیکن جب غازی موصوف نے نظام حکومت مرتب کیا جدید وزارت ترتیب دی تو خالدہ خاتون کو وہاں نہ پاکر اظہار افسوس کیا۔ مگر اس وقت خاتون موصوف انگورا موجود ہے۔

رسائی کا عجیب افسانہ سال گذشتہ بعض اخبارات نے خبر دی تھی کہ غازی کمال نے بعض لوگوں کو اس کام پر مامور کیا تھا۔ کہ وہ خالدہ خاتون کو قسطنطنیہ سے انگورہ لائیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ ایک اندھیری رات میں ایک ہوائی جہاز قسطنطنیہ پہنچا اور اس میں خالدہ اور اُن کے شوہر کو سوار کرکے انگورہ کی طرف اڑ گیا۔ چنانچہ وہ دونوں جانباز اس وقت انگورا میں قومی خدمات میں مصروف ہیں۔

وزیر تعلیمات خالدہ خاتون کو فوراً وزیر تعلیمات بنایا گیا۔ چنانچہ وہ اب تک اپنے فرائض نہایت جان بازی سے انجام دے رہی ہیں۔ تصنیف و تالیف اور سخن سنجی کا سلسلہ بھی ساتھ جاری ہے۔

صورت و سیرت قد متوسط۔ بدن اکہرا۔ نازک۔ اسی نسبت سے سر چھوٹا۔ چہرہ کتابی۔ آنکھیں معمول سے بڑی۔ بال سنہری چمکدار۔ الغرض وہ حسن کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں اُن کی رگوں میں یورپ اور ایشیا کا خون ہے۔ وہ مشرقی اور مغربی حسن کا عجیب مجموعہ ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں کہ ان کی صورت زیادہ

دلکش ہے۔ یا سیرت۔

خاتون موصوف لباس نہایت سادہ پہنتی ہیں۔ حریت و آزادی اُن کی طبیعت میں قدرت نے گویا کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ اور وہ اس معنی میں مردوں سے بھی بازی لے گئی ہیں۔ اور جن فرزندات ترکی کی وجہ سے ترکی کی عزت و شان اس وقت قائم ہے۔ ان ہی سے ایک خالدہ خانم بھی ہیں۔

یہ خاتون سیدھی سادھی کم سخن، پرسکون اور متین ہیں۔ تکلف و نمائش سے ہمیشہ احتراز کرتی ہیں۔ فوق البھڑک لباس اُنہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ ان کا ذہن حافظہ۔ اور معاملہ فہمی غضب کی ہے۔ وہ اعلےٰ پایہ کی ادیب اور مدبر ہیں۔ وہ نہ ہی رواداری اور آزادی کو ترقی کا راز جانتی ہیں۔ اسی بنا پر انھوں نے بہت سی مخلوط انجمنیں قائم کیں۔

اس معزز خاتون کا خیال ہے۔ کہ ترکی کو طویل امن کی ضرورت ہے۔ اُن کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اس وقت ترکی کو ممالک غیر کی مدد حاصل کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً امریکہ کی۔ تاکہ ترقی کا قدم آگے بڑھ سکے۔

الغرض۔ خالدہ ادیبہ خانم نہ صرف ترکی قوم کے لئے باعث ناز ہیں۔ بلکہ دنیائے اسلام کا ہر فرد اُن کے وجود پر فخر کرسکتا ہے۔ خدائے تعالےٰ اُن کو عمر طبعی عنایت کرے اور ان کو اسلام و مسلمین کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

عزیز بے علی مصری

عزیز بے احرار مصر میں خاص طور پر ہر دلعزیز ہیں۔ کیونکہ اس عزیز نے بھی مصر اور اہل مصر کے بیدار کرنے میں کچھ کم جد و جہد نہیں کی۔ سعد زاغلول پاشا کے بعد مصری راہنمایان ملک کی فہرست میں اس محب وطن کا نام آتا ہے۔

ابتدائی حالات | مولد قاہرہ۔ سن ولادت ۱۲۹۴ھ آپ حسب و نسب دونوں لحاظ

سے مصر کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام زکریا آفندی تھا۔

تعلیم

عزیز بے دس سال کی عمر تک اپنے والد کے پاس رہے۔ اور ابتدائی تعلیم کی منازل طے کیں۔ مگر اس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے۔ اور انہیں کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے۔

عزیز بے کی حرکات و سکنات ابتدا ہی سے فوجی تھیں۔ جو اُن کی والدہ کی نظر سے مخفی نہ رہیں۔ تعلیم میں اسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے۔ جب وہ طالب علم کے حسب پسند ہو یہ نہ ہو کہ بچے کا دماغ تو ریاضیات کی جانب مائل ہے۔ اور اُسے تعلیم دی جاتی ہے علم ادب کی۔ یا طالب علم راجع ہے شاعری کی طرف۔ اور کوشش کی جاتی ہے اسے انجنیر بنانے کی۔ یہ علم عزیز کی والدہ کے لئے خاص مسرت کا باعث ہوا۔ کیونکہ اُن کی بھی عین خواہش تھی کہ ان کا عزیز فرزند کمر میں شمشیر باندھ کر میدان میں جائے۔ اور ملک و ملت اور اسلام کی تلوار سے خدمت کرے۔ مبارک ہیں ایسے فرزند اور اُن کی مائیں مگر افسوس یہ ہے کہ یہ خاتون اپنے فرزند عزیز کی تیغ زنی اور جانبازی کے نظارے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکی۔ ابھی عزیز کی عمر دس ہی سال کی تھی کہ وہ جنت کو سدھاریں۔

دس برس کی عمر میں کسی بچہ کا اپنی مادر مشفقہ سے جدا ہو جانا اس کے حق میں کوئی معمولی مصیبت نہیں۔ لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ دنیا کی سٹیج پر زیادہ تر غیر معمولی شہرت ایسے ہی لوگوں نے حاصل کی ہے۔ جو ابتدائی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ دنیا کے بہت سے بڑے آدمیوں کا یہی حال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین کی محبت و شفقت اکثر اوقات رکاوٹ ڈالتی ہے۔ بچوں کی رفتار ترقی میں۔ اس صورت میں بچوں کو خاطر خواہ آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ "مصیبت یتیمی" باب تلاش بلکہ باب فتوح کھول دیتی ہے بیکس طالب کے لئے۔ اسی اصول پر عزیز بے نے ترقی کی۔

والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو جانے کے بعد اس عزیز کے سر پر اس کے ماموں ذوالفقار پاشا (سابق محافظ مصر) نے دست شفقت رکھا۔ خصوصاً اُن کی بیگم

یعنی عزیز کی ممانی ان کے ساتھ مادرانہ شفقت و محبت کرتی تھیں۔ ان دونوں نے عزیز کی تعلیم کا نہایت معقول انتظام کیا۔ عزیز بھی ان کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آتا تھا۔ کیونکہ گویا یہی اس کے والدین تھے۔

عزیز کو مدرسہ "توفیقیہ" میں داخل کیا گیا۔ یہ مدارس میں اعلیٰ رتبہ کی درسگاہ ہے۔ عزیز نے طالب علمی کے زمانہ میں یہاں غیر معمولی ذہانت کا ثبوت دیا۔ وہ مدرسہ میں ہر دل عزیز بن گئے۔ چنانچہ وہ چند ہی روز بعد وہاں عبدالعزیز ذکی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

عزیز بے کو بڑے آدمیوں کے سوانح عمری پڑھنے کا از حد شوق تھا۔ وہ خصوصاً ایسے مشاہیر کے حالات کا مطالعہ کرتے تھے جنھوں نے میدان جنگ میں خاص شہرت حاصل کی ہو۔ چنانچہ انہیں خالد ابن ولید۔ سعد ابن وقاص۔ سلطان محمد فاتح عثمانی۔ محمد علی پاشا کے حالات سے خاص دلچسپی تھی۔ آپ نپولین بوناپارٹ کے حالات بھی بار بار پڑھتے تھے۔

۱۸۹۷ء میں مدرسہ توفیقیہ سے مڈل کی سند حاصل کرنے کے بعد عزیز کو ان کے سرپرست ذوالفقار پاشا نے "مدرسۃ الحقوق" یعنے مدرسہ وکالت میں داخل کرایا یہ وہاں نہ جانا چاہتے تھے۔ لیکن اپنے مربی کو ناراض کرنا ان کے نزدیک بے ادبی تھی اس لئے وہ خاموش ہو رہے۔ اور با دل ناخواستہ پڑھنا شروع کیا۔ اور خدا خدا کرکے یہاں ایک سال گذارا۔ بار بار جی میں آتا تھا کہ رسّا تڑا کر بھاگ جائیں۔ اور فوج میں جاکر شامل ہو جائیں۔ مگر اپنے مہربان مربیوں کو ناراض کرنے کی جرات انہیں نہیں ہوتی تھی۔

فوجی تعلیم اسی اثنا میں یونان نے ترکی کو چھیڑا۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ "دیوانہ را ہوئے بس است"! اب عزیز سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ قاہرہ سے چلے تو قسطنطنیہ ہی جاکر دم لیا۔ اور ان کو اس وقت تک چین نہ آیا۔ جب تک کہ وہاں کے "مدرسہ حربیہ" فوجی کالج میں داخل نہ ہو گئے۔ انہیں داخل ہوتے ہی کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ

ترکی زبان اپنے مدرسہ کی گذشتہ تعطیلات میں سیکھ چکے تھے۔

آخر کار وہ فوجی تعلیم سے بالکل فارغ ہو کر میدان میں نکلے۔ اور اپنے حیرت انگیز
سے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مقدونیہ کے فساد میں آپ کی خدمات

جب مقدونیہ میں عیسائی بھیڑوں نے آتش فساد
کی تو ترکی حکومت نے اس کے فرو کرنے کے لیے
کو منتخب کیا۔ آپ وہاں گئے اور کامل سات سال تک وہاں رہے۔ انتہائی تدبر
عملی کام میں لائے۔ اپنی جان عزیز کو بار بار مہلکہ میں ڈالا۔ مگر فسادیوں اور باغیو
درست کر کے ہی چین سے بیٹھے۔ فسادیوں کا باغی گرفتار کیا۔ اور اُسے ترکی حکو
حوالہ کر دیا۔ جہاں وہ کیفر کردار کو پہنچا۔ فی الحقیقت یہ اُن کا کارنامہ عظیم ہے۔ او
قول بالکل صحیح ہے۔ کہ فساد مقدونیہ کا استیصال جنگ عظیم سے بھی ناممکن
وہ باایں ہمہ اس فتنہ کو کسی بڑے معرکہ کے بغیر ہی مٹا سکے۔ اس لئے اُن
بیش از بیش تعریف کا مستحق ہے۔

حصولِ آزادی میں جد و جہد

دستوری حکومت حاصل کرنے میں آپ نے بھی غیر معم
جہد کی۔ اور ترکان احرار کے پہلو بہ پہلو رہ کر کئی بار ا
خطرہ میں ڈالا۔ مگر بالآخر کامیاب ہوئے۔

جب دستور کا اعلان ہوا تو آپ ترکی فوج میں افسر تھے۔ اور احرار کے
جب آپ کو معہ فوج کے آستانہ بلایا گیا تو آپ نے اپنی فوج کو مال گاڑیو
اور قسطنطنیہ آنے تک اس بات کا کسی کو شبہ بھی نہ ہوا۔ چنانچہ یہ فوج قسطن
اور عین وقت پر نمودار ہوئی۔ حتےٰ کہ دستور کا اعلان کر دیا گیا۔ عزیز بے ا
فوجی حیلوں میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔

فوجی کالج میں پروفیسر

جب ترکی میں پارلیمنٹری حکومت قائم ہو
ہر طرف امن و امان ہو گیا۔ تو حکومت نے غازی عزیز بے کو قسطنطنیہ کے فو
پروفیسری کی کرسی عنایت کی۔ لیکن وہ وہاں چھ ماہ سے زیادہ نہ رہے۔ کی

کو مدرسہ پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ اُن کی فطرت جبلیت تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کالج میں اُن کے شجاعانہ جوش وخروش کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو وہ کالج چھوڑ چھاڑ کر فوج میں چلے گئے۔ اور بدستور شمشیر کے جوہر دشمنان ترکی اور مخالفان اسلام کو دکھلانے لگے۔ وہ ایک معزز کرنیل کی حیثیت سے خدمات اسلام انجام دیتے رہے۔

مالی خدمت آپ فوجی خدمت کے علاوہ مالی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ چنانچہ آپ کو برقتہ الحمرا" بھیجا گیا۔ اور آپ نے وہاں پہنچکر اراضی کا مناسب لگان مقرر کیا نیز چنگی کا معتدل محصول مقرر کیا۔ جس سے رعایا کو بہت فائدہ پہنچا۔

معاہدہ یمن حکومت ترکی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ امیر یمن سے معاہدہ کرے چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یمن کو ایک وفد بھیجا گیا۔ جس کے صدر عزت پاشا تھے۔ عزیز بے مترجم کی حیثیت سے ان کے ساتھ گئے۔ یمن پہنچکر امام یمنی اور عزت پاشا کے درمیان گفتگو انہیں کے ذریعہ سے ہوئی۔ اور تمام معاملات کا فیصلہ ہوگیا۔ ترکوں میں تو ان کی خدمات کی قدر کی ہی گئی۔ مگر امام یمنی اُن کے از حد گرویدہ ہوگئے۔

جنگ طرابلس عین اس وقت جنگ طرابلس شروع ہوگئی۔ اور عزیز و عزت کو جلد سے جلد واپس ہونا لازم ہوگیا۔ ورنہ یہ بالکل ممکن تھا کہ ترکوں کا سید ادریس کے ساتھ بھی اس طرح کا معاہدہ ہوجاتا۔

عزیز ترکی حکومت کے حکم کے بموجب یمن سے براہ راست عازم طرابلس ہوئے اثنائے راہ میں چند روز مصر قیام کیا۔ پھر غازی انور بے کے پاس بنغازی جا پہنچے۔ اور غازی موصوف نے مجاہدین کی سپہ سالاری ان کو عنایت کی۔ اور خود ادرنہ چلے گئے۔

غازی انور بے کو جو روپیہ وصول ہوتا تھا۔ اس میں سے وہ چھ ہزار پونڈ غازی عزیز بے کو جنگی اخراجات کے لئے بھیج دیتے تھے۔

عزیز بے نے بنغازی میں عظیم الشان کام کیا۔ مجاہد انور بے سے مانوس ہوچکے تھے

لیکن اب اُنھوں نے عزیز کو انور کا اصلی قایم مقام تسلیم کرلیا- عزیز نے دشمنوں کے دانت کھٹے کردیئے۔ اور کفار اٹلی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے- ظاہر ہے کہ ولایت طرابلس ترکی سے بہت دور واقعہ ہے- اور سلطنت ترکی اُسے خاطرخواہ امداد نہ دے سکی- لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ غازی انور بے اور اُن کے دست راست عزیز بے نے مافوق العادت امداد اعراب کو دی جس کا انھوں نے بار بار اعتراف اور شکریہ ادا کیا-

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب ترکی اور اٹلی کے درمیان مصالحت ہوئی تو غازی عزیز بے نے سلطنت عثمانیہ سے قطع تعلق کرلیا- اور آزادانہ طریق سے اعراب کی امداد کرتے رہے- حتیٰ کہ وہی سپہ سالار اعظم منتخب کرلئے گئے- حضرت شیخ سنوسی بھی آپ سے غیر معمولی محبت کرتے تھے-

غلط فہمی اسی اثنا میں یہ غلط افواہ مشہور ہوئی کہ عزیز بے نے عربوں سے بالا بالا اٹلی والوں سے سمجھوتہ کرلیا ہے- لیکن آخر کار یہ افواہ غلط ثابت ہوئی- اور شیخ سنوسی کا دل آپ کی طرف سے پہلے کی طرح صاف ہوگیا- شیخ اور تمام شیخ آپ کی پہلے سے زیادہ عزت کرنے لگے-

سیرت آپ کی طبیعت میں فوجی جوش وخروش ابتدا ہی سے تھا- وہ مدرسہ یا کالج میں جتنا عرصہ بھی پڑھے با دل ناخواستہ پڑھے- حتیٰ کہ پروفیسری کی کرسی کو بھی انھوں نے لات ماردی- وہ نہایت ہوشیار اور مستقل مزاج تھے- کسی خطرہ سے نہ ڈرتے تھے- مصیبت پر صبر کرتے تھے- تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ کرتے تھے- نپولین کی سوانحعمری سے انہیں خاص دلچسپی تھی- بڑے جانباز سپاہی تھے- انھوں نے ملک اور قوم کے لئے کئی بار اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا- وہ نہایت ذکی- ذہین- عقیل اور فہیم شخص تھے اور جنگی حیلوں سے خوب واقف تھے- عربی- ترکی- فرانسی اور جرمن بلا توقف بول سکتے تھے الغرض وہ بے شمار صفات کے جامع اور اعلےٰ درجہ کے شجاع اور پرلے درجہ کے محب وطن تھے- خدا تعالےٰ ان کو مغفرت کرے +

سعد زاغلول پاشا

جب تک اس آباد دنیا میں آزادی وحریت کا ایک بھی نام لیوا زندہ ہے۔ تب تک سعد زاغلول پاشا کا نام عزت وادب کے ساتھ لیا جائے گا۔

ابتدائی حالات مولد "ابیانہ" (مصر) سن ولادت ۱۸۶۰ء اپنی عمر کے ساتویں سال مقامی مدرسہ میں داخل ہوکر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر پانچ سال بعد دوسرے کے مدرسہ میں داخل ہوکر شیخ عبداللہ عبدالعظیم سے قرآن شریف کی تجوید کی۔ اور اس کے چند روز بعد دنیائے اسلام کی بے نظیر یونی ورسٹی میں جا پہنچے۔ اور بڑے بڑے باکمال اُستادوں سے فیض حاصل کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اس یونی ورسٹی میں اسلامی بیداری کے پہلے محرک اعظم جمال الدین افغانی ان کے شاگرد رشید شیخ محمد عبدہ، علامہ ملہادی جاجوری۔ اور شیخ عبدالکریم سلیمان ایسے اساتذہ اس یونی ورسٹی میں تشنگان علم کی پیاس بجھا رہے تھے۔ پاشا ممدوح کو شیخ محمد عبدہ سے فیض حاصل کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ سعد نے ورسٹی میں توحید۔ فلسفہ تاریخ اور فلسفہ قدیم کا بھی مطالعہ علاوہ دیگر مضامین کے حاصل کیا۔ اور سب سے زیادہ قیمتی جو چیز اپنے اُستاد سے حاصل کی وہ شوق حریت وآزادی اور قوم و ملک کے لئے فدائیت کا جذبہ تھا۔ مصر کو آزادی وخود مختاری دینے اور اُسے اغیار کے پنجہ سے نکالنے کا جذبہ سعد کے دل میں یہیں سے پیدا ہوا۔

ایڈیٹری کی کرسی پر الوقائع مصریہ۔ قاہرہ کا سرکاری اخبار ہے۔ سعد کے اُستاد اس کے ایڈیٹر رہ چکے تھے۔ اور اب اُن کی قابلیت نے یہ عزت ان کو عطا کی۔ اس اخبار میں ملکی حالات بھی شائع ہوتے تھے۔ البتہ لب ولہجہ معتدل تھا۔ سعد پندرہ ماہ تک یہ خدمت بہ احسن وجوہ انجام دیتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ باوجود سرکاری اخبار ہونے کے آپ نے اس کے ذریعہ بھی قوم کی خدمت کی۔ زبان کی اصلاح کی۔ اسی ذریعہ سے فصاحت وبلاغت کی اس میں روح پھونکی۔ استبدادیت کے خلاف بھی

زبردست مضامین لکھے۔ جس سے نہ صرف مصر میں اُن کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ بلکہ نوجوانان مصر کے دل میں حب الوطنی اور خدمت وطن کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

سعد نے اخبارات جریدہ مصر۔ البرہان۔ المحروسہ۔ اور التجارۃ۔ وغیرہ اخبارات میں بھی زبردست مضامین لکھے۔

سرکاری ملازمت اول آپ نظارت داخلہ میں نائب اور پھر ترقی کر کے محکمہ قضا کے وزیر بنائے گئے۔ اور آپ نے سرکاری عہدہ دار ہوتے ہوئے بھی ملک و قوم کی بہبودی کا خیال ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہ کیا۔ آپ کے تقرر کے صرف دو ماہ بعد (۱۸۸۱ء) مصر میں ایک فساد ہوا۔ اور اس کا الزام احمد عربی پاشا کے سر رکھا گیا۔ خدیو مصر توفیق پاشا کے زمانہ میں مصریوں اور چرکسی ترکوں کی دو پارٹیاں تھیں۔ اور عربی پاشا مصری افسر تھے۔ انہوں نے چرکسی وزیر جنگ عثمان رفقی کے خلاف اپنی قوم کی حمایت کی۔ یورپین افسر چرکسیوں کے حامی بن گئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی پاشا۔ اور ان کی پارٹی کے بعض اور لوگ قید کر لئے گئے مگر حکومت کے اس طرز عمل سے فوج بگڑ گئی۔ حتیٰ کہ وہ اپنے افسروں کو جیل سے نکال لائی۔ یہ ہوا تو رفقی مذکور معزول اور اس کی جگہ محمود پاشا ساحی مامور ہوئے اور یہ مصریوں کے حامی تھے۔ لیکن ابھی نزاع کا خاتمہ نہیں ہوا۔ عربی پاشا کو شہید اور محمود کو معزول کرنے کی بھی سازش کی گئی۔ اور ادھر دوم حاصل کر لیا۔ لیکن عربی پاشا بال بال بچ گئے۔ اس کے بعد بہت کچھ ہوا۔ اور بالآخر ۹ ستمبر ۱۸۸۱ء میں عربی پاشا حکومت سے پارلیمنٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ عربی پاشا کی کامیابی کے حصہ دار شیخ محمد عبداللہ سعد زاغلول اور دیگر حامیان قوم بھی تھے۔

اس کے بعد واقعات نے پلٹا کھایا۔ حتےٰ کہ فدائے قوم احمد عربی پاشا کو حکومت نے گرفتار کر کے سیلون بھیج دیا۔ زاغلول پر بھی الزام لگایا گیا۔ مگر انہیں صرف یہ سزا دی کہ وزارت سے علیحدہ کر دیا۔ سعد پر یہ بھی الزام لگایا گیا۔ کہ وہ مصر کی خفیہ انجمن جمعیت الاقوام کا رکن ہے۔ مگر یہ امر ثابت نہ ہو سکا۔

ایڈوکیٹ جنرل سعد اس کے بعد چند روز تک خانہ نشین رہے۔ مگر جب ۱۸۹۴ء میں مصر کے اندر ہائی کورٹ کھولا گیا۔ تو ان کو ایڈوکیٹ جنرل بنا دیا گیا۔ اور آپ سات سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

نائب قاضی ۱۸۹۲ء میں آپ کو محکمہ اپیل میں نائب قاضی کا منصب دیا گیا پھر قاضی بنا دیا گیا۔ اور آپ آخر مستشار قرار پائے۔

وزیر تعلیمات جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی علمیت سے مفاد حاصل کیا جائے تو آپ کو وزیر تعلیمات بنا دیا گیا۔ اور اس کے بعد آپ وزیر معارف بنائے گئے۔ اور آپ نے ہر جگہ ملک و قوم کی صلاح و فلاح کا پہلو مدنظر رکھا۔

قومی خدمات سعد ۱۹۱۳ء میں بزمانہ وزارت محمد سعید پاشا وزیر قانون تھے اور اب آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرکاری خدمات سے مستعفی ہو گئے۔ اور آپ نے قومی خدمات کا بیڑا اُٹھایا۔ اور آزادی و حریت کا غلغلہ ایسی بلند آہنگی سے اُٹھایا کہ تمام مصر کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔

فرانسیسی اور جرمنی زبانیں سیکھنا سعد زاغلول خاموشی اور استقلال کے ساتھ قوم کو بیدار اور نوجوانوں کے دلوں میں حب وطن کی آگ پھونکتے رہے۔ اس وقت جنگ یورپ چھڑی۔ اور اس زمانہ میں آپ نے فرانسیسی اور جرمنی زبانیں سیکھیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اس وقت ان کی عمر پچاس ساٹھ برس سے کم نہ تھی۔

عزم لندن جنگ عظیم ختم ہو جانے پر سعد زاغلول ایک وفد لندن لے جانے کے لئے کمربستہ ہوئے۔ تاکہ وزرائے برطانیہ کے روبرو مصر کے مطالبات پیش کریں۔ اور اس کے بعد فرانس وغیرہ دیگر دول یورپ کے سامنے جا کر اپنا دکھڑا روئیں۔ ۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو انہوں نے لندن روانہ ہو جانے کا ارادہ کیا۔ مگر حکومت مصر نے اُنہیں اور اُن کے رفیقوں کو پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا۔

اہل مصر کی ناراضی انکار کا کرنا تھا کہ تمام مصر صدائے احتجاج سے گونج اُٹھا

کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جس میں جلسے منعقد کر کے ناراضی کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔ جلسوں سے کام نہ چلا تو مظاہرے کئے گئے۔ اور اس کے بعد ہڑتالیں۔

قید فرنگ حکومت جانتی تھی کہ یہ روح بیداری سعد زاغلول نے ہی پیدا کی ہے۔ یہ تو صحیح تھا۔ لیکن اُس نے اس مرض کا جو علاج سوچا وہ غلط تھا جیسا کہ اُسے جلد معلوم ہوگیا۔ ۱۸ر مارچ ۱۹۱۹ء کو حکومت نے اس جواں مرد کو گرفتار کرلیا۔ ان کے تین رفیق محمود پاشا۔ اسمٰعیل صدقی پاشا۔ اور احمد الیاس بھی اسیر بلا ہوئے۔ اور ان سب فدایان ملت کو جزیرہ مالٹا میں جلاوطن کر دیا گیا۔

طوفان ناراضی ان گرفتاریوں نے مصر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگادی۔ ایسا جوش اُٹھا کہ حکومت کے ناخنوں تک زور لگانے کے باوجود فرد نہ ہوا۔ حتیٰ کہ حکومت مجبور ہوئی کہ معزز اسیران بلا کو آزاد کرے۔ چنانچہ ۷ر اپریل ۱۹۱۹ء کو ہر چہار مذکورہ بالا معزز لیڈران مصر کی رہائی عمل میں آئی۔ جس نے تمام سرے سے مصر میں آزادی کی روح پھونک دی۔

مصری وفد فرانس میں حکومت مصر نے ہرچند چلتی گاڑی میں روڑے اٹکائے مگر زاغلول اپنا وفد لے کر فرانس چل ہی دیئے۔ اور پیرس جا پہنچے۔ وزارت کے روبرو مصری قوم کا مطالبہ پیش کیا۔ لیکن وزارت کے فرشتوں کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔

امریکہ میں سرگرمیاں اس کے بعد زاغلول کا وفد امریکہ پہنچا۔ پریسیڈنٹ ولسن کے سامنے مصر کے تمام حالات کھول کر رکھ دیئے۔ مگر پتھر پہ جونک نہیں لگی۔ اس ناکامی کے بعد زاغلول نے امریکہ میں ایک کتاب شایع کی۔ جس میں مصری قوم کے مطالبات۔ ولسن کی بے نیازی برطانیہ کے خلاف دلائل وغیرہ مستنبط کئے۔ جس سے امریکہ والوں کو یک گونہ حالات مصر سے دلچسپی ہوگئی۔

واپسی جب مصری فدایان قوم کا وفد وطن واپس آیا۔ تو قوم نے اس کا نہایت

جوش وخروش کے ساتھ استقبال کیا۔ اس قدر ہجوم اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ قاہرہ کے بازاروں میں چالیس لاکھ کا مجمع تھا۔

برطانوی وفد مصر میں

مئی ۱۹۱۹ء میں برطانوی وفد قاہرہ پہنچکر سمراس ہوٹل میں مقیم ہوا۔ غرض یہ تھی کہ گذشتہ فسادات کی تحقیقات کرے۔ لارڈ ملز اس کے صدر تھے۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کوئی مصری ان سے بات کرنے کا روادار نہیں۔ ہوٹل کے چاروں طرف مسلح موٹریں کھڑی رہتی تھیں۔ اور اوپر ہوائی جہاز منڈلاتے رہتے تھے۔ وفد نے مختلف طبقہ کے مصریوں کو شہادت دینے کے لئے بُلایا۔ مگر ایک انسان بھی نہ گیا۔

زاغلول اور دیگر لیڈر اس وفد کے مقاطعہ کا پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے۔ اور تمام مصر کو اس پر آمادہ کر دیا تھا۔ اس وقت مصر نے بھی ایسے اتحاد عمل کا ثبوت دیا جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ ایک کسان سے سوال کیا گیا کہ تم نے کھیت میں کیا بویا ہے۔ تو اس نے کہا کہ زاغلول پاشا سے جاکر دریافت کرو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لارڈ ملز کا وفد ناکام واپس گیا۔

دوبارہ عزم یورپ

لوگ مصر کی حکومت سے نالاں تھے۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں مصری نوجوان نے وہبی پاشا وزیر اعظم پر بم پھینکا۔ مگر وہ بچ گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آئے۔ اسی بنا پر حکومت نے پولٹیکل جلسے بند کر دیئے۔ اب زاغلول انگلستان پہنچے۔ لارڈ ملز نے مصر کے متعلق اُن سے گفت وشنید کرنی چاہی۔ مگر انہوں نے کہا کہ جب تک میں اپنے ملک سے اُن کے مطالبات دریافت نہ کرلوں کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی غرض سے انہوں نے اپنے چار نائب مصر بھیجے۔ اور جب وہ واپس ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اہل مصر ان تجاویز کو نہیں مانتے۔ بلکہ وہ کامل آزادی کے خواستگار رہیں۔

واپسی

۶ اپریل ۱۹۲۱ء کو زاغلول قاہرہ واپس آگئے۔ اس کے بعد بہت کچھ قضئے فضئے ہوتے رہے۔ وزیر عدلی پاشا کا وفد یورپ گیا۔ مگر مصر نے متفقہ آواز

سے کہدیا کہ وہ ہمارا قایم مقام نہیں ہے۔ اس کے بعد مصر میں ترک موالات کا وہ زور شور ہوا کہ ہندوستان میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ اور آخر کار زاغلول پاشا کو گرفتار کر کے مارشل لا جاری کر دیا گیا۔ چند روز کے بعد اس یگانہ روزگار لیڈر کو سیلون میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اور بنکوں میں ان کا روپیہ بھی روک لیا گیا۔

یہ یاد رہے کہ ان کی جلاوطنی کے زمانہ میں ان کی بیگم نے بھی بڑا کام کیا۔ تحریک ترک موالات میں گویا وہ قوم کی لیڈر تھیں۔

موجودہ حالت | زاغلول اور ان کے رفیق سیلون میں نظر بند ہیں۔ مصر اب تک ان کی آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ برطانیہ کے اعلان آزادی کو طوق غلامی سے زیادہ قیمتی نہیں سمجھتا۔ زاغلول بوڑھے آدمی ہیں۔ اُن کی صحت بھی خراب ہے۔ اور کہتے ہیں کہ برطانیہ ان کی بزرگ داشت کرتی ہے۔ الغرض یہ بوڑھا شیر ہنوز قید فرنگ میں ہے۔ مگر محض ملک اور قوم کی خاطر۔

کہا جاتا ہے۔ کہ مصر کو آزادی مل گئی۔ مگر مصر والے اسے تسلیم نہیں کرتے تاہم جو کچھ ملا ہے۔ وہ اسی جوان ہمت بڈھے کی فداکاریوں کا نتیجہ ہے۔ اور وہ آج بھی قوم کے لئے پا بجولاں ہے۔

خدا تعالےٰ اس کے قلب کو مطمئن کرے۔ اور اُسے جلد پھر موقع دے کہ وہ پھر قوم کی خدمت کر سکے۔ جس کے لئے وہ تڑپ رہا ہے۔

سیرت | سعد زاغلول ایسی اعلےٰ سیرت کا انسان ہے۔ کہ اُس کے دشمن بھی اُس کے مداح ہیں۔ سیاست۔ تدبر تعقل اس کی گھوٹی میں پڑا ہے۔ اس کی عظمت کا اعتراف اُس کے مخالف بھی کرتے ہیں۔ فی الحقیقت وہی۔ ہاں صرف وہی مصر کا لیڈر رہے۔

جبل الطارق میں | لندن ۲۸ ستمبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ خرابی صحت کی وجہ سے زاغلول پاشا کو جزیرہ شیلیز سے ہٹا کر جبل الطارق (جبرالٹر) بھیج دیا گیا ہے۔ جہاں ان کے لئے معقول جائے اقامت کا انتظام کیا جائے گا۔ زاغلول پاشا کی زوجہ محترمہ کو اپنے شوہر کیساتھ شامل حال ہونے کیلئے سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زاغلول پاشا کی صحت اچھی ہے اور وہ اس تبدیلی کو پسند کرتے ہیں۔

غازی جمال پاشا

آپ ایک شریف اور معزز ترک ہیں۔ اور حکومت ترکی کے اکثر ملکی و جنگی صیغہ جات میں بڑے بڑے اعلےٰ عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ آپ نہایت ہی حلیم اور خوش خلق ہیں۔ آپ نے اکثر دفعہ سلطان عبدالحمید خاں کے وقت جنگی خدمات سرانجام دی ہیں۔ کچھ عرصہ سے آپ کے خیالات میں تغیر واقع ہو گیا۔ اب بفضل خدا آپ مصطفےٰ کمال پاشا کی حسب ہدایات خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اور حسب الحکم آپ کے ترکان احرار کی جانب سے کچھ احکام لے کر دولت خداداد افغانستان میں غازی امیر امان اللہ خاں بادشاہ کابل کی خدمت میں پہنچے۔ جہاں پر آپ کا والی افغانستان کی جانب سے بڑے بڑے افسران سلطنت نے شاندار استقبال کیا۔ اور آپ کی بہت عزّت افزائی کی۔ اور چند روز قیام کرنے کے بعد دولت افغانستان اور دولت عثمانیہ میں ایک عہدنامہ مرتب کیا گیا۔ جس کی ایک شرط کی رو سے افغانستان نے دولت عثمانیہ کے حق خلافت کو قبول و تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد غازی جمال پاشا نے حسب اجازت دولت افغانیہ کابل میں ایک حربی کالج کھولا جس میں شریف افغانوں کے لڑکے جنگی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور اسی غازی ممدوح کی طفیل اکثر قبائل افاغنہ نے بہت سی جنگی اصلاحیں کر لی ہیں۔ اس وقت غازی مذکور کابل میں ایک ہر دل عزیز شخص ہیں۔ قاعدہ کُلّی ہے کہ اکثر ایسی ذی ہمت ہستیاں بوجہ اپنی قومی خدمات کے دیگر اقوام کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہیں۔ اور وہ لوگ ایسے شجاع شخص کے مفید کارناموں کو جو اقوام مسلم کے حق میں مفید اثر ہیں نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا اُس کی نابودگی کے درپے ہوئے چنانچہ نہایت رنج و افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ غازی موصوف کی شہادت کی خبر حسب ذیل ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے:۔

غازی جمال پاشا کی شہادت

خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ غازی جمال پاشا کی لاش ارض روم میں لائی گئی۔ حکومت انگورا نے قفقاز کی سرحد پر ایک فوجی دستہ بھیجدیا ہے۔ اور طفلس کو دھمکی دی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ یا تو قاتلوں کو فوراً سزا دی جائے یا ان کو حکومت انگورا کے حوالے کر دیا جائے۔ بولشویک حکومت ۱۵۰ ارمینیوں کو گرفتار کر چکی ہے۔ یہ تمام آرمینیں بولشویکوں کے خلاف جد و جہد کر رہے تھے۔ یہاں ہر شخص یہی کہیگا کہ غازی جمال پاشا بولشویکوں کے لئے کانٹا تھے۔ اور ان کا خاتمہ ان کے لئے خوش کن امر ہے۔ اس سلسلہ میں بولشویکوں کو یہ بھی موقعہ مل جائیگا کہ اُن تمام لوگوں کا جو بولشویزم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ خاتمہ کر دیا جائے ؎

غازی نورالدین پاشا فاتح سمرنا

غازی مصطفٰے کمال نے جنرل نورالدین پاشا کو سمرنا کا گورنر مقرر کر کے موصوف کی خدمات اسلام کا عملی اعتراف کیا ہے۔ جنرل نورالدین پاشا کے نام سے مسلمان ناواقف نہیں۔ عراق عرب میں انگریزی سپاہ کے مقابلہ میں انکے شاندار کارنامے ناقابل فراموش نہیں۔ قط العمارہ میں جس ترکی جنرل نے جنرل ٹاؤنشنڈ اور انکی فوج کو گھیر کر ایک طویل محاصرہ کے بعد ان سے ہتھیار رکھوائے تھے وہ یہی ممتاز جنرل تھے اور عراق عرب کی جنگ کے متعلق ان کے حسن اخلاق اور ضبط انتظام کی بہت تعریف کی ہے۔ جنرل موصوف نے ابتداءً انگلستان کے ایک حربی مدرسہ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد وہ قسطنطنیہ کی ملٹری کالج میں داخل ہوئے ترکی سپاہ میں داخل ہونیکے بعد انکے جوہر کھلنے لگے۔ وہ انجمن اتحاد و ترقی کے ایک نہایت ہی مستعد و سرگرم رکن رہے ہیں جنگ شروع ہونے کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد انہیں عراق عرب بھیجدیا گیا۔ جہاں انہوں نے اس صوبہ کی حفاظت میں نہایت ہوشیاری اور قابلیت سے اپنے فرائض انجام دیئے اگر حالات نامساعد نہ ہوتے تو انگریزی سپاہ کو کبھی بغداد تک پہنچنے کا موقعہ نہ ملتا۔ اسی جنرل کی جنگی قابلیت نے نہ صرف یونانی سپاہ کو تباہ کر دیا ہے بلکہ یونانی سپہ سالار کو بھی معہ اسکے پورے عملہ کے قید کر لیا ہے۔ اس لئے سمرنا ایسے مقام کی گورنری ایسے ہی قابل سپہ سالار کو تفویض کرنی چاہیئے تھی ؎

GHAZI MAHMOOD SHAUKAT PASHA.

محمود شوکت پاشا

غازی محمود شوکت پاشا

ابتدائی حالات

محمود شوکت پاشا کی ولادت اور تعلیم

محمود شوکت پاشا عربی النسل عثمانی رعایا ہیں۔ آپ ایک باعزت اور اعلےٰ خاندان سے ہیں۔ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد صوبہ بصرہ کی گورنری کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ جب انہوں نے ہوش سنبھالی تو ان کے والدین نے ان کو تعلیم کی تحصیل میں لگایا۔ کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب ان کی عمر ۲۶ سال کی ہوئی۔ تو انہوں نے ۱۸۸۲ء میں ترکی کے فوجی سکول اور جنرل اسٹاف کی افسری کو خیرباد کہا۔ جرمنی کے فیلڈ مارشل وان ڈر گولتز کی رہنمائی میں رہے۔ اور کچھ عرصہ تک اس کی شاگردی کے حلقہ میں رہ کر فوجی تعلیم جرمنی میں حاصل کی۔

شوکت پاشا کی شکل و شباہت

محمود شوکت پاشا ایک دبلے پتلے مگر میانہ قامت اور سپاہیانہ وضع کے آدمی تھے۔ شکل خوبصورت۔ آنکھیں نہ بہت بڑی اور نہ بہت چھوٹی۔ لیکن گول گول۔ آپ کے چہرے پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ نہایت ہی مدبر با تدبیر صائب آدمی ہیں۔ اعضا آپ کے فراخ فراخ اور موٹے موٹے۔ ریش چھوٹی چھوٹی اور تراشیدہ رکھتے تھے۔

شوکت پاشا کے اخلاق و عادات

شوکت پاشا بڑے خلیق۔ آن پہ جان دینے والے اور حقیقی غیور وطن پرست تھے۔ غازی ممدوح بڑے مستعد تھے۔ اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں انتہا سے زیادہ چستی کے ساتھ دلچسپی لیتے تھے۔ نہایت ہی مستقل مزاج تھے۔ ہمیشہ راستی اور حق کی طرف مائل ہوتے تھے۔ ہر کام میں خدا پر متوکل ہو کر پیشقدمی کرتے تھے۔ ہر حالت میں اسی کو اپنا کفیل جان کر اعداء سے کبھی نہ گھبراتے تھے۔ اسلام کی حفاظت میں اپنی جان نثار کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے

ناظرین! غازی محمود شوکت پاشا وزیر اعظم ترکی کے ابتدائی حالات اسی قدر تبرکاً درج کر دیئے گئے ہیں۔ اگر آپ کو زیادہ حالات پڑھنے کا شوق ہو تو سوانح عمری غازی محمود شوکت پاشا با تصویر قیمت ۸ر منگا کر پڑھیں نہایت اعلےٰ ہے۔

شوکت کا فوج میں تقرر ابتدا میں شوکت پاشا ایک کمیشن کے ساتھ مقرر ہوئے۔ جس کا کام اسلحہ کی خریداری تھا۔ اس کام کو تن دہی اور جانفشانی سے سرانجام دیتے رہے۔ کئی سالوں تک انہوں نے اسی طرح حکومت کی خدمت گزاری کی چنانچہ دس سال تک برابر اس سلسلہ کار میں فرانس اور جرمنی میں رہ کر دولت عثمانیہ کیلئے ان ممالک سے اسلحہ اور بندوقیں خریدتے رہے۔ جرمنی میں رہ کر انہوں نے جرمنی افواج کی تربیت و تکمیل انتظام اور اہتمام وغیرہ سب کچھ اچھی طرح سے سیکھ کر ذہن نشین کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ مُلک میں واپس آئے۔ تو انہوں نے بھی عثمانی عساکر میں جرمنی کی سی فوجی تعلیم کا طریقہ رائج کیا ؎

شوکت کے فوجی عہدے اس سفر میں رہ کر وہ بیمار ہو گئے۔ جس کے باعث سے ان کو ۱۸۹۶ء میں ترکی میں واپس آنا پڑا۔ صحت یابی کے بعد وہ اپنے وطن میں ہی جنرل بریگیڈیر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔

۱۸۹۷ء میں جنگ ترکی و یونان شروع ہو گئی۔ اس وقت بھی شوکت پھر بیمار ہو گئے اور اس جنگ میں حصہ نہ لے سکے۔ اس جنگ کے اختتام پر جب کہیں صحت ہوئی تو اس وقت آپ کو توپ خانہ کا افسر اعلےٰ بنا دیا گیا۔ تب وہ فوجی امور میں نہایت ہی مستعدی اور ہوشیاری سے حصہ لینے لگے۔

۱۹۰۱ء میں سلطنت عثمانیہ نے تار برقی کا سلسلہ اپنے ملک میں شروع کرنا چاہا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ ایک خاص مشن ہمراہ لے کر حجاز تشریف لے گئے۔ جب وہ وہاں سے واپس قسطنطنیہ ہوئے تو اپنی پُرانی جگہ پر مامور ہوئے اور کام کرنے لگے۔

۱۹۰۶ء میں حکومت نے ان کو قوصوہ کی گورنری کا عہدہ عطا کیا۔ تب سے تمام یورپ میں ان کی شہرت ہو گئی۔ برابر دو برس تک اس عہدہ جلیلہ پر مقرر رہے

دوبرس کے بعد جب حلمی پاشا وزارت کے رکن ہوکر قسطنطنیہ چلے گئے۔ تو محمود شوکت پاشا مقدونیہ کے انسپکٹر جنرل مقرر کئے گئے۔ اس اثنار میں انہوں نے البانیہ کے پہاڑی علاقوں کے نوجوان ترکوں کی حمایت کی۔

۱۹۱۱ء میں وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ اور اس عہدے پر اٹلی اور ترکی کی جنگ چھڑنے کے کچھ عرصہ بعد تک ممتاز رہے۔ جنگ بلقان کے موقع پر حکومت نے ان کو ترکی فوج کے ایک حصہ کا حاکم بنانے کی تجویز کی۔ مگر انہوں نے انجمن اتحاد و ترقی کی بابت عوام کا خیال بدلا ہوا دیکھ کر اس سے انکار کر دیا۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں انہوں نے بباعث خرابی صحت وزارت صیغہ جنگ سے استعفا دے دیا۔

۱۹۱۳ء میں انقلاب وزارت کے بعد شوکت وزیر اعظم سلطنت عثمانیہ مقرر ہوئے۔ اور اسی عہدے پر اپنے فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے دشمنوں کے ہاتھوں سے شہید ہوکر راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محمود شوکت پاشا یورپین ترکی کی افواج کے سپہ سالار

جب قسطنطنیہ میں امن و امان ہوگیا۔ باغیوں اور اعدائے سے شہر پاک وصاف ہوگیا۔ حکومت کی کارروائیاں پہلے کی طرح معمول پر آگئیں تو پھر محمود شوکت پاشا یورپین ترکی کی تمام افواج کے سپہ سالار مقرر کر دیئے گئے۔ فساد قسطنطنیہ سے پہلے وہ صرف رومیلیا کی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔

جنگ طرابلس اور محمود شوکت پاشا

شوکت کی وزارتی زندگی کا دور

اس سے پہلے ہم شوکت پاشا کی اس زندگی کا ذکر کر چکے ہیں۔ جو مختلف فوجی عہدوں پر مامور رہ کر گزری۔ محمود شوکت پاشا کی اس زندگی پر نظر ڈالنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کس خیر خواہی اور حب الوطنی سے انہوں نے اپنی خدمات مفوضہ سرانجام دیں۔ ملت اور ملک کی محبت ان کے دل میں کس قدر تھی۔ اور غیرت و حمیت کے وہ کس قدر مالک تھے۔ جو خدمات انہوں نے

سرانجام دیں۔ نہایت ہی خلوص نیتی سے سرفروشانہ طور پر سرانجام دیں۔ جن کے باعث ملک اور
قوم کی نظروں میں ان کی عزّت بڑھ گئی۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب حکومت کے زمانہ میں
آپ کی فوجی و انتظامی قابلیت بہت کچھ ہر دلعزیزی حاصل کئے ہوئے تھے۔ ۱۹۰۹ء
میں جب کہ رجعت پسندوں نے دوبارہ قسطنطنیہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ اور دستوری حکومت
کو مٹانا چاہا۔ آپ اس وقت ترکی افواج کے کمانڈر تھے۔ فوراً فوج لے کر آستانہ کی طرف
بڑھے۔ اور اعلےٰ فوجی قابلیت سے مخالفوں کے چھکے چھوڑا دیئے جس کارنمایاں سے
جمہور کی نگاہوں میں آپ کی عزّت اور وقعت اور بھی بڑھ گئی۔ ان پر قوم کی طرف سے کبھی
بھی نکتہ چینی نہیں ہوئی۔ دیگر اراکین ترکی میں سے کوئی بھی قوم کی نکتہ چینی اور اعتراضات
سے نہیں بچا۔ صرف انہیں کا دامن زندگی اپنے ہموطنوں کے اعتراضات کے داغوں
سے پاک وصاف رہا۔ اب ہم آگے چلکر آپ کو اس غیورا ور سچے وطن پرست کی وزارتی
زندگی کا نقشہ کھینچکر دکھاتے ہیں جس سے آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ آیا ان کی یہ زندگی
ملک کی خیر خواہی میں گذری یا بدخواہی میں۔ اور انہوں نے ملک کی بہتری اور صلاحیت کے
لئے کیا کیا سنگ بنیاد رکھے۔

شوکت وزیر جنگ کے عہدے پر

جنوری ۱۹۱۱ء میں آپ وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ یعنی جنگ طرابلس
کے آغاز سے صرف ۹ ماہ قبل۔ اس عرصہ میں آپ نے ملک کے
سود اور بہبود کے لئے نہایت ہی کوشش کی۔ کمزور مقامات کو
مستحکم بنایا۔ جہاں فوج کی کمی تھی۔ وہاں فوج زیادہ کی۔ آپ نے نہایت ہی استقلال اور سرگرم
جدوجہد سے ترکی فوج کی تربیت شروع کی۔ چنانچہ طرابلس جیسے دور دراز مقام میں بھی انہوں
نے فوجی نظام میں تغیر و تبدل کر دیا۔ وہاں کے دقیانوسی اور بیکار اسلحہ آستانہ منگالئے اور
ان کے بدلے جدید اسلحہ بھیجدیئے۔ جنگ چھڑنے سے قبل انہوں نے کثیر التعداد ترک
افسر بھی فوج مرتب کرنے کے لئے طرابلس بھیجدیئے۔ مگر قلت وقت نے مدافعانہ تیاریوں
کا موقع نہ دیا۔ اور جھٹ پٹ یورپ کا مہذب ڈاکو سلطنت ترکی کی دور دراز کی املاک
پر چڑھ دوڑا۔ یعنی اٹلی یکم اکتوبر ۱۹۱۱ء کو طرابلس پر ۲۴ گھنٹے کا نوٹس دے کر حملہ آور ہوا۔ اور

فوراً ترکی سے کمک کو روکنے کے لئے طرابلس کے سمندری ساحل کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سمندر کو خطرناک بنا دیا۔ اب ترکی سے لئے یہ امر بہت ہی محال ہو گیا۔ وہ طرابلس میں کسی طرح کی کمک نہیں بھیج سکتے تھے۔ کیونکہ ہر طرف سے اٹلی نے ناکہ بندی کی ہوئی تھی یورپین طاقتوں میں سے کسی نے بھی اٹلی کی اس بے تحاشہ اور اچانک کارروائیوں پر نوٹس نہ لیا۔ کہ باقاعدہ طور پر کچھ میعادی نوٹس دے کر حملہ کرے۔ تاکہ ترکی بھی اپنی جنگی کارروائیاں مکمل کرے۔ بلکہ سلطنت برطانیہ نے مصر میں غیر جانب داری کا اعلان کر دیا۔ بس پھر کیا تھا خشکی کے راستے سے بھی ترکی فوج اور کمک بھیجنے سے مجبور ہو گئی۔ صرف مصر کے راستے سے ہی فوج طرابلس میں پہنچ سکتی تھی۔ سو اس کی بھی ناکہ بندی مصری گورنمنٹ نے کر دی مگر باوجود یورپین طاقتوں کے ایسے معاندانہ سلوک کے بھی یہ مرد میدان بالکل نہ گھبرایا ذرا بھی ہراساں نہ ہوا۔ اپنی سیاسی تدبیر اور تجویز پر برابر ڈٹا رہا۔ اٹلی کے غاصبانہ سلوک اور مصری حکومت کی غیر جانبداری اس کے استقلال کو بالکل متغیر نہ کر سکی۔ بلکہ بیش از پیش ہمہ تن مصروف ہو کر اٹلی کو روکنے کے لئے جد و جہد کرنے لگا۔ اگر وزارت کے عہدے پر شوکت اس وقت مامور نہ ہوتا۔ تو بالیقین یہ ضروری تھا کہ کسی نہ کسی طرح طرابلس پہنچکر ترکوں اور عربوں کی امداد کرتا۔ مگر پھر اس مدبر باتدبیر نے ایسی ایسی کارروائیاں کیں۔ کہ قسطنطنیہ میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے تمام اعراب افریقہ میں ہیجان اور جوش پیدا کر دیا۔ کہ خود بخود عرب لڑنے کے لئے میدان میں دوڑے چلے آتے تھے۔

اس مصیبت کے وقت میں حقی پاشا صدر اعظم گھبرا اٹھا۔ اور مجلس وزرا میں اٹلی کے دفعتہً حملے کے متعلق گفت و شنید ہوئی۔ حقی پاشا صدر اعظم نے تو صاف طور پر اپنی کمزوری اور ناقابلیت مقابلہ کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ہماری بحری طاقت اٹلی کی بحری قوت کا مقابلہ کر کے ہرگز عہدہ برا نہیں ہو سکے گی۔ لہذا تقدیر الٰہی پر متوکل ہو کر خاموش ہو رہنا بہتر اور مناسب ہے۔ شیخ الاسلام اور وزیر داخلہ نے حقی پاشا کی اس بزدلانہ رائے کی نہایت سختی اور شدت سے مخالفت کی۔ اور کہا کہ کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیئے۔ جس سے اپنے قدیمی وطن کو بے عزتی اور بے حمیتی کے ساتھ فروخت

کرنے کی بو پائی جائے۔ وزراء نے اندیشہ اور خوف ظاہر کیا کہ اگر کوئی ایسی وطن فروشی
کی تجویز پاس بھی ہوگئی۔ تو تمام اسلامی دنیا میں طیش اور غضب کی آگ بھڑک اُٹھے گی۔
بس سب نے صدر اعظم کو سمجھایا کہ آپ کو طرابلس کی موجودہ فوجی طاقت کا علم ہی
نہیں۔ وزراء کی اس تردید پر صدر اعظم نہایت ہی حیران و پریشان ہوئے۔ اور
ان کا رنگ روفق ہوگیا۔ اور بالآخر بے چارگی اور بے کسی کی حالت میں وہ وزیر
جنگ شوکت پاشا کی طرف مائل ہوئے۔ تاکہ ان کو اپنی رائے کا موید اور حامی بنائیں
مگر وزیر جنگ جیسا شریف اور محب وطن افسر جس کے سینے میں ایک بڑا دل اور پہلو
میں بہت بھاری گردہ تھا۔ کس طرح اس کمزور اور ضعیف خیال کی تائید کر سکتا تھا۔ بلکہ
انہوں نے ایک ناگوار طریق پر حقی پاشا کی قیاسی غلط فہمی کی قلعی کھولی۔
بعد ازاں مجلس وزارت برخاست ہوئی۔ مگر حقی پاشا کے سینے میں ایک چڑیا کے
دل کے برابر دل تھا۔ ان کو وزیر جنگ کی دلائل اور گفتگو سے سہارا اور حوصلہ نہ ہوا۔ اور
بہت جلدی اپنے عہدے سے مستعفی ہوئے۔ ان کی جگہ سعید پاشا انجمن کا ایک
سرگرم رکن وزیر اعظم مقرر ہوا۔

فوج اور کمک تو کسی طرف سے طرابلس میں پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ چیدہ چیدہ
فوجی افسران ترکی خدا پر بھروسہ رکھ کر طرابلس کی طرف چل دیئے۔ چنانچہ غازی انور
پاشا بھی برلن سے فی الفور واپس بلائے گئے۔ مصر کے راستے ہو کر طرابلس میں پہنچے۔ ان
کے کارنامے علیحدہ ان کی سوانح عمری میں درج ہیں۔ الغرض محمود شوکت پاشا کا زمانہ
شوکت وصولت کا زمانہ تھا۔ ان افسروں نے طرابلس پہنچتے ہی عربوں کی ایک باقاعدہ
فوج اٹلی کے مقابلہ کے لئے تیار کر دی۔ وزیر جنگ خود تو ترکی کے دار الخلافہ میں
تشریف رکھتے تھے۔ مگر ان کا سیاسی تدبر طرابلس میں کام کر رہا تھا۔

اس وقت عالم اسلام میں عام طور پر یاس وہراس کا دور دورہ ہوگیا۔ مگر غازی
محمود شوکت پاشا اس عزم واستقلال اور توکل کے ساتھ جو ایک مدبر کا شیوہ ہونا چاہیے
مدافعت کے خیال پر ڈٹے رہے۔ اور اس امر کی تائید کی کہ آخری وقت تک ہمیں مقابلہ

اور مقابلہ میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ چنانچہ جس وقت ڈیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار نے غازی ممدوح سے یہ پوچھا کہ کیا جنگ طرابلس کی طوالت میں آپ کو فتح و نصرت کی امید ہے؟ تو آپ نے نہایت استغنا اور طمانیت قلب کے ساتھ فرمایا۔ کہ میرا ایمان و ایقان ہے کہ چونکہ ہم حق پر ہیں۔ لہذا معین حقیقی ضرور بالضرور ہماری امداد و اعانت کرے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ عالم اسباب کا خیال کرتے ہوئے طرابلس میں ہم ایک لمحہ بھی مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھے۔ مگر فضل ایزدی کے شامل حال ہونے کی وجہ سے اب تک دشمن کی مدافعت کر رہے ہیں۔

صلح اٹلی و ترکی کے متعلق دولت عثمانیہ کے تاریخی دشمن روس نے درہ دانیال کا مسئلہ چھیڑا تو آپ نے بحیثیت دولت عثمانیہ کے سپہ سالار اعظم ہونے کے مجلس وزراء میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ عثمانیوں کی فوج ظفر موج کو اگر ضرورت پڑی تو وہ ماسکو کو اپنے پاؤں میں روندتی ہوئی سینٹ پیٹرس برگ میں عثمانی جھنڈا جا گاڑے گی۔ اسی طرح جنگ طرابلس کے وقت "یونوفری پریس کے نامہ نگار نے جس وقت دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں دول یورپ کے بیچ بچاؤ کا کیا نتیجہ ہوا یا ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا "کچھ بھی نہیں" پھر نامہ نگار مذکور نے پوچھا کہ کب تک بے قاعدہ جنگ اور بے سروسامانی کی مدافعت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تو آپ نے ارشاد کیا "غیر محدود زمانے تک"۔

جنگ طرابلس اور مسئلہ دردانیال میں آپ اور آپ کے ہم خیال وزراء نے وہ قابلیت دکھائی کہ دنیا کو ترکوں کے تدبّر و تعقل کا حق الیقین ہو گیا۔ چنانچہ ایک نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے مسئلہ دردانیال میں اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ ترک مدبروں نے اس وقت اپنی حذاقت و قابلیت کا پورے طور پر نہایت قابل تعریف ثبوت دے دیا ہے۔ اوّل تو انہوں نے برطانوی اور روسی مدبّروں میں کشیدگی پیدا کر دی ہے۔ دوسرے روس وغیرہ کی تہدید آمیز تحریک سے بے پروائی دکھا کر یورپ پر اپنی طمان و شوکت کا بوجہ احسن اظہار کر دیا ہے۔ تیسرے مطالبہ کے وقت درہ دانیال کا راستہ بند کر کے انہوں نے مسئلہ مذکور الصدر میں یورپ سے اپنی ہر طرح

مطلق العنانی تسلیم کرالی۔

آپ کو اوائل جنگ طرابلس ہی سے خیال تھا کہ بلقان میں آتش فتنہ مشتعل ہو کر دنیا کے امن و امان کو کسی نہ کسی روز بھسم کر دے گی۔ اور ترکوں کا قدیم دشمن روس دولت عثمانیہ کی مشکلات سے ضرور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس خیال کی وجہ سے غازی ممدوح نے اپنے عہد وزارت میں بطریق حفظ ماتقدم ایک لاکھ بیس ہزار ردیف فوج صرف سرزمین رومیلیا میں مقرر کر رکھی تھی۔ بدیں خیال کہ اگر کسی وقت ضرورت پڑی تو یہ فوج اور یورپین ترکی کے دیگر مقامات کے عساکر عثمانیہ جن کی مجموعی تعداد تین لاکھ تھی۔ اعدا کو تباہ و برباد کر دے گی۔ مگر وزارت سعیدیہ جس کے آپ رکن تھے مستعفی ہو گئی۔ اور اس کی جانشین غدار وزارت نے تمام مجتمعہ طاقتوں کو منتشر کر کے مستحکم مقامات کو کمزور کر دیا۔ اور شوکت کی تدابیر پہ پانی پھیر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف توقع بلقانی ریاستیں میدان کو خالی پا کر چڑھ دوڑیں۔ اور آناً فاناً ایڈریانوپل تک پہنچ گئیں۔ غدار کامل کی وزارت نے مقدونیہ اور البانیہ کو آزاد کرنے کے علاوہ یہاں تک فیصلہ کر لیا تھا کہ آستانہ کی کنجی ایڈریانوپل اور ترکی کی طاقت و جبروت کے اصلی مقامات جزائر بحیرہ ایجین کی قسمت کی باگ بھی مسلم کش دول یورپ کے حوالہ کر دی جائے۔ مگر اسلام کے حقیقی خادموں اور قومی آن پر جان دینے والوں "بطل و رنہ انور" دستور کے ہیرو "نیازی" قوم کے شیفتہ طلعت" وغیرہم سے قوم کی تباہی کا نقشہ خاموش بیٹھ کر نہ دیکھا گیا۔ اور قوم کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے اصل راز منکشف ہونے پر بابعالی کا محاصرہ کر کے غداروں کو بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا۔ اور باتفاق رائے جلالتماٰب سلطان المعظم خلد اللہ جلالہم۔ قوم کے منصب صدارت کے لئے غازی محمود شوکت پاشا کو منتخب کیا۔

محمود شوکت پاشا کا استعفٰے آپ جنوری ۱۹۱۱ء میں وزیر جنگ مقرر ہوئے ابتدا جنگ طرابلس میں ترکی وزارت کے شکست ہونے پر تمام وزرا مستعفی ہو گئے۔ لیکن آپ اپنے عہدے پر بحال رہے۔ اور وزارت سعیدیہ

کے ممتاز رکن بنے رہے۔ مگر بعد میں اینلافی پارٹی کے برسر حکومت ہو جانے سے آپ اگست ۱۹۱۲ء میں اپنے عہدۂ وزارت سے مستعفی ہو گئے۔ اور ان کی جگہ پر ناظم پاشا وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ یورپین نقطہ نگاہ سے آپ کی وزارت ہزار ناکام سہی۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ وہ جن بلند ارادوں کے ساتھ منصب وزارت پر متمکن ہوئے تھے۔ انہوں نے حتی المقدور بوجہ احسن پورا کر دکھایا۔

جنگ بلقان اور شوکت پاشا

مقدمہ اگست ۱۹۱۲ء میں وزارت سعیدیہ مستعفی ہو گئی۔ اور محمود شوکت جو اس وزارت کے رکن تھے۔ انہوں نے استعفٰی دے دیا۔ اس وزارت کے بعد نئی مرتب ہوئی جس کا صدر اعظم کامل پاشا ہوا۔ اور ناظم پاشا وزیر جنگ مقرر ہوا۔ اس وزارت نے پہلی وزارت کے استحکامات جو قوم پرستوں کی وزارت تھی۔ سب کو ملیا میٹ کر دیا محمود شوکت پاشا کے فوجی نظام کو درہم برہم کر دیا۔ جو فوج انہوں نے ایک لاکھ بیس ہزار رہ میلیا میں روس کے مقابلہ کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ اور جو فوج یورپین ترکی میں دیگر اطراف کے خطرات و فسادات سے ترکی کو محفوظ رکھنے کے لئے متعین کی ہوئی تھی۔ اس نئی وزارت نے ان تمام استحکامات کے شیرازے کو بکھیر دیا۔ فوجوں کو ضروری مقامات سے ہٹا کر دور و نزدیک کے بے فائدہ مقامات پر بکھیر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں بلقانی ریاستوں نے جن کے خطروں کو محسوس کر کے محمود شوکت نے ان کی روک تھام کے لئے کافی اور وافی انتظام اور بندوبست کیا ہوا تھا۔ ترکی پر حملہ کر دیا۔ اور میدان کو بالکل خالی پا کر بغیر روک ٹوک اور مقابلہ کے اڑتی ہوئی ترکی میں گھس آئیں۔ اور ایڈریانوپل پر ہی انہوں نے آ کر دم لیا۔ یعنے جس طرح محمود شوکت پاشا نے اپنی فوجوں کو متعین کیا ہوا تھا کہ اگر ترکی کو ضرورت پڑی تو ترکی فوجیں اڑتی ہوئی ماسکو میں عثمانی جھنڈا جا گاڑیں گی۔ اب اس کے بالکل برعکس ہوا۔ کہ ملک کی غدار وزارت نے محمود شوکت کی عام تجاویز اور تدابیر کو تباہ کر دیا۔ اور بلقانی فوجیں اڑتی ہوئی

ایڈریانوپل پُہنچیں۔ اور انہوں نے اپنے جھنڈے ایڈریانوپل پر گاڑ دیئے۔

آخر ایڈریانوپل پر بلقانی فوجوں کو ترکی عساکر سے پالا پڑا۔ اور خوب مقابلہ ہوا۔ بلقانیوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور ایڈریانوپل سے آگے ایک قدم بھی نہ بڑھ سکے۔ غدار وزارت نے جھٹ پٹ عارضی صلح کے ڈورے ڈال دیئے۔ اور دوسری طرف لندن میں صلح کانفرنس بھی مقرر ہوگئی۔ متخاصمین کے نمائندے گئے۔ غدار وزارت اس بات پر تلی ہوئی تھی۔ کہ ایڈریانوپل بلقانیوں کے حوالے کردیا جائے۔ اور دیگر شرائط بھی بلقانیوں کی تسلیم کرلی جائیں۔ کامل پاشا صدر اعظم سلطان المعظم کو عثمانی افواج کے متعلق نہایت ہی وحشتناک خبریں سُنا دیتا۔ اور کہتا کہ بلقانی فوجیں تازہ دم ہیں۔ اور ترکی فوجیں گذشتہ جنگ کی خستہ و ماندی ہونے کے سبب سے لڑنے کے قابل نہیں۔ اس لئے اس وقت صلح ہی کرلینی بہتر ہے۔ جن شرائط پر بھی ہو۔ خواہ ایڈریانوپل بلغاریوں کو دینا ہی پڑجائے بس یہی سمجھنا چاہیئے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔

سلطان المعظم ایسی متوحش خبریں سُن کر راضی ہو گئے کہ صلح کرلینی چاہیئے۔ نیز اس نے بادشاہ کو ایک بزدلانہ مشورہ یہ دیا کہ وہ پایہ تخت قسطنطنیہ کو چھوڑکر اپنے قدیم دارالخلافہ بروصہ چلے جائیں۔ پھر اس نے ملک اور قوم سے یہاں تک دشمنی اور غداری کی کہ اس نے عارضی صلح کی شرائط میں ایک یہ شرط کرلی۔ کہ ایڈریانوپل میں گھری ہوئی عثمانی افواج کو کوئی امداد از قسم خوراک یا سامان حرب یا فوجی کمک نہ دی جائے۔

بس بلقانیوں کو وقت ہاتھ آیا۔ انہوں نے اپنی کمزوریوں کو مضبوط کرلیا۔ اپنے تمام نقائص انہوں نے دور کرلئے۔ اور ایڈریانوپل کے محاصرے کو اور بھی مضبوط اور مستحکم کرلیا۔ مگر بے چاری گھری ہوئی فوج مجبور اور بے بس تھی۔ ادھر سے بیرونی کمک بھی شرائط صلح کے مطابق نہیں پہنچ سکتی تھی۔

یہ کارروائیاں گو غدار وزارت کر رہی تھی۔ مگر دوسری جانب ملک نہایت ہی بے چین اور بے قرار تھا۔ قوم نہیں چاہتی تھی کہ بلقانیوں کی شرائط تسلیم کرلی جائیں یا ایڈریانوپل بلغاریوں کے حوالہ کردیا جائے۔ ملک اور قوم کو معلوم تھا کہ غدار وزارت

نے عارضی صلح کی شرائط میں یہ رخنہ رکھ لیا کہ محصور فوج کو کسی قسم کی امداد اور کمک نہ پہنچائی جائے اور یہ سراسر بے ایمانی اور دغابازی ہے۔ اس سبب سے قوم نہایت ہی برافروختہ ہوئی۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ بغیر لڑے بھڑے ایڈریانوپل دشمنوں کے حوالہ کردیا جائے۔

کامل پاشا نے شوکت کو مدعو کیا

غدار وزارت اپنی غداری اور دغابازی کے کام میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اور اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ بہت جلدی ایڈریانوپل غنیم کے حوالے کردیا جائے۔ چنانچہ صلح کانفرنس نے ایک یادداشت بابعالی کو بھیجدی جس کے جواب کے لئے ۲۳ جنوری ۱۹۱۳ء کا دن مقرر ہوا۔ انور پاشا آستانہ پہنچ چکے تھے۔ اور ملک کی وہ گھبراہٹ اور پریشانی جو پہلے تھی سب دور ہوگئی تھی لوگ مطمئن اور شاد تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب یہ نوجوان لیڈر ملک میں آگیا ہے۔ جو کارروائی کرے گا۔ ملک کی بہتری اور بہبودی کے لئے کرے گا۔ اور غداروں کی کوئی پیش نہیں جائے گی۔ چنانچہ انور نے ویسا ہی کر دکھایا۔

کامل پاشا نے ۲۲ جنوری ۱۹۱۳ء کو ایک جلسہ بصدارت حضور سلطان المعظم مقرر کیا۔ جس میں ملک کے لیڈر اور دیگر سلطنتوں کے سفیر طلب کئے گئے۔ جتنے لیڈر تھے۔ وہ سب ملک کے بدخواہ تھے۔ خیرخواہ قوم اور ملک کوئی بھی نہ تھا۔ محمود شوکت پاشا کو بھی اس میٹنگ میں طلب کیا گیا تھا۔ کامل کی وزارت چاہتی تو نہ تھی کہ اس کو مدعو کیا جائے مگر مجبوری تھی۔ کیونکہ ملک کے اس قدر بڑے اور اعلےٰ رکن کو ایسی میٹنگ میں جس میں ملک اور قوم کی قطع و برید کر کے آئندہ زندگی کی نشو و نما کو جڑ ہوں سے کاٹ کر پھینک دینا تھا۔ نہ بلانا وزارت پر ایک قسم کے دھوکے اور فریب کا الزام عائد ہوتا تھا۔ پس انہوں نے اس الزام سے محفوظ رہنے کے لئے محمود شوکت پاشا کو بھی مدعو کرلیا تھا۔

شوکت کا وزارت میں بیٹھنے سے انکار

جب وہ مجلس میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سفرائے یورپ بھی موجود ہیں۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کا کوئی ممبر بھی نہیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ ینگ ٹرکش پارٹی کے ممبر کیوں

طلب نہیں کئے گئے۔ تو اس بات سے انکار کیا گیا۔ پس فی الفور فیلڈ مارشل نے اس میٹنگ میں حاضر رہنے سے انکار کر دیا۔ غدار تو پہلے ہی چاہتے تھے۔ کہ یہ ملک کا مدبّر اعظم اس جلسے میں موجود نہ ہو۔ پس اس روز صلح کے متعلق گفت وشنید ہوتی رہی آخر یہ فیصلہ ہوا کہ صلح کر ہی لینی چاہئے۔ خواہ کسی شرط میں ہو۔ اور ایڈریانوپل بلغاریوں کے حوالے کر دینا چاہئے۔ جس پر تمام حاضرین مجلس نے اتفاق کیا۔ اور اگلا دن اس بات کے لئے مقرر ہوا۔ کہ دول کی یادداشت کا جواب مرتب کر کے بھیجدیا۔

انور پاشا کا شوکت کے پاس جانا۔

جب وزارت قوم کا گلا کاٹ رہی تھی۔ اور حکومت کو نیست و نابود کرنے کی فکر کر رہی تھی۔ اس وقت انور بے آستانہ میں نہ تھے۔ بلکہ وہ شتلجہ میں افواج کا معائنہ کر رہے تھے۔ شام کے وقت انہوں نے وزارت کے فیصلہ کے متعلق سُنا۔ نہایت ہی بیچین اور بے قرار ہوئے۔ رات کا حصہ زیادہ گذر چکا تھا۔ اس وقت نہ تو کوئی گاڑی کا انتظام ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہی کسی سواری کا۔ پس انہوں نے اس وقت اپنا گھوڑا منگایا۔ اور تن تنہا خدا پر بھروسہ کر کے مینہ برستے میں چلدیئے۔ اور ہوا ہو گئے۔ کوہ و دریا کو گرد کی طرح پیچھے چھوڑتے ہوئے ۱۰۰ میل کا سفر ایک رات میں طے کر کے صبح سویرے آستانہ پہنچ گئے۔ سب سے پہلے آپ محمود شوکت پاشا کے مکان پر گئے اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ باب عالی کی صدارت کا عہدہ قبول کریں۔ جس پر محمود شوکت پاشا راضی ہو گئے ؛

محمود شوکت پاشا صدر اعظم کے عہدے پر

جب انور پاشا محمود شوکت پاشا سے وعدہ لے کر گئے کہ وہ صدارت کا عہدہ قبول کریں گے۔ تو پھر وہ دیگر ممبروں کی طرف بھی گئے۔ اور سب کو آنیوالی گھڑی کے لئے آمادہ کیا۔ مگر اس بات کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی کہ ۲۳ کو دوپہر کے بعد کیا ہونے والا تھا۔ جب دوپہر گذر گئی۔ تو انور پاشا بمعہ اپنے رفقا کے جن میں محمود شوکت پاشا بھی شامل تھے۔ باب عالی کے دروازے پر عین اس وقت نمودار ہوئے

جبکہ ممبران پارلیمنٹ یادداشت کے جواب پر دستخط کرنے والے تھے آگے آگے انور جاتے تھے۔ اور پیچھے ان کے تمام رفقا تھے۔ انور کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ جس میں فوجی افسروں اور سپاہیوں کا یہ مطالبہ مرقوم تھا۔ کہ جنگ جاری رکھی جائے اور وزارت فوراً مستعفی ہو جائے۔ نیچے فوجی افسروں اور سپاہیوں کے دستخط تھے یہ نوٹ انور نے وزارت میں پیش کیا اور کہا کہ میں یہ قوم کا مطالبہ لے کر آیا ہوں۔ اس کو پورا کیجئے۔ ورنہ فوراً استعفے پر دستخط کر دیجئے۔ نمک حراموں کے تمام منصوبے چشم زدن میں فنا ہو گئے۔ ان کو سوائے استعفی پر دستخط کرنے کے اور کچھ بن نہ آیا۔ انور نے کہا کہ تم کو ابھی جانے کی اجازت نہیں۔ تاوقتیکہ فرمان شاہی صادر نہ ہو جائے قصر وزارت کے دروازے پر انور نے لوگوں کو پہرے پر متعین کیا۔ اور خود سلطان المعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ارادہ سلطانی تبدیل وزارت کے متعلق حاصل کر کے ۵ بجے کے قریب قصر شاہی سے باہر نکلے۔ اور سابقہ وزرا کو ارادہ سلطانی دکھا کر محمود شوکت پاشا کو ہمراہ لے کر پھر قصر شاہی کی طرف چلے گئے۔ اور ۷ بجے کے قریب واپس آئے۔ محمود شوکت پاشا اور سلطان المعظم کے سکرٹری بھی ہمراہ تھے سکرٹری نے لوگوں کو شاہی فرمان پڑھ کر سنایا۔ اور محمود شوکت پاشا کے مارشل اور وزیر اعظم ہونے کا اعلان کیا۔

بعد ازاں محمود شوکت پاشا نے ایک مختصر تقریر کی۔ اور لوگوں کو اپنے گھروں کو چلے جانے کا ارشاد کیا۔ یہ خبر فرحت اثر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور اہل قسطنطنیہ پر جو غم آلود گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ وہ خوشی کی گھٹاؤں سے تبدیل ہو گئیں۔

محمود شوکت پاشا کا بیان

قسطنطنیہ میں ایک انٹرویو کے دوران میں غازی محمود شوکت پاشا نے کہا کہ یورپ ترکی کے لئے اسے ممکن العمل کر دے تو صلح ہو جانا یقینی ہے۔ مزید برآں ہم نے عنان حکومت یورپ سے سرکشی کرنے کے لئے ہاتھ میں نہیں لی ہے۔ بلکہ ہم اس کے ضمیر سے اپیل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہم تلوار صرف اس حالت میں نکالیں گے۔ جب کہ اس بات پر مجبور ہو جائیں۔ کہ یا تو جنگ یا مسلمانان عالم کی رائے کی

نامنظوری میں سے ایک چیز کو پسند کریں ؎

محمود شوکت پاشا نے جنگ کا فیصلہ تلوار کے سپرد کیا

۱۸۷۸ء کا واقعہ ہے کہ جنگ روم وروس کے بعد دول یورپ نے یہ دیکھ کر کہ معاہدہ سان اسطفان (سینٹ اسٹیفانو) کے رو سے روسی اثر کی ترقی عظمت یورپ کے لئے سخت خطرناک بنتی جاتی ہے۔ برلن دارالسلطنت جرمنی میں ایک کانگریس قایم کی اور دولت عثمانیہ کو امید دلائی کہ روس نے جو علاقے غصب کر لئے ہیں وہ اس کو واپس دلائے جائیں گے۔ کانگرس کے میرمجلس پرنس بسمارک قرار پائے جو یورپ کے مدبّر اعظم اور جرمنی کے رئیس الوزرائے تھے۔ ترکی وزرائے مصالحہ جب برلن پہنچے اور بسمارک سے ملاقات کی تو اس نے صاف کہدیا کہ ”آپ حضرات اگر اس گمان میں ہیں کہ اس کانگرس سے آپ کو کچھ فائدہ پہنچے گا تو آپ دھوکے میں ہیں۔ یہ کانگرس تو محض اس لئے منعقد ہوئی ہے کہ دول متحدہ ثلاثہ کی رائے میں عہدنامہ سان اسطفان کی دفعات اُن کے اغراض ومصالح کے لئے موزون ومناسب نہیں ہیں۔ سلطنتوں نے صرف موزونیت قایم کرنے کے لئے یہ کانگرس بنائی ہے۔ اور مجھے اس کا میرمجلس منتخب کیا ہے۔ بااین ہمہ ممکن ہے کہ تصحیح دفعات وترمیم شرائط کے دوران میں کچھ آپ بھی پا سکیں۔ اور اس طریق پر شاید کچھ فائدہ اُٹھا سکیں۔“ ترکوں کی بےبسی کی وجہ سے یہ صاف بیانی بیکار گئی۔ اور بلغار وحرب وجبل اسود ورومانیا و قارص وباطوم وغیرہ تمام اسلامی مقبوضات ہلال سے چھین کر صلیب کے حوالے کر دیئے گئے۔ اسی طرح جنگ طرابلس الغرب کے تصفیہ کے لئے بھی یورپ نے کانگرس ہی کی تجویز کی۔ مگر اس وقت تو مجلس اتحاد وترقی کے برسرحکومت ہونے سے یہ منصوبہ پیش نہ جاسکا۔ جب مجلس بےبس ومغلوب ہوگئی۔ شورای عثمانی کو توڑ دیا گیا۔ حرّیت و ائتلاف غالب آگئی۔ تو یورپ کی رائے سے کانگرس منعقد کر کے جنگ بلقان کا فیصلہ کرنے کی فکریں ہونے لگیں۔ کامل پاشا کی حکمت کاملہ سے لندن میں کانگرس کی نشست مقرر ہوئی۔ ترک بڑی خوشی سے احرام باندھ کر کلیسائے سینٹ پال کو چلے اور ان کا ناز

اس وقت اور بھی بڑھ گیا۔ جب شیرانِ عثمانی کے مقابلہ میں گُربہ بلقان کو پہلے اجلاس میں شُترگُربگی کرتے دیکھا۔ لیکن آخر ظاہر فریبیوں کا ملمع اُٹھ گیا۔ اور تقدیر پکار اٹھی کہ

اے ترک خوشخرام کہ خوش میروی بناز
غرّہ مشوکہ گُربۂ بلقان نماز کرد

فرانس کے سب سے بڑے نیم سرکاری اخبار "ٹان" نے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں موسیو ایم پوائنکر کی زبان میں صاف تصریح کردی کہ "ترکی وکلائے صلح اس امر پر بڑا زور دے رہے ہیں۔ کہ روس نے آغاز جنگ بلقان سے پیشتر ایک سرکاری یادداشت بھیجی تھی۔ کہ اس جنگ کا خواہ کچھ ہی نتیجہ کیوں نہ ہو۔ مگر فریقین میں سے کسی کو بھی توسیع مقبوضات کی اجازت نہ ہوگی۔ پھر اب اس یادداشت کی خلاف ورزی کیوں کی جاتی ہے۔ اس پُرزور منطقی دلیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترک بھی بزنطانٹن کے یونانیوں کی طرح وہ مثال تازہ کررہے ہیں۔ جب کہ محمدؐ فاتح کی فوجیں اُن کو گھیرے ہوئے تھیں اور وہ منطقی استدلال میں نکتہ آفرینی کررہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے نہ ترکوں نے گزشتہ صدی کی تاریخ پر نظر ڈالی ہے۔ اور نہ گزشتہ صدی کی تاریخ پر نظر ڈالی ہے۔ اور نہ گزشتہ ماہ اکتوبر کی اُس یادداشت پر توجہ کی ہے۔ جو دول یورپ کی طرف سے بھیجی گئی تھی۔ اچھی طرح غور و فکر کئے ہوتے تو انہیں صاف معلوم ہو جاتا کہ یہ بالکل ہی ناممکن ہے۔ کہ جو علاقے ترکوں سے چھن گئے ہوں۔ وہ پھر انہیں واپس ملیں۔ یہ یادداشت بڑی مہارت و قابلیت سے ترتیب دی گئی تھی۔ اور ترکوں کا فرض تھا کہ وہ اس کے دھوکے میں نہ آتے یادداشت کے مخاطب اصلی ترک تھے۔ ریاستہائے بلقان نہ تھیں۔ گویا صاف کہہ دیا گیا تھا کہ ترکوں کی فتح ہوئی تو بلقانی مقبوضات میں سے وہ کچھ نہ لے سکیں گے۔ اور جو نقشہ ہے وہی برقرار رہنے دیا جائے گا۔ حقیقت میں یہ کوئی کھیل تماشے کی بات نہ تھی یہ ایک جنگی وار تھا۔ کہ ترک اچھی طرح جان لیں کہ یورپ کا پالٹیکس ایشیا میں آزادی کی پالیسی کبھی نہیں برت سکتا۔ سلطان عبدالحمید خاں اس حقیقت سے خوب آگاہ تھے کہ ترکی جس لڑائی میں حصہ لے گا۔ اگر ناکام رہے تو اسی کے سرتاوان پڑے گا اور اگر کامیاب

ہوئی جب بھی اُسے کچھ نہ ملے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کبھی لڑائی کی جانب متوجہ نہ ہوئے آخری وقت میں یونان سے انہیں جنگ کی نوبت آئی۔ جبکہ وہ جنگی طیاریوں سے معرا بھی تھا۔ اور کوئی اس کا شریک بھی نہ تھا۔ اس جنگ کے بعد وہ لڑائی کرنے پر وہ اپنے مقبوضات سے دست بردار ہو جانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لئے کہ امر واقع یہی تھا کہ اس طرح جو طاقت صرف کی جاتی ہوا میں اُڑ کر رہ جاتی" اس تلخ و تند صداقت پر ترک برافروختہ تو بہت ہوئے۔ ترکی اخباروں میں فرانسیسیوں کو صلواتیں بھی سُنائی گئیں۔ ٹان کے ایڈیٹر موسیو ٹارڈیو کوسے بھی گئے۔ فرانس کو دشمن اسلام بھی کہا گیا۔ سب طرح سے غیظ و غضب کا اظہار ہوتا رہا۔ مگر حقیقت نفس الامری پر کوئی بھی ملتفت نہ ہوا۔ اور کامل پاشا کی گورنمنٹ نے جو نزاعیں تلوار سے فیصلہ کرنے کی تھیں ...... اُن کا تصفیہ یورپ کی مجلس مصالحت کے رحم پر چھوڑ دیا۔

شکر ہے کہ جنرل محمود شوکت پاشا کی جدید گورنمنٹ اس راز کو سمجھ گئی۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ اخبار ٹان کا جنگی رپورٹر "موسیو رینیہ یو" جو افواج بلغاریہ کے ہمراہ تھا۔ دوران جنگ میں ترکی ناکامیوں کی خبریں کتنی بڑھا چڑھا کر لکھتا رہا۔ لیکن جب مصالحت کی غرض سے لڑائی ملتوی ہوگئی تو ٹان نے اس کا آخری مراسلہ جو شایع کیا ہے وہ یہ تھا کہ دشتلجہ میں بلغاری بڑے ضیق میں پھنس گئے۔ یہ بات نہ ہوتی تو التوائے جنگ کو وہ کبھی منظور نہ کئے ہوسکتے۔ اُن کا نصب العین تو یہ تھا قسطنطنیہ پہنچکر جامع اباصوفیہ کی منارہ پر صلیب نصب کردیں۔ بلغاریوں کی جانب سے جب گولہ باری بند ہوئی تو شام کو لشکرگاہ میں یہ اندوہناک اعتراف سُنائی دیا کہ شتلجہ کے قلعے جیسا ہم سمجھے تھے۔ اُس سے بہت زیادہ استوار پوزلیشن کے نکلے۔ ہم نے دھوکہ کھایا۔ اور جو روش اختیار کی تھی۔ وہ غلط نکلی۔ اس حالت میں یہ خیال بھی نہیں گزر سکتا کہ جنگ جاری رہے ہماری فوجیں خستہ ہیں۔ سپاہیوں میں ڈی سنٹیریا (تیز اسہال) پھیل گیا ہے۔ ٹائیفائڈ و کالرا نے بھی گھیر رکھا ہے۔ اور ۵۰ فیصدی اس ابتلا میں گرفتار ہیں۔ ہم کو آرام و آسائش کی ضرورت ہے۔ اور جب تک اچھی طرح راحت نہ حاصل ہولے۔ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ اس کیفیت

کو دیکھنے اور اس عام رائے پر غور کرنے کے بعد قیصر فرڈی نینڈ (شاہ بلغاریہ) نے اپنی تلوار میان میں کر لی۔ اور سیاسی گفت و شنید کی راہ نکالی۔ مجلس مصالحت منعقد ہونے کے بعد محمود شوکت پاشا کی گورنمنٹ کی نظر سے اخبار ٹان کا وہ نمبر بھی گذرا جس میں ایڈریانوپل کی مدافعت کے عنوان سے ترکوں کی بہادرانہ کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اُس نے لکھا تھا کہ صلح کے معاملہ میں دو باتیں بڑی تعجب کی ہیں (۱) باب عالی نے بغیر کسی مناقشہ کے یہ شرط قبول کر لی کہ ایڈریانوپل میں جو ترکی کی فوج محصور ہے۔ اس کو رسد نہ بھیجی جائیگی (۲) ایڈریانوپل سے ترکوں کی آتشباری کی وجہ سے بلغاریوں میں یہ طاقت نہ تھی۔ کہ اُن کی جو فوجیں شتلجہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں اور جن کی جانیں بیماریوں اور مصیبتوں کی وجہ سے لبوں پر آچکی تھیں ان کو مدد بھیج سکیں لیکن صلح کی خاطر سے باب عالی نے فوراً منظور کر لیا کہ ریلوے لائن کا استعمال بلغاریہ کے لئے جائز ہے۔ اس جواز سے فایدہ اُٹھا کر بلغاریہ تو اپنی فوج کو رسد پہنچا سکتی ہے۔ مگر ترک ایسا نہیں کر سکتے"۔ گورنمنٹ مذکور کو ان کمزوریوں سے نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہیں تھا۔ وہ خوب سمجھ سکتی تھی کہ مصالحت کی گفت گو نہ چھڑی ہوتی تو بلقانیوں میں اور خصوصاً بلغاریوں میں یہ حوصلہ نہ تھا۔ کہ اور چند روز تک وہ اس جنگ کو جاری رکھ سکتے۔ اُن کے لئے قطعی شکست مقدر تھی۔ جو محض اس گفت و گوئے مصالحت کی وجہ سے ٹل گئی۔ یہ بھی اس کے غور کرنے کی بات تھی کہ ترکی کی نسبت یورپ کا کیا خیال ہے۔ اور یورپین سلطنتیں (بقول ٹان) اُس کے برباد کرنے پر کس طرح تلی ہوئی ہیں۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ گو اس کی مستعدی کی وجہ سے کسی قدر خوف زدہ سا ہو گیا ہے۔ اور صلح کے متعلق اس کے مدبرانہ حکمت آمیز جواب پر بھی بلقانیوں کو نصیحت کرتا رہا ہے۔ کہ ہنوز مصالحت کی سلسلہ جنبانی سے دست بردار ہو جانا اچھا نہیں۔ مگر محمود شوکت پاشا کی گورنمنٹ نے التوائے جنگ اور سلسلہ صلح کو معلول کرنا ملک اور قوم کے مفاد کے خلاف جان کر دول یورپ کی یادداشت کا جواب دیدیا۔ اور فیصلہ تلوار کے سر پر رکھا۔ بلغاریہ اس جواب کو پڑھ کر بہت ہی چین بجبیں ہوا۔ ۳۱ فروری ۱۹۱۳ء کی شام سے ایڈریانوپل و شتلجہ پر دوبارہ جنگ شروع ہوگئی

محمود شوکت پاشا کی شہادت

جنگ بلقان دوبارہ شروع ہوگئی۔ اب یہ زمانہ محمود شوکت پاشا کی وزارت کا تھا۔ انہوں نے بہت ہی کوشش کی کہ ایڈریانوپل محفوظ رہے۔ مگر چونکہ التوائے جنگ میں اس کا محاصرہ نہایت مستحکم طور پر مضبوط ہوچکا تھا۔ اور محصورین سے بیرونی خوراک۔ سامان اور امداد بالکل ہی قطع کردی گئی تھی۔ اس لئے یہ امر لابدی تھا کہ آخر میں وہی ہوا۔ جو ایسی حالت میں ہوا کرتا ہے یعنے ایڈریانوپل عثمانی قبضہ سے نکل کر بلغاریوں کے ہاتھ آگیا۔ ایسا ہونا تھا۔ کہ ترکوں کو آنکھوں میں دنیا تیرہ وتار نظر آنے لگی۔ ان کو نہ ایک کروٹ چین اور نہ دوسری کروٹ۔ پہلے سے زیادہ ان کا شعلہ غیض و غضب بھڑک اُٹھا۔ نوجوان لیڈروں کو ایسی ذلّت کی حالت میں زندگی دوبھر ہوگئی۔ انور جیسے خیرخواہ اور بہادر لیڈر اس کو ایک نظر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کہ آٹھ سو سال کی عثمانی یادگار غیروں کے ہاتھ میں رہے۔ لہٰذا انہوں نے ایڈریانوپل پر دوبارہ فوج کشی کی تیاریاں شروع کردیں۔ والنٹیر فوج میں بھرتی ہونے شروع ہوگئے۔ اور سامان حرب اور خوراک جمع ہونا شروع ہوگیا۔ الغرض چند ہی دنوں میں ایک بڑا جرّار لشکر تیّار ہوگیا۔ تو محمود شوکت پاشا اس لشکر کا معائنہ کرنے کے لئے موٹر پر سوار ہوکر گئے۔ اس وقت ان کے ہمراہ دو ایڈیکانگ اور ایک اردلی تھا۔ جب صدر موصوف باب عالی کو واپس جارہے تھے تو دو آدمیوں نے جو سڑک پر پاشائے موصوف کا انتظار کررہے تھے۔ ۱۱رجون ۱۹۱۳ء کو تمنچوں سے شہید کردیا ان کا ایک ایڈیکانگ لفٹننٹ ابراہیم بھی شہید ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط حملہ آور بھاگ گئے۔ اور لاشیں اُٹھوا کر محکمہ جنگ میں بھیجدی گئیں۔ دشمنوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ اور ائیتلافی پارٹی نے ناظم پاشا کے قتل کا بدلہ لیا۔ اگرچہ محمود شوکت پاشا کا قتل لوگوں کی سرکشی بخلاف مجلس اتحاد و ترقی کے باعث وقوع میں آیا۔ یا دو شخصوں نے انہیں ذاتی عداوت پر ہلاک کیا ہو۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ دشمنوں نے اس طرح نہ صرف سلطنت عثمانیہ بلکہ ساری اسلامی دنیا کو ایک شدید ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور ترکی کو ایک ایسے شخص کی بے بہا خدمات جلیلہ سے محروم کردیا۔ جس پر بڑی حد تک

اپنے ملک کو جنگ بلقان کی مصیبت کے ہولناک اثرات سے نجات دلانے کا حوصلہ کیا جا سکتا تھا۔ اور جو ترکوں کی مشہور قومی صفات شجاعت و جانبازی سے متصف ہونے کے علاوہ حب الوطنی و ہمدردیٔ قوم کا ایک زبردست جذبہ اپنے دل میں رکھتا تھا اور آوائل جنگ طرابلس اور آواخر جنگ بلقان میں اپنی اعلےٰ ترین جنگی و انتظامی قابلیت کا ثبوت دے چکا تھا۔ انہوں نے ترکی کی اصلاحات کا نہایت ہی اعلےٰ ترین طریق پر انتظام کیا تھا۔ اور ابھی کر رہے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دولت عثمانیہ ضرور ایک دفعہ پھر اپنی پرانی گئی گذری شان و شوکت دوبارہ حاصل کر کے تمام دنیا میں ایک ممتاز اور طاقتور حکومت بن جاتی۔ مگر افسوس کہ ظالم دشمنوں کی نظروں میں یہ ایک کانٹا سے تھے۔ جنہوں نے بہت جلدی ان پر اپنے ہاتھ صاف کئے۔ غازی مرحوم کے قاتلوں کا پتہ لگایا گیا۔ پولیس نے ایک عظیم سازش کا سراغ نکالا۔ جس کا مقصد قتل و خونریزی کے ذریعہ سے شوکت کی گورنمنٹ کو تباہ کرنا تھا۔ اس سازش کے کئی لیڈر گرفتار ہوئے۔ ان کے علاوہ ۱۳۰۰ ایسے شخص بھی گرفتار ہوئے۔ جو نوجوان ترک لیڈروں انور پاشا۔ طلعت بے۔ جمال بے۔ وغیرہ کے قتل پر مقرر کئے گئے تھے۔ گورنمنٹ نے اس موقع پر خوب عزم مصمم سے کام لیا۔ اور نہایت ہی سرگرمی ظاہر کی۔ مخالف پارٹی کے سرکردہ ارکان اور دیگر اشخاص جن کی تعداد ۵۰۰ کے قریب تھی۔ مقام سینوپ کو جلاوطن کر دیئے۔ کامل کا ایک بیٹا منیب بے اور دوسرے دو اور ایک پوتا اس سازش میں شامل تھے۔

غازی محمود شوکت پاشا کے آخری الفاظ

جس وقت غازی ممدوح گولی کے صدمے سے گر رہے تھے۔ ان کے منہ سے جو آخری کلمات نکلے وہ حسب ذیل ہیں :۔ وااسفاہ علی الدّین واحسرتاہ علے الامۃ۔" یعنی مذہب اور قوم کی حالت پر تاسف اور افسوس ہے۔

غازی محمود شوکت کا جنازہ

باب عالی کے حکم سے محمود شوکت پاشا کا جنازہ دھوم دھام سے اُٹھایا گیا۔ جنازہ کے آگے آگے سلطان المعظم کے دو بیٹے تھے۔ ا

پیچھے شہزادہ سعید حلیم اور دیگر وزراء فوجی لباس میں تھے۔ اس گروہ میں شستلجہ کی فوج کے افسر خورشید و ابراہیم پاشا اور گروہ احرار کے سرمایہ ناز مشہور و معروف فتحی بے تھے۔ جنہوں نے طرابلس میں خاص شہرت حاصل کی تھی۔ انور بے اس شہید وزیر کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے اگلے روز آئے۔ اور ایک روز قیام کر کے پھر فوج میں چلے گئے۔ ایک فٹ کے فاصلہ پر دو جنازے برابر برابر جا رہے تھے۔ جن میں ایک تو محمود شوکت پاشا مرحوم کا اور دوسرا ان کے ایڈیکانگ کا تھا۔ ان پر زردوزی کام کے اور زمرّد سے مرصّع دو سُرخ ریشمی کپڑے تھے۔ سڑکوں کے دونوں طرف سوار اور پیادہ فوج کی قطاریں لگی تھیں۔ اور ان کے پیچھے مکانوں کے دریچوں میں سوائے انسانی سروں کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ جامع ایا صوفیہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور کوہ آزادی کے قریب ایک مقبرے میں دفن کر دیئے گئے۔ جس کے گرد مقتدر اصحاب ممالک اجنبیہ کے سفیر۔ سلطنت کے وزیر اور جنگی جہازوں کے کپتان اور فوجی افسر کھڑے تھے۔

GHAZI ANWAR PASHA.

غازی انور پاشا

انور پاشا

رہبر و ہادیِ احرار ہے انور پاشا
ان کا سالار ہے سردار ہے انور پاشا

لوگ بے وجہ تو انور نہیں کہتے اس کو
بالیقیں مظہرِ انوار ہے انور پاشا

کوئی مانع نہیں جو چاہے کرے ٹرکی میں
ہر طرح مالک و مختار ہے انور پاشا

دیدۂ دشمنِ بدبیں میں کھٹکتا ہے مدام
چشم بد دُور عجب خار ہے انور پاشا

سارے دشمن بھی ہیں مانے ہوئے لوہا جس کا
دستِ ٹرکی میں وہ تلوار ہے انور پاشا

چال اغیار کی چلنے نہیں دیتا کوئی
دُور اندیش ہے ہشیار ہے انور پاشا

شاہ گر اس کو کہو صدر گر اس کو سمجھو
سب پہ حاوی ہے وہ جبار ہے انور پاشا

مُلک سے اپنے وہ رکھتا ہے دلی ہمدردی
اپنی ملت کا بھی غمخوار ہے انور پاشا

خدمتِ قوم سے انکار کسی وقت نہیں
دن ہو یا رات ہو تیار ہے انور پاشا

سخت حیران و سراسیمہ ہیں استبدادی
اُن کی صورت سے بھی بیزار ہے انور پاشا

حال یکساں نہیں اسکا بھی ہمایوں کی طرح
کبھی مفلس کبھی زردار ہے انور پاشا

حُبِ قومی میں ہے واللہ عجب کیف و سرور
اسی بادہ سے تو سرشار ہے انور پاشا

کون ہے بحرِ سیاست کا شناور ایسا
تھا ابھی وار ابھی پار ہے انور پاشا

ماسکو سے کبھی باکو سے خبر آتی ہے
کبھی برلن کبھی تاتار ہے انور پاشا

ہر طرف یوں جو زمانے میں اُڑا پھرتا ہے
دوسرا جعفرِ طیّار ہے انور پاشا

کوہ میں گونج کہ جنگل میں منا تو منگل
تیرا اللہ مددگار ہے انور پاشا

تو وجاہت کو دکھا دے رُخِ انوار اپنا
وہ تیرا طالبِ دیدار ہے انور پاشا

پیدائش غازی انور بے ۱۸۸۲ء میں بمقام قسطنطنیہ ایک اچھے خاندان میں پیدا ہوئے تھے
ان کے تمام اباواجداد ہمیشہ سے جنگی خدمات اور ملکی حفاظت کا کام دینے میں یکے بعد دیگرے مصروف
رہے ہیں۔ ان کے بزرگوں سے جنگی خدمات میں اکثر کارہائے نمایاں سرزد ہوئے تھے۔ جن کے صلہ
میں کئی ایک کو دولت عثمانیہ نے منصب جلیلہ اور معقول جاگیریں عطا کی تھیں۔ غازی انور بے
بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلے اور چاردانگ عالم میں وہ نیک نام پیدا کیا کہ ہر ایک اہل اسلام
ان کی تعریف میں رطب اللساں ہے۔ اور یورپ کی تمام مسیحی قومیں ان کی تلوار کا لوہا مانتی ہیں در
اصل غازی ممدوح سے ایسے ہی کام سرانجام پاتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہر ایک۔ دوست و دشمن
کی زبان پر ان کی بہادری استقلال الوالعزمی۔ حسن تدابیر۔ غیرت و حمیت اور حب وطن کا
وظیفہ جاری ہے۔ **شعر:۔**

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

غازی انور بے بچپن ہی سے سپاہیانہ زندگی پسند کرتے تھے۔ وہ جب کبھی عید وغیرہ کی
تقریب پر قسطنطنیہ کے ایسے مجمعوں میں جایا کرتے تھے (جن کو ہم اپنے محاورہ میں میلہ کہہ سکتے ہیں)
ہمیشہ خنجر کٹار طنچہ وغیرہ خریدا کرتے تھے۔ نتیجہ تو اکثر زیب کمر رہتا تھا۔ جس کو وہ اپنے بزرگوں
کی نشانی بتلاتے تھے۔ غازی انور بے حسب دستور بحیثیت ترکی نسل ہونے کے ہوش
سنبھالتے ہی قسطنطنیہ کے مدرسہ حربیہ میں داخل کئے گئے۔ جہاں انہوں نے تھوڑے برسوں
ہی میں اپنی خداداد شجاعت اور سپاہیانہ طبیعت کے سبب ایسی قابلیت پیدا کی جو ایک
ممتاز اور جانباز سپاہی کو لازم ہے۔

بعض اشخاص کی جو یہ رائے ہے۔ کہ غازی انور بے جرمن کے جنگی نظام کے نمونہ میں ایک حد تک
غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ برلن میں ملٹری اٹاچی کے عہدہ پر ۱۹۰۸ء میں ممتاز تھے۔ جہاں
ان کو اپنے مذاق کے موافق جرمن کے جنگی سٹاف کے معائنہ اور اس کے اعلےٰ افسران سے ملاقات
کا اکثر موقع ملتا رہا ہے۔ اس لئے ان کی جدت پسند طبیعت نے ان کے سپاہیانہ خیالات میں
ایک حد تک اضافہ کردیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کی ایک مشہور ضرب المثل ان کے حسب حال
ہوگئی۔ کریلا اور نیم چڑھا۔

انور بے کا حلیہ ہندوستانی طبی وفد جس کو غازی ممدوح کی ملاقات کا شرف حاصل ہوچکا ہے یک زبان یہ بیان کرتا ہے کہ غازی انور بے نہایت خوش وضع نوجوان ہیں۔ ان کا قد درمیانہ قد بدن سڈول مگر چہرا اچھریرا۔ آنکھیں قدرتی نیلگوں ہیں۔ جن کی شوخی ان کی بہادری اور مروت پر بہرو روشنی ڈالتی رہتی ہے۔ بال نہایت خوبصورت اور ملائم ہیں۔ جو ان کی ذہانت کی بین دلیل ہیں۔

غازی انور بے اگرچہ بظاہر ایک قوی ہیکل جوان نہیں ہیں۔ لیکن ان کے سینہ میں وہ دل ہے جس کو بہادری۔ خودداری۔ الوالعزمی۔ استقلال کا مخزن کہا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ غازی انور بے سے جس قدر اہم کام سرانجام ہوئے ہیں۔ ہمارے قول کے شاہد ہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

غازی انور پاشا فوج میں کب داخل ہوئے؟ انور پاشا مدرسہ حربیہ کی تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اپنے ارادہ اور طبیعت کے میلان کے سبب فوج میں بھرتی ہوگئے۔ اس وقت ترکی فوج سات حصوں میں جن کو جنگی لحاظ سے جیش کہا جاتا ہے۔ منقسم تھی۔ اور غازی ممدوح تیسرے جیش میں داخل ہوئے۔ یہ جیش اس وقت یورپ میں خیمہ زن تھا۔ باقی جیش سالونیکا مناستر۔ اسکوب۔ سمرنا۔ ایڈریانوپل۔ قسطنطنیہ۔ دمشق۔ یمن۔ بغداد میں مقیم تھے۔ غازی انور بے اپنی خداداد بہادری اور سخت محنت سے بہت جلد ممتاز کرنل بن گئے۔ اور اس درمیانی عرصہ میں اکثر مشہور اور جنگ آزما ترک افسروں کے ایڈیکانگ رہ کر وہ تجربات حاصل کئے جن کی شہرت آج چاردانگ عالم میں ہو رہی ہے۔ غازی انور بے اپنی قابلیت سے ترقی کرتے کرتے ۱۳؁ ۱۹ء میں وزیر جنگ اور پاشا بنے۔ جو سلطنت عثمانیہ میں انتہائی فوجی عہدہ ہے۔ اس وقت غازی ممدوح کی عمر ۳۱ برس کی تھی۔ غازی انور بے جنگ طرابلس کے موقعہ پر تمام ترکی اور بدوی فوج کے کمان افسر رہے۔ اور جنگ بلقان کے وقت افواج ثلثہ کے قائد مقرر ہوئے۔ جن کا ذکر ہم انشاء اللہ آگے چلکر کریں گے۔

انور پاشا کو یورپ کی مختلف زبانوں کا علم ہے مدرسہ حربیہ میں جہاں غازی انور بے نے جنگی تعلیم حاصل کی تھی وہاں ترکی زبان کے علاوہ فرانسیسی زبان بھی لازمی تھی کیونکہ یورپ کے اکثر حصوں میں فرانسیسی زبان مروج ہے۔ اس لئے ہر ایک ترک کو جو جنگی خدمات

کے لئے منتخب کیا جائے اس سے واقف ہونا ضروری ہے۔ غازی ممدوح جب انقلاب ترکی کے بعد ۱۹۰۸ء میں برلن میں اٹاچی کے عہدہ پر مقرر ہوئے تھے۔ تو ان کو جرمن زبان سیکھنے کا اچھا موقعہ ملا۔ غازی ممدوح کا بیان ہے کہ انہوں نے بہت جلد جرمن زبان سے خاصی واقفیت حاصل کرلی تھی۔ انور پاشا ۱۹۱۹ء تک برلن میں رہے۔ کیونکہ انجمن اتحاد و ترقی کے برخلاف جب قسطنطنیہ میں سخت خفیہ سازشیں ظہور میں آئیں۔ تو ان کو سالونیکا واپس آنا پڑا۔ اور غازی ممدوح کو لندن جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ جہاں تھوڑا عرصہ رہ کر انگریزی زبان میں بھی قدرے دسترس حاصل کرلی۔ ۱۹۱۱ء میں جبکہ اٹلی نے ترکی کے برخلاف اعلان جنگ کیا۔ تو طرابلس جانا پڑا۔ جہاں ایک سال رہ کر اس بہادر فدائے قوم نے عربی زبان میں بھی خاصی مہارت پیدا کرلی۔ جنگ طرابلس کے بعد ماسکو جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انہوں نے روسی زبان بھی سیکھ لی۔

پس مذکورہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ انور پاشا اس وقت ترکی۔ فرانسیسی۔ جرمنی۔ انگریزی۔ عربی۔ روسی زبانوں کے ماہر ہیں۔

انور پاشا کے اخلاق

قدرتی طور پر ہر ایک سپاہی اکھڑ اور سخت مزاج ہوتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے غازی انور پاشا خوش خلق اور ملنسار ہیں۔ نہایت متانت سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور وہ بھی کچھ اس طرح کہ مخاطب خواہ مخواہ رام ہوجاتا ہے۔ چنانچہ انقلاب ترکی کے وقت جب کہ مقدونیہ کے بالائی حصہ میں قزاقوں کی روک تھام کے واسطے جو بلغاری فوج مقرر کی گئی تھی۔ اس کی کئی مہینوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہوئیں۔ اور اس فوج میں بہتیرے آدمی ایسے بھی تھے۔ جن کو کئی سالوں سے رخصت نہیں ملی تھی۔ یہ فوج بغاوت پر تلی ہوئی تھی۔ لیکن غازی انور بے کے حسن اخلاق اور محبت آمیز تسلی اور تشفی نے ان کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ بجائے سلطان زندہ باد کے انور بے زندہ باد کہتے تھے۔ اور انور پاشا جو حکم دیتے تھے اس کو بسر و چشم بجالاتے تھے۔

انور بے کا استقلال

غازی انور بے جس معاملہ میں بعد غور و پرداخت ایک فیصلہ مقرر کرلیتے ہیں اس کو کر گزرتے ہیں۔ ان کی قوت ارادی نہایت ہی زبردست ہے

ان کا دل قوی سے قوی دشمن کی بھی پروا نہیں کرتا۔ ان کا اس قول پر ایمان ہے کہ دنیا کی کوئی قوت بھی ان کی زندگی ایک لمحہ بھر بڑھا نہیں سکتی اور نہ ہی کوئی انقلاب زمانہ ان کی عمر کا حصہ ایک سانس گھٹا سکتا ہے۔ یہی وجہ خاص ہے کہ غازی موصوف سخت سے سخت مشکلات میں نہایت مستقل مزاج اور ثابت قدم رہے ہیں۔ چنانچہ انقلاب وزارت کے وقت ان کا گیبلی پولی سے مینہ برستے رات کے وقت یکہ وتنہا اس قدر دور دراز سفر کرنا اور قسطنطنیہ کے کوچہ و بازار میں سلطنت کی طرف سے ان کے ہزاروں دشمن تھے۔ گشت کرنا اور وزارت کے کمرہ میں جہاں صاحب حکومت مخالف موجود تھے۔ کھلے بندوں سب سے آگے آگے آنا ان کی بہادری مستقل مزاجی اور حب الوطنی کی زندہ شہادتیں ہیں۔

غازی انور بے جیسے طبعاً بہادر۔ غیور۔ مستقل مزاج محب وطن خلق ہوئے ہیں۔ ویسے ہی ان کے دل میں اسلام کی سچی محبت بمسلمانوں سے ہمدردی، خدائے پاک پر تقوے اور وطن پرستی روز ازل سے ودیعت ہوئی ہے۔ اور تمام ایسے اوصاف جو ایک سچے اور پکے مسلمان میں ہونے چاہئیں سب کے سب ان میں پائے جاتے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ وقت کی پابندی اور ایفائے وعدہ میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی طبی وفد جس کو غازی ممدوح کی ملاقات کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ہم قسطنطنیہ میں تھے۔ ایک دن غازی انور بے کے مکان پر ملاقات کے لئے گئے۔ حکم ملا کہ صبح پانچ بجے تھوڑا وقت دیا جائے گا۔ چونکہ ہمارا دلی ارادہ تھا۔ کہ ایک سچے مسلمان اور ہمدرد قوم و ملک کا نیاز حاصل کریں۔ لہذا ہم پچھلی رات ہی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر چند منٹ پہلے ہی پانچ بجے غازی انور بے کے مکان پر پہنچے۔ جہاں ہمارے پینے کے لئے قہوہ لایا گیا۔ ہم قہوہ پینے میں مشغول تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے اپنی گھڑی جیب سے نکال کر دیکھی۔ اور کہا دیکھنا چاہیئے کہ غازی انور بے کو وقت کی پابندی کا بھی خیال ہے۔ یا نہیں۔ لیکن ٹھیک پانچ بجے انور بے اس کمرہ میں جہاں ہم انتظار کر رہے تھے تشریف لائے۔ اور ہم سب سے یکے بعد دیگرے نہایت محبت سے

مصافحہ کیا۔ اور حال پرسی کے بعد کہا کہ یورپ کی سلطنتوں کی چالبازیوں سے دم بھر بھی فرصت نہیں ملتی۔ تمام دن اور رات فوجی نظام اور ملکی انتظام میں مصروف رہتا ہوں یہی سبب ہے جو آج آپ کو ایسے غیر وقت میں آنے کی تکلیف دی۔ بعد ازاں ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات اور حالات پر تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ہم سب رخصت ہو کر اپنے جائے رہایش پر بخیریت پہنچے۔

اکثر اخباروں میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ کہ غازی انور بے کی دو بیویاں ہیں۔ یعنے ایک ترکی کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ اس شہزادی کا نام نامی نجینہ خانم ہے۔ ان کو بھی ملک و قوم کی اصلاح اور بہتری سے خاص دلچسپی ہے۔ مشہور ہے کہ ہندوستانی طبی وفد کے ایک ممبر نے دوران ملاقات میں انور بے سے کہا تھا کہ آپ کی شادی عنقریب شاہی خاندان میں ہونے والی ہے۔ اور اس مختصر مکان میں کس طرح گزر ہوگی؟ جس کے جواب میں انور بے نے نہایت مختصر لیکن معقول جواب دیا کہ میری بیوی اسی مکان میں رہنا پسند کرے گی۔ یا اپنے باپ سے کسی عالیشان محل کی درخواست کرے گی۔ اس سادہ جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انور بے کس مزاج اور قماش کے آدمی ہیں۔

انور پاشا کی خاص صفت

امریکن سفیر جو جنگ یورپ سے پہلے قسطنطنیہ میں مقیم تھا اپنی رپورٹ میں ظاہر کرتا ہے کہ انور بے کو جس نے ترکی کی غیر متحدہ سلطنت کو اس قدر عروج پر پہنچایا وہ ان کی بہادری سپاہ گری اور مستقل مزاجی ہے۔ انور بے جیسے کہ خود بہادر اور غیور ہیں ویسے ہی بہادروں کی ہر وقت قدر افزائی کرتے ہیں۔ ان کے خاص کمرہ میں جہاں وہ اکثر بیٹھا کرتے ہیں مینے دیکھا ہے کہ ایک طرف نپولین بوناپارٹ اور دوسری طرف فریڈرک اعظم کی تصویریں آویزاں ہیں۔ مینے یہ بھی دیکھا ہے کہ جانباز ترک ان ہر دو بہادروں کو عزّت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور اس کے حرکات و سکنات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دل سے متمنی ہے کہ اس کی ذات سے ایسی ہی بہادری کے کام سرزد ہوں جو اِن کی شان کے لائق ہوں۔ بلکہ دوران گفتگو میں اس نے یہ بھی کہا تھا کہ

خدائے برتر نے ان کو قیام سلطنت عثمانیہ اور اس کی عظمت وحفاظت کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جس زمانہ میں سلطان عبدالحمید خاں کو تخت سے علیحدہ کیا تھا اس وقت اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی۔ اور اس قدر چھوٹی عمر میں جو کار نمایاں انور بے سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر معمولی بہادر اور خدا پر بھروسہ رکھنے والا پکا مسلمان ہے ؎

انور بے کا حکومت کے برخلاف اعلان

نیازی بے کے ایما اور تحریک پر انور بے نے بھی حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کا کھلم کھلا اعلان کردیا۔ اور دستور کے مطالبہ کے لئے پوری قوت سے کھڑا ہوگیا۔ اور مختلف دیہات اور قصبات میں آئینی حکومت کے ماتحت نظم ونسق کا بندوبست کرتے ہی بہت سے مختلف قبائل کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ جب اس خیال کی اطلاع نیازی بک کو ہوئی تو وہ نہایت ہی خوش ہوا اور اس کے ارادے اور ہمت میں نمایاں ترقی ہوگئی۔ اور مناستر کمیٹی میں جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس کے ممبروں نے ایک دوسرے کو کامیابی کا مژدہ سُنایا۔ اور انہوں نے متفق ہوکر یہ رائے پاس کی کہ مناستر کے گورنر کو مطلع کردیا جائے کہ موجودہ حکومت غیر آئینی ہے۔ کیونکہ وہ حریت کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔ انجمن کا ارادہ ہے کہ ایسی حکومت کو تباہ کرکے جمہوری سلطنت کو فوراً قائم کردے ؎

شمسی پاشا کی انور بے سے ملاقات اور شمسی کی ہلاکت

۷ر جولائی ۱۹۰۸ء کو شمسی پاشا نے انور بے کو بلایا اور رعایا کے خیالات کا اندازہ لگانے کے لئے مختلف امور پر گفتگو کرتا رہا۔ جس کے جواب میں انور بے نے پرجوش الفاظ میں کہا کہ اگر اس نے (یعنے شمسی پاشا نے) مناستر کی سرحد سے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو اس کی جان ہرگز سلامت نہ رہے گی۔ لیکن شمسی نے اپنی فوجی قوت کے بھروسہ پر انور بے کی بات کو ایک معمولی مذاق خیال کیا۔ اِدھر اسی رات کو انور بے کی تحریک پر انجمن کا ایک خفیہ جلسہ منعقد ہوا۔ اور تمام ممبروں کی مرضی سے شمسی پاشا کو قتل کردینے کے لئے ایک آدمی منتخب کیا گیا۔ جب شمسی پاشا مناستر کے تار گھر سے حکومت کو اس بات کی اطلاع

دے کر کہ میں بہت جلد انور بے کو گرفتار کر کے پابجولاں روانہ کرنے والا ہوں۔ واپس آنے کو تھا کہ انجمن کے نامزد ممبر نے جو شمسی پاشا کے قتل کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ شمسی کو تار گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اور موقعہ پا کر طپنچہ سے اس کا کام تمام کیا۔ اور تار گھر کے اندر جا کر عبدالحمید خاں کو بذریعہ تار خبر کی کہ شمسی پاشا کو انجمن کے کسی ممبر نے جو شمسی کے قتل کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔

جس وقت سلطان کو شمسی کے قتل کی خبر پہنچی۔ نہایت ہی گھبرایا۔ اور اس کی پریشانی اور تردد کی کوئی حد نہ رہی۔ اس کے تمام منصوبے خواب وخیال ہو گئے۔ ادھر انجمن مناسنر کی کمیٹی نے شمسی کے قتل کی خبر نیازی بک کو اس طرح دی کہ ایک فدائی نے تار گھر کے قریب ایک ہی گولی سے شمسی کا کام تمام کیا۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ پندرہ سو سپاہیوں کے نرغہ سے صاف بچ کر نکل آیا۔

عبدالحمید کی حکمت عملی انور بے کی گرفتاری کیلئے

جب بادشاہ کو شمسی پاشا کے قتل اور عثمان پاشا کی گرفتاری کے بعد بہت سی مایوسی ہو چکی تو خیال آیا کہ اس وقت حکمت عملی سے کام نکالنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے انجمن کے پاس مصالحت کی غرض سے کمیشن روانہ کیا۔ مگر بے سود۔ اور ازاں بعد انجمن تحقیقات قائم کی تاکہ بانیان بغاوت کا کسی طرح پتہ چلے۔ اور ان کو دام تزویر میں پھنسا کر حکومت کا فرمانبردار بنایا جائے۔ لیکن اتحادیوں کی کوشش اور ملک کی خوش قسمتی سے سلطان کی ایک بھی چال صحیح نہ بیٹھی۔ اس قدر تگ ودو سے حکومت کو صرف اسی قدر سوجھا کہ انور بے کو کسی حسن تدبیر سے قابو میں لانا چاہیئے۔ یہ خیال آتے ہی عبدالحمید نے انور بے کو دعوتی رقعہ لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ تم قصر یلدیز میں پہنچو۔ اور کمیٹی میں جو ملک کی اصلاح کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اپنی رائے دو۔ حکومت کو تمہاری ذات بہت مفید ثابت ہو چکی ہے۔ اس وقت حکومت امید کرتی ہے۔ کہ تم ملک میں امن قائم کرنے کے ہر طرح کی کوشش کر کے اپنے آپ کو سلطنت کا خیر خواہ ثابت کرو گے۔ جس کے بدلے میں حکومت کی طرف سے تمہارے اعزاز میں ترقی اور انعام میں خاصی جاگیر مرحمت ہو گی"۔ انور بے

جو عبدالحمید کی چالوں سے خوب آگاہ تھا۔ اس خبر کو سُنتے ہی کہنے لگا کہ انجمن تحقیقات میں اس کی شمولیت اچھی نہیں۔ یہ میری گرفتاری کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ملک کے تمام حصوں میں حکومت کے برخلاف شورش برپا ہو رہی ہے۔ ترکی قریباً تمام رعایا آزادی کے مطالبہ کے لئے کھڑی ہو گئی ہے۔ اور حکومت اس فتنہ کو فوجی طاقت سے دبا نہیں سکتی۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی انور بے نے حکومت کی فوجی وردی بدن سے اُتار دی۔ اور انجمن کی جماعت میں شامل ہو کر حکومت کے برخلاف علانیہ دستور کے قائم کرنے کے لئے نہایت مستعدی سے کام کرنے لگا*

طرابلس میں انور بے کے کارنامے

انور بے جب تمام مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنے کے بعد بخیریت تمام طرابلس کے قریب جا پہنچے تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے غلام کی معرفت اشیاءِ خوردنی منگوانے اور شہر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اور خود اطالوی مورچوں کی دیکھ بھال کے لئے ساحل کی طرف بڑھے۔ غلام شہر کی حفاظت اور دیگر امور کی واقفیت حاصل کر کے حسب الحکم اپنی جائے قیام پر آ پہنچا۔ اور اپنے آقا انور بے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انور بے بھی تشریف لے آئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر غازی انور بے اور ان کا غلام احد بے دونوں شہر کی طرف بڑھے۔ اس وقت چونکہ رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ تمام شہر کے در بند تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر فوجی سپاہیوں کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ جن کی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی۔ انور بے اپنے غلام کو ہمراہ لئے جس دروازہ پر پہنچے۔ وہ قلعہ کے بالکل متصل تھا۔ جب یہ دونوں دروازہ پر پہنچے تو شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن پہرے کے سپاہیوں نے اپنے افسر کے حکم کے مطابق دروازہ کا پھاٹک نہ کھولا۔ اور کہا تم کون ہو؟ اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ کیا تم کو کرنل نشاط بک کے حکم کی خبر نہیں؟ اب نو بجنے کو ہیں۔ اس وقت دروازہ نہیں کھل سکتا۔ یہ جواب سُن کر خود انور بے آگے بڑھے

اور کہا تمہارا افسر کہاں ہے۔ جس نے تم کو ایسا حکم دے رکھا ہے۔ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ اور آستانہ سے آ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک سپاہی دوڑتا ہوا نشاط بک کی خدمت میں پہنچا۔ جو اس وقت اتفاق سے وہاں موجود تھے۔ اور سپاہیوں کو تاکید کر رہے تھے کہ شہر کی حفاظت نہایت مستعدی سے کرو۔ اور کوئی غیر آدمی شہر میں ہوقت داخل نہ ہونے پائے۔ جب سپاہی نے نشاط بک کی خدمت میں پہنچکر عرض کی کہ دو اجنبی فرانسیسی شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم آستانہ سے کچھ پیام لے کر آئے ہیں۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ نشاط بک آستانہ کا نام سنتے ہی دروازہ کی جانب بڑھے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو دو اجنبی فرانسیسی دیکھے۔ جن میں سے ایک نے بڑھ کر (یہ غازی انور بے تھے) ایک کاغذ کرنل نشاط بک کے ہاتھ میں دیا۔ (اس کاغذ میں چند ایک ہدایات کرنل نشاط بک کے نام انجمن اتحاد و ترقی کی طرف سے تھیں) جس کو دیکھتے ہی نشاط بک نے سپاہیوں کو جلدی دروازہ کھولنے کو کہا۔ اور یہ دونوں نو وارد نشاط بک کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ قلعہ کے مورچوں کی معمولی دیکھ بھال کے بعد کرنل نشاط بک اپنی جائے قیام پر مع اپنے مہمانوں کے پہنچے۔ اور آستانہ کے حالات دریافت کرنے کے بعد اطالوی بے ایمانوں کے ارادوں (جن کا علم ان کو اپنے جاسوسوں کی معرفت ہو چکا تھا) اور حملوں کی کیفیت سے انور بے کو مطلع کیا۔ اور مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت شہر میں سامان رسد کافی موجود ہے۔ لیکن سپاہ اس قدر کافی نہیں کہ ہم میدان میں نکلکر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ اور نہ ہی اس وقت قلعہ میں بڑی توپیں اتنی موجود ہیں جن سے ہم دشمن کو سخت نقصان پہنچا سکیں۔ اور اس بات سے بھی مطلع کیا کہ دشمن نے طرابلس کے ساحلی علاقوں میں گھسکر لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ بے شمار اشتہارات تقسیم کرنے کے علاوہ خانہ بدوش عرب قبائل کو زر کی بھی لالچ دی ہے۔ جن میں سے بعض سادہ لوح بدو قبائل ان کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔

چونکہ ذکر اذکار میں رات کا بہت حصہ گزر چکا تھا۔ اور انور بے بھی سفر کی تکان سے

مضمحل ہو رہے تھے۔ نشاط بک نے سمجھا کہ اس وقت سو جانا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں اُٹھے اور اپنے اپنے خیموں میں جاکر بستروں پر لیٹ گئے۔

صبح اُٹھتے ہی فریضہ الٰہی سے فارغ ہو کر نشاط بک اور انور بے ضروری مشورہ کے لئے ایک خیمہ میں جمع ہوئے۔ حالات حاضرہ پر تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ مختلف عرب قبایل کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے ایک وفد شیخ سنوسی کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت کرنل نشاط بک نے شہر طرابلس کے رؤسا کو طلب کر کے دشمن کی طاقت اور اس ارادہ کا مفصل حال بیان کیا۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ قلعہ گیر فوج جس کی تعداد دس ہزار ہے۔ اس جنگ کے واسطے کافی نہیں۔ نیز یہ بھی جتلا دیا کہ آستانہ سے فوجی کمک کی امید نہیں۔ کیونکہ سمندر میں اٹلی کا جنگی بیڑا لنگر انداز ہے۔ اور مصر و ٹیونس کے راستے بھی مسدود ہیں۔ کیونکہ سلطنت ہائے برطانیہ اور فرانس نے اس جنگ میں اپنی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا ہے۔ اس واسطے ان راستوں سے بھی کسی قسم کی امداد کی توقع نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ فیصلہ قرار پایا ہے کہ اہل طرابلس کی طرف سے ایک وفد شیخ سنوسی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ اور یہ وفد تمام حالات کو من وعن بیان کرتے ہوئے بقائے اسلام کے لئے امداد کی درخواست کرے۔ امید ہے کہ شیخ موصوف دیرینہ شکایتوں کو جو ان کو سابقہ حکومت ترکی سے ہیں بالائے طاق رکھکر اس وقت دین اسلام کی عزت اور شہر طرابلس کی حفاظت کے لئے تمام قبائل عرب میں جو ان کے حلقۂ عقیدت میں ہیں حکم روانہ فرمائیں گے۔ اور ان کے مرید جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ پروردگار کی خوشنودی اور دین محمدی کی حفاظت کے لئے میدان جنگ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر ہر ایک نے اس مبارک قرارداد کی تعریف کی۔ اور دوسرے دن علی الصباح ایک وفد جس میں علما اور فوجی افسر بھی شامل تھے۔ شیخ سنوسی کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ جس نے پہنچکر نیاز حاصل کرنے کے بعد ایک عرضداشت شیخ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کی۔

جس وقت وفد مذکور شیخ موصوف کی خدمت میں پہنچا۔ تو شیخ علیہ الرحمۃ نے وفد کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور اچھی طرح تسلی اور دلدھی کے بعد ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کا وعدہ فرمایا۔ چونکہ وقت بہت تنگ تھا۔ اس لئے وفد کو زیادہ دن ٹھہرانا مناسب نہ سمجھا۔ اور مندرجہ ذیل الطاف نامہ دے کر رخصت فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صلے اللہ علےٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم۔

از جانب بندۂ خالق کل سبحانہٗ۔ احمد بن سید محمدؐ شریف ابن سید محمدؐ ابن علی ابن سنیوسی الخطابی ادریسی

بخدمت فدائے حریت پرستار خلافت۔ غازی انور بے!

بعد از بہترین ہدیہ سلام مسنون الاسلام گذارش ہے کہ آپ کا گرامی قدر پیام بوساطت وفد عالی مقام خادم اسلام کو پہنچا۔ آستانہ سے چلکر دشوار گذار راستوں کی تکلیفات کے بعد طرابلس میں اسلام اور اسلامیوں کی حفاظت کے لئے آپ کا تشریف لانا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ میں اس بات کو سُن کر نہایت ہی خوش ہوا ہوں۔ کہ آپ نے یہ ایک اسلامی خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ پروردگار تمہارا دلی مدعا بر لائے اور تمہیں اسلامی خدمت بجالانے کی توفیق مزید بخشے۔ آپ نے اس احقر کو بھی جو حفاظت اسلام کی خدمت کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے لئے آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں پروردگار اپنے کلام پاک میں خوشخبری دیتا ہے۔ ان تنصر اللہ ینصر کم و یثبت اقدامکم (ترجمہ) اگر تم اللہ کی (دین الٰہی کی حفاظت کرتے ہوئے) مدد کرو گے تو وہ خود تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدمی بخشے گا" اور اپنی کلام پاک میں دوبارہ یہ مژدہ جانفزا ان الفاظ سے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذ لکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہٖ (ترجمہ) اگر تمہارا مددگار پروردگار ہو تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو کوئی متنفس تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

جب ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ متفق ہو کر دین حق کی راہ میں اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اسلام و اسلامیوں کی حفاظت کرنے میں اپنی

جان و مال کی پروا نہ کریں۔ پس ایسی حالت میں اور میرے تمام عقیدتمند مرید اس نیک خدمت کے لئے ہمہ تن تیار ہیں۔ ہم نے جہاد کا فتوٰے دے دیا ہے جس سے جمیع برادران اسلام کو ہدایت کی ہے کہ وہ دین کی حفاظت کو مدنظر رکھ کر تمام فروعی تفرقات بالائے طاق رکھ دیں۔ اور باہمی دیرینہ کاوشیں بھلا دیں۔ یقین ہے کہ عرب کے تمام غیور اور بہادر اپنے ضروری بندوبست کے بعد بہت جلد آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ تاکہ آپ کے ارشاد کے مطابق غدار دشمن کو نیست و نابود کر دیں۔ میں بھی مجاہدین کی فوج ظفر موج لے کر میدان جنگ میں آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پروردگار میری آرزوؤں کو بر لائے۔ اور اپنے دین حق کی آپ کی ہی مدد کرے۔ میں بدرگاہ رب العزت نہایت عاجزی سے آپ کی فتحمندی کی دعا مانگتا ہوں۔ اور جمیع حاضرین برادران اسلام آمین کہتے ہیں۔ اور آپ کو سلام مع الاحترام عرض کرتے ہیں۔

اقتباس خیالات غازی انور بے

ان روزوں میری زندگی کے ایام جس طرح گزر رہے ہیں یہ ایک قابل رشک زندگی ہے۔ میں نے اسلام کی خدمت کو اپنے ہر ایک عیش و آرام پر ترجیح دے رکھی ہے۔ مجھے آج سے پہلے اس کا خیال بھی نہ تھا۔ کہ دیگر ممالک کے مسلمانوں کی طرح اسلام کی حفاظت پر مر مٹنے والے عرب مسلمان بھی اس خطہ میں رہتے ہیں۔ غدار اٹلی کے غاصبانہ حملہ کی وجہ سے مجھے یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ غیور عرب مسلمان دین اسلام کی حفاظت اور خلیفۃ المسلمین کی مدد کے لئے خوش خوش جوق درجوق آ رہے ہیں۔ ان کے اعتقاد پختہ اور ایمان کامل ہیں۔ یہ لوگ خلقاً تیز فہم اولوالعزم شیریں زبان ہیں۔ ان کو اپنے وطن سے سچی محبت ہے۔ میں نے ان کے کارنامے بچشم خود دیکھے ہیں۔ لہذا میرے خیال میں مرد تو مرد ہیں۔ ان کی خواتین بھی وطن پرستی میں کسی طرح مردوں سے کم نہیں میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔ عرب خاتونیں مردوں کے دوش بدوش دشمن کا مقابلہ کرتی ہیں۔ ان کو جوش دلاتی ہیں۔ میں دعوٰے سے کہتا ہوں کہ جس ملک کی عورتیں ایسی جری

اور بہادر ہیں۔ اس ملک کے مرد خدا کے فضل کرم سے مظفر و منصور ہوں گے۔ میں اپنی زندگی کے ایام ایک غیور اور بہادر لوگوں میں بسر کر رہا ہوں۔ میری زندگی ایک قابل رشک زندگی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ہمعصر ترک افسر مجھے ایسے جانباز وطن پرست عربوں پر حکمران کرتے ہوئے دیکھ لیں تو ضرور ہی مجھ سے رشک کرنے لگ جائیں ۔

انور پاشا سے عربوں کی محبت

غازی انور بے نے دوران جنگ میں ایک چٹھی کسی اپنے جرمنی دوست کو لکھی تھی۔ جس کا خلاصہ مصر کے اخبار اللواء میں بدیں الفاظ شائع ہوا تھا

جوشیلے مجاہدین عرب نئی اور پرانی قسم کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر جوق در جوق چاروں اطراف سے میدان جنگ میں امڈے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے حلفیہ وعدہ کر لیا ہے کہ مرتے دم تک اپنے عزیز وطن کی حفاظت کے لئے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ ان بہادروں نے اکثر موقعوں پر اپنے قول کو عملاً ثابت کر دکھلایا ہے۔ کل کی بات ہے۔ کہ ایک عام جلسہ میں ان جانباز مجاہدین نے اپنے اقرار کو بدیں الفاظ دہرایا ہے۔ کہ ہم خلیفہ کے نائب (یعنے میرے سامنے) کے روبرو حلفیہ کہتے ہیں کہ بتقاضائے بشریت ممکن ہے۔ کہ ہمارے شیوخ کبھی جنگی خدمات میں غفلت کریں۔ لیکن ہم کبھی اور کسی حال میں بھی آپ کے حکم کی تعمیل سے پس و پیش نہ کریں گے۔ ہم آپ کو (یعنے مجھے) یقین دلاتے ہیں کہ جناب کے ارشاد کے مطابق پیارے وطن کی خاطر جان پر کھیل جائیں گے۔ عرب مجھ سے از حد محبت کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ اور میرا جمہوری حکومت سے کیا تعلق ہے۔ یہ سب مجھے سلطان المعظم کا داماد سمجھتے ہیں۔ میں بھی ان غیور اور بہادروں کے رنج و راحت میں شریک ہونے پر بجا فخر کر سکتا ہوں۔

ایک فرانسیسی نامہ نگار نے میدان جنگ سے اپنے اخبار کو چشم دید حالات لکھے تھے۔ جن کا اقتباس ذیل کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:-

طرابلس کے ریگستانی علاقوں میں اخوت اسلامی کا جوش (جسکو دیکھکر تمام یورپ

ڈنگ رہ گیا ہے) جس نے بادیہ پیما عربوں میں پیدا کیا ہے۔ وہ محب وطن اور شیدائے
ملک وملت قابل قدر افسر انور بے جس نے تمام ترکوں اور عربوں کو اسلام کے رشتہ
اتحاد میں ایسا مضبوط باندھ دیا ہے۔ کہ دنیا پر کی کوئی طاقت بھی اسے توڑ نہیں سکتی
تمام قلمرو ترکی میں اسی کی جدوجہد سے انقلاب عظیم واقعہ ہوا ہے۔ یہ وہ شخص ہے
جس کی بدولت مملکت عثمانیہ میں لاکھوں کی تعداد سے بھی زیادہ حریت پسند اس
وقت موجود ہیں۔ اسی تن واحد نے صوبہ ترکی میں سب سے پہلے مختلف مذاہب
کے لوگوں کو وطن پرستی کا سبق پڑھایا ہے۔ اسی کے قدوم میمنت لزوم کی برکت
سے آج طرابلس کے ریگستانی صحراؤں میں ایسی طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ جو آتشین
گولوں کی بارش اور گولیوں کی پرواہ نہیں کرتی۔ اطالوی اپنے جنگی جہازوں سے
برابر گولے برسا رہے ہیں۔ اور آسمان سے ہوائی جہازوں کے ذریعہ آگ کی بارش
پے در پے کر رہے ہیں۔ لیکن مجاہدین عرب اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پروانہ وار
کو د رہے ہیں۔ میرے خیال میں ان غیور عربوں کو جس نے ایسی جان فروشی اور دلیری
پر آمادہ کیا ہے۔ وہ شوق شہادت ہے۔ لیکن ان کے سپہ سالار انور بے کی حمیت
بھی کچھ کم موثر نہیں۔ میرا دعوےٰ ہے کہ جس شخص کے سینہ میں انصاف پسند دل ہے
اور جس کے دماغ میں قوت تمیز باقی ہے۔ خواہ ہے انور بے سے اس کو ذاتی دشمنی ہی کیوں
نہ ہو۔ اگر وہ میرے بیان کردہ میدان جنگ کے حالات کو ایک نظر اپنی آنکھوں سے
دیکھ لے تو ضرور ہی انور بے کا دل سے گرویدہ ہو جائے۔ اور اس کی تعریف میں
ہمیشہ رطب اللسان رہے۔

یہ مسلمہ بات ہے کہ ایک آدمی جو اپنے گھر میں نرم بستروں اور گدیلوں پر
رات کو آرام کرتا ہے۔ اور دن کو گرمی سے بچنے کے لئے خس کی ٹٹیوں میں بیٹھتا
ہے۔ یک بیک اپنے تمام عیش و آرام کو چھوڑ کر طرابلس کے گرم ریگستانی علاقوں
میں دشوار گزار راستوں کو عبور کر کے پہنچتا ہے۔ اور صحرا نشین عربوں کی جھونپڑیوں
اور خیموں تک کس مپرسی کی حالت میں پہنچکر ان کو اخوت اسلامی کے راز سے آگاہ کرتا ہے۔

اس کے سینہ میں خاص دل ہے۔ اور اس کے دل میں خاص درد ہے۔ ورنہ اس بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی سے کیا حاصل۔

میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جو شخص انور بے کو طرابلس کے گرم ریگستانی علاقوں میں پا پیادہ سفر کرتے ہوئے دیکھ لے وہ ضرور یہی کہہ دے گا کہ انور بے کا وجود صرف ترکوں اور حکومت ترکی کے لئے ہی قابل فخر نہیں بلکہ یہ مشہور عالم بہادر اس لائق ہے۔ کہ تمام دنیا اسے عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ اس الوالعزم اور بہادر بطل حریت نے طرابلس میں پہنچکر خدمات اسلامی ایسی خوبی سے سرانجام دی ہیں۔ کہ جن کو دیکھ کر ہر ایک صحرانشین عرب اس کے جھنڈے کے تلے جمع ہو گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عرب کے شعرائے اس کی بہادری کی تعریف میں بڑے بڑے قصیدے نہیں لکھے۔ مگر غیور عربوں نے عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ترکوں اور دیگر ممالک کے مسلمانوں سے عرب جدا نہیں۔ وہ ایک ہی خدا کے پرستار ہیں۔ اور ایک ہی رشتہ اخوت اسلامی منسلک ہیں۔

اہل عرب میں ایفائے وعدہ کی عادت فطرتاً ہے۔ اور تمام ترک بہادر اور جنگجو مشہور عالم ہیں۔ اگر ان دونوں قوموں میں چند سال تک اسی طرح رشتہ اتحاد و اتفاق قائم رہا۔ تو بلاشک ترکی سلطنت کی شان وشوکت دولت وحشمت فتح و نصرت زمانہ سابقہ کی طرح چاردانگ عالم میں بہت جلد وسیع پیمانہ پر ہو جائے گی غازی انور بے جہاں جنگی کارروائیوں میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ وہاں عربوں کی تعلیم وتربیت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے حکم سے محکمہ تعلیم نے ابتدائی کتابوں کی ابتدا جنگی خیال سے کی ہے۔ غازی موصوف میں ایک خاص وصف ہے وہ اس بات کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ عربوں اور ترکوں کے بچوں میں مذاق جنگ پیدا ہو۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ کسی عرب کا لڑکا جو سکول سے گھر کو واپس آرہا تھا۔ اتفاق سے راستہ میں انہیں مل گیا۔ یہ اس کی انگلی پکڑ کر نہایت محبت آمیز نرم آواز سے پوچھنے لگے۔ کہ بیٹا آج سکول میں کیا سبق پڑھا ہے۔ ہم کو بھی سناؤ۔

لڑکے نے خوش خوش اپنے سبق کی یوں ابتدا کی۔

طرابلس وطن ہے۔ ہر ایک آدمی جو اپنے وطن کی حفاظت نہیں کرتا۔ اس کو سچی خوشی اور آسایش کا لذیذ میوہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اٹلی سخت ترین دشمن ہے۔ جب تک دشمن کو کامل شکست دے کر تباہ و برباد نہ کیا جائے۔ اطمینان قلبی حاصل نہیں ہو سکتا۔ سلطان محمد خامس ہمارے باپ ہیں۔ خدا ور سول کی احکام کی پوری تابعداری۔ والد کی فرمانبرداری پر منحصر ہے۔ اس چھوٹے بچے کا حوصلہ افزا با نتیجہ سبق سُن کر غازی ممدوح ہنس پڑے۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

غازی انور بے نے اپنے اخلاق حسنہ سے عربوں کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے ایک عرب مجاہد سے انور بے کے متعلق اس کے اپنے خیالات دریافت کئے۔ اس پر اس مجاہد نے جواب میں کہا کہ غازی انور بے کو گرامی قدر خطابات بک اور پاشا کے دیئے گئے ہیں۔ مگر ان کی شان ان دونوں خطابات سے نہایت اعلےٰ اور ارفع ہے۔ میرے خیال میں تو ان کو شاہ زمن کہنا نہایت موزون ہے۔ بس اس عرب مجاہد کے خیالات کی بنا پر جو اس نے غازی انور بے کے متعلق بیان کئے۔ بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ اطالوی کسی طرح اور کسی حال میں بھی غازی انور بے کا مقابلہ کرنے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ مینے اسی عرب مجاہد سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ تم لوگ شیخ سنوسی کو زیادہ قابل عزت سمجھتے ہو یا انور بے کو۔ تو اس مجاہد نے جواب میں کہا تھا کہ یہ دونوں ہی ہم سب کو جان و مال سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ تم دیکھ لوگے کہ شیخ سنوسی علیہ الرحمۃ کی خیر و برکت سے بہت ہی جلد غازی انور بے دشمن کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اور چار دانگ عالم میں اسلام کی فتح و نصرت کا پھریرا اُڑتا ہوا نظر آنے گا۔ حکومت اٹلی نے لاکھوں قسم کی چالیں چلی ہیں۔ کبھی اہل طرابلس کو ترکوں کے قبضہ اقتدار سے رہائی دلانے کا وعدہ کیا۔ اور کبھی خانہ بدوش عربوں کو روپیہ کی لالچ دی۔ اور ہر ممکن فریب اور دھوکا سے غازی انور بے اور عربوں میں نفاق ڈالنا چاہا۔ لیکن کوئی پیش نہ چلی۔ کیونکہ غیور عرب اپنے بہادر سپہ سالار

کے ایسے متوالے ہیں۔ کہ اس کے اشارہ پر اپنے جان و مال قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عمر منصور پاشا مبعوث بنغازی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر عربوں کو جہاد کی ضرورت سے آگاہ کر رہے تھے۔ میں بھی وہاں موجود تھا جہاد کا حکم اور اس کی خوبیاں سُن کر سامعین ایسے متاثر ہوئے کہ اکثر بے اختیار روتے تھے۔ اور کئی بار پرجوش آواز سے بے ساختہ اللہ ینصر السلطان بار بار کہتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اُٹھ کر غازی انور بے کی خدمت میں پہنچا۔ وہ نہایت خلق اور محبت سے پیش آئے۔ اور ایک آدمی کو جو قریب ہی کھڑا تھا۔ دکھا کر فرمایا کہ یہ حد درجہ کا بے رحم دغا باز قزاق تھا۔ اس کی لوٹ مار نے سلطنت کا دم ناک میں کر رکھا تھا۔ صدہا قافلے اس نے لوٹے تھے۔ اور ہزاروں بیگناہوں ناحق ہلاک کر دیا تھا۔ لیکن طرابلس کی لڑائی شروع ہوتے ہی اس نے تمام برائیوں سے توبہ کی ہے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے یہ اس وقت پکا مسلمان بن گیا ہے۔ آج تک وطن اور خلافت کی حفاظت میں سینکڑوں بے ایمان اطالویوں کو ہلاک کر چکا ہے اور کر رہا ہے۔

میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ ہر ایک دوست و دشمن جس کو متذکرہ بالا واقعات کا علم ہو جائے تو ضرور ہی میرے بیان کی تصدیق کرے گا۔ کہ غیروں اور سرکشوں کو اپنا اور گرویدہ بنانے کا کمال انور بے میں ہے۔ جس نے اجہل اور بادیہ پیما عربوں کو ہزاروں کی تعداد میں وطن اور خلافت کی حفاظت پر آمادہ کر دیا ہے۔

غازی انور بے کی شہادت کی خبر

۲۳ر اپریل ۱۹۱۲ء کو اطالویوں نے اپنی عادت کے موافق اخبارات میں شائع کر دیا کہ قاہرہ سے خبر آئی ہے کہ غازی انور بے اس زخم سے جو انہیں حال کی جنگ میں آیا ہے۔ جانبر نہ ہو سکے۔ اور کل صبح میراط میں ان کا انتقال پُر ملال ہو گیا۔ لیکن ترک جنگ کے اختتام تک انور بے کی وفات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جلالتمآب سلطان المعظم نے انور بے کو پاشا کے اعلےٰ درجہ پر ممتاز فرمایا ہے۔ اور ان کو حصول

صحت کیلئے قسطنطنیہ واپس بلایا ہے۔ ایوب صبری بے کے پہنچنے تک جو طرابلس کی
ترکی سپاہ کے سپہ سالار رہوں گے۔ عزیز بے انور بے کے قائم مقام ہوں گے۔
یہ منحوس خبر رائٹر ایجنسی کی معرفت جب ہندوستان میں پہنچی تو مسلمانوں کے دلوں
پر اس سے سخت صدمہ ہوا۔ اکثروں نے جب یہ خبر سُنی تو کھانے نہ کھائے بہتیرے
رات بھر روتے رہے۔ اگلے دن صبح کو لندن سے اس خبر کی دروغ بیانی ظاہر ہو گئی
اور غمزدوں کی کچھ ڈھارس بندھی۔ اس پر مزید اطمینان حاصل کرنے کی غرض سے
مسٹر محمد علی ایڈیٹر کامریڈ نے محمود شوکت پاشا وزیر جنگ دولت عثمانیہ کی خدمت
میں تار روانہ کر کے انور بے کی حیات کے متعلق اصل حال دریافت کیا۔ جس کا وزیر
جنگ نے جواب دیا کہ غازی انور بے خدا کے فضل و کرم سے صحیح و سالم زندہ ہیں

انور بے زندہ ہیں

کذاب اطالویوں نے غازی انور بے کی شہادت کی جھوٹی
خبر مشہور کر دی تھی۔ اگرچہ اس کی متعدد ذرائع سے تردید ہو چکی تھی۔ مگر خود غازی
انور بے نے اپنے ایک جرمن دوست کو میدان جنگ سے ایک خط لکھ کر دروغ بافی
اطالویوں کی راست بیانی کی اچھی طرح قلعی کھول دی۔ جس کو ہم ذیل میں درج
کرتے ہیں:-

"آج کل ہماری فوج میں غیر معمولی عیش و آرام کا دورہ ہے۔ ہر ایک کیمپ سے
ہر وقت نغمہ و سرود و خوش آہنگ اور جانفزا صدائیں آتی رہتی ہیں۔ یہ بہادر عرب
اپنی سریلی آواز سے جوشیلے عربی اشعار پڑھ پڑھ کر رجز خوانی کرتے رہتے ہیں۔
مجاہدین میں کئی ایک نازک خیال شاعر موجود ہیں۔ جو شجاعت کے جذبات کو
برانگیختہ کر کے مجاہدین کے دلوں میں شوق شہادت کا اضافہ کر رہے ہیں۔ بُزدل
اور بھگوڑے غنیم کی بڑے زور سے مذمت کی جاتی ہے۔ اور مجاہدین عرب ان
نظموں کو اپنے عربی لہجہ میں تالیاں بجا بجا کر خوش ہو کر گاتے ہیں۔
اس سے پہلے عرب آپس میں اکثر لڑا کرتے تھے۔ مگر اب قومیت اور یگانگت
کی خوبیوں کو بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ اور اب وہ غیور بہادر ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنی عربی تلوار کا

جوہر دکھا سکتے ہیں۔ یہاں کے اخراجات کا اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ میں نے صرف اپنے زیر کمان بیس ہزار مجاہدین پر تین مہینے کے عرصہ میں پندرہ ہزار پونڈ خرچ کئے ہیں۔ اس کے برخلاف صرف اطالوی جہازوں کے کوئلہ کا ہفتہ وار خرچ بیس ہزار پونڈ ہے۔

آخری لڑائیوں میں ہماری فوجی حالت قابل تعریف تھی۔ کیونکہ میٹرلیور اور پہاڑی توپیں ہم نے اطالویوں سے چھین لی ہیں۔ اور ہماری فوج میں مجاہدین کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس کے برعکس اطالوی فوج نے علم بغاوت بلند کر رکھا ہے وہ اپنے افسروں سے واپسی کے لئے مصر ہو رہے ہیں۔ جو اطالوی میرے پاس آتا ہے۔ میں اس کی جان بخشی کر کے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں۔ اس سے پہلے مشائخ عرب حکومت سے بیزار اور سرکش تھے۔ وہ آج سلطنت کی حلقہ بگوشی کو اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے ہیں۔

یورپ کے اکثر اخبارات ہماری بہادری پر برابر بحث کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے مجاہدین اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تو ایک مذہبی اور قومی فرض سمجھکر جنگ میں شریک ہوئے ہیں۔ شجاعت اور بزدلی کا پورا اندازہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ غنیم اپنی خندقوں سے نکلکر میدان جنگ میں صف باندھ کر لڑے۔ جرمن اخبارات مجھے بطل الصندید کا خطاب دے رہے ہیں۔ لیکن در اصل بات یہ ہے کہ یہاں ہر ایک مجاہد لفظ بہادر کا مستحق ہے۔ اس لئے از راہ نوازش آپ صرف میری نسبت یہ خطاب نہ لکھا کریں۔ بلکہ جملہ مجاہدین کو بصیغہ جمع الطال تحریر کیا کریں۔ آج کل مجھے جنگ کی فکر نہیں۔ کیونکہ عرب خود بخود ہر وقت لڑنے مرنے پر تیار رہتے ہیں۔ البتہ رفاہ عام کے کاموں میں زیادہ مصروف رہتا ہوں۔ مثلاً کسی شہر میں بازار کھلوا دیا۔ کہیں سڑک بنوا دی۔ اور کسی جگہ ترقی تجارت کے وسائل بہم پہنچا دیئے۔

اگرچہ ساحل کی طرف سے ہماری امداد کے بظاہر تمام رستے مسدود ہیں

مگر مجھے رومانیوں کے زمانے کی دو قدیم سڑکوں کے نشان مل گئے ہیں۔ جو مصر و ٹیونس کی طرف جاتی ہیں۔ اور وہ ساحل سے پچاس کیلو میٹر کے فاصلے پر ہیں۔ تمام رستے میں بدرقہ کی بجائے اکثر رومانیوں کے نشانات راہ نمائی کے لئے موجود ہیں۔ میں نے تمام عرب مشائخ اور ان کی اولاد کو موزر بندوقوں سے مسلح کر دیا ہے۔ میرے دستخطی رقعوں کو عرب سونا چاندی کے برابر سمجھتے ہیں۔ آج میرے پاس سیدنا شیخ سنوسی کا جو گرامی نامہ آیا ہے۔ وہ میرے لئے باعث خوشی اور فخر نہیں۔ بلکہ اس کے مضمون نے تمام مجاہدین کی ہمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ میں نے اس کا جواب بہت سے تحفہ و تحائف کے ساتھ شیخ موصوف کی خدمت میں روانہ کر دیا ہے۔

آج حسب معمول اطالوی اور ہمارے طلایہ کی فوج میں جھڑپ ہوئی تو میں نے چند قبائل کو حملہ میں شریک ہونے کے لئے روانہ کر دیا۔ اور چند منٹ بعد خود بھی دیکھ بھال کے لئے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تمام عرب تہلیل و تکبیر میں مصروف میرے اشارہ پر ہتھیار اُٹھانے کو تیار ہیں۔ میں اولاد مشائخ کی ایک باقاعدہ فوج تیار کر رہا ہوں۔ میں ان کی نشانہ بازی کا امتحان کر چکا ہوں۔ یہ تین سو میٹر کے فاصلہ سے بحساب اَسّی فیصدی نشانہ بازی میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عرب مجاہدین جب پہلے پہل میرے پاس آتے ہیں تو ایسے لغو سوالات کرتے ہیں کہ جواب دیتے دیتے تنگ آ جاتا ہوں۔ مگر میں جس وقت صفوں میں سے گزرتا ہوا اپنی نسبت ان کے حسن عقیدت اور تابعداری کا اندازہ کرتا ہوں۔ تو میری مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ہمارے کیمپ میں صرف دو کنوئیں ہیں۔ جن سے حسب ضرورت پانی لیا جاتا ہے۔ اور اشیاء خوردنی کی تو ایسی افراط ہے۔ کہ جتنی چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔

ہم نے بیماروں۔ کمزوروں کی امداد کے لئے پانچ جماعتیں مقرر کر رکھی ہیں اور زخمیوں کے لئے ساڑھے سات سو چارپائیاں موجود ہیں۔ مگر قریباً یہ سب

ہمیشہ خالی پڑی رہتی ہیں کیونکہ یہ غیور بہادر عرب زخمی ہو کر پلنگ پر لیٹنا باعث شرم خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی بدرجۂ مجبوری صاحب فراش ہو جاتا ہے تو ایسی حالت تین چار دن سے زیادہ نہیں رہتی میرے پاس عنقریب ہی بجہتر ملین فرش نقد اور سامان رسد جو دو سال کے لئے کافی ہو۔ مہیا ہو جائے گا۔ امید ہے کہ ایسی حالت میں ہم صلح کی آرزو کبھی بھی نہ کریں گے۔ بعض ہمسایہ طاقتوں کا ہم سے اچھا برتاؤ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہماری فتح کی خبروں کو بھی مشتہر نہیں ہونے دیتے۔

میں چند روز کی کامیابی اور حسن انتظام سے اطالویوں پر ایسا دوبھر ہو رہا ہوں کہ اُنہوں نے میرے سر کے معاوضہ میں بڑے بڑے انعامات مشتہر کر رکھے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ میرا سر ایسا سستا نہیں جو کسی رقم پر اطالویوں کے ہاتھ آ سکے۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایسے بہادر باتدبیر افسروں کی کافی تعداد موجود ہے۔ جو میرے بعد مدت مدید تک اطالویوں کو لوہے کے چنے چبوا سکتے ہیں۔ بالفرض اگر میں شہید بھی ہو گیا تو اس کا جنگ پر بُرا اثر نہ پڑے گا۔ البتہ اپنی موت سے پیشتر میری یہ تمنا ہے کہ مجاہدین کی فوجی حالت درست ہو جائے۔ میں اپنے ہر ایک کام میں خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور اس کی مدد کا امیدوار ہوں۔

آج کے معرکہ میں دو اطالوی افسر اور چند نمبر اوّل کے رسالدار کام آئے مجروں کی جیبوں سے بہت سے نوٹ برآمد ہوئے تھے۔ جو میں نے براہ راست مقتولین کے وارثوں کے نام روانہ کر دیئے ہیں۔ اطالویوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ چند دن تک لڑائی موقوف کر دی جائے۔ لیکن میں نے ان کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ ٹیونس اور مصر تک تار کا سلسلہ ازسر نو قایم کر دیا ہے۔

میں ایک دن اطالویوں پر حملہ آور ہونے کے لئے مجاہدین کی جمعیت لے کر بڑھا تو مقابلہ کے لئے ان کی تین رجمنٹیں اپنے مورچوں سے باہر نکلیں۔ مگر مجاہدین نے انہیں تھوڑے عرصہ میں حسب معمول شکست دے کر اُلٹے پاؤں بھگا دیا۔ اس پر اطالویوں کا بیان ہے کہ اسی دن میرے قائم مقام نے مقام بنغازی میں بھی اطالویوں کو

شکست فاش دی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ موجودہ لڑائیاں ہماری داخلی اصلاحات میں سنگ راہ نہیں۔ ان کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔
ہمارے بڑے فوجی مرکز میں بہت جلد سڑک تیار ہو جائے گی۔ دول یورپ کیلئے مناسب ہے کہ وہ صلح کی تحریک مکرر نہ کریں۔ ہم جنگ بند نہیں کریں گے۔ ہزمیت خوردہ اطالوی رفع خجالت کے لئے مختلف ساحلوں پر بے سود گولہ باری کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم نے متفقہ طور پر فیصلہ کر رکھا ہے کہ ہر قسم کے مصائب کو بخوشی برداشت کریں گے۔ مگر اٹلی سے دب کر ہرگز صلح نہ کرینگے اگر ہماری کوئی آرزو ہے تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں رہیں یا نہ رہیں۔ ہمارا ذکر خیر ضرور باقی رہے۔ ہماری آئندہ نسلیں ہم پر فخر کریں۔ اور جنگ طرابلس کے واقعات لوگوں کو عرصہ دراز تک یاد رہیں۔
آخری معرکہ میں اطالویوں کے ایک ہزار سپاہی اور تینتالیس افسر قتل ہوئے اور ہمارے ایک سو بائیس مجاہدین اور ایک رسالدار شہید ہوا۔ اس کے بعد اطالوی بزدل آج تک مورچوں سے باہر نکل کر نہیں لڑ سکے۔ حالانکہ اس وقت جو کچھ ہوا ہے۔ وہ ان مصائب کا عشر عشیر بھی نہیں۔ جو ان کو پیش آنے والے ہیں۔ دنیا دیکھ لے گی کہ اطالوی اپنی حماقت پر پچھتا رہے ہوں گے۔
میں نے تمام شیریں چشموں کو اطالویوں پر بند کر دیا ہے۔ لہذا مجبوراً جہازوں کے ذریعہ دوسرے مقامات سے پانی منگواتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اطالوی سپاہ خندقوں میں کیوں سڑ رہی ہے۔ ان کی بزدلی اور سستی سے مجھے اپنے مجاہدین کی افواج کی ترتیب اور درستی کا اچھا موقعہ مل گیا ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اطالویوں نے میرے سر کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کر رکھے ہیں۔ اس پہ ایک ظریف کو یہ سوجھی کہ وہ ایک دوسرے آدمی کا سر کاٹ کر اطالوی حکام کے پاس لے گیا اور ان سے کہا کہ یہ غازی انور بے کا سر ہے۔ اطالوی بہت خوش ہوئے۔ اور تمام اطراف میں تار خبر روانہ کر دی کہ غازی انور بے شہید ہو گئے۔ اطالویوں کو میرے سر کے

حاصل کرنے کے واسطے بہت سے پہاڑ گرانے اور دریا عبور کرنے پڑیں گے ہیں اپنے تمام ہوا خواہوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہوں۔ اور اپنے فرض منصبی کو سرگرمی سے انجام دے رہا ہوں ؂

دوبارہ جنگ بلقان کا آغاز اور انور بے

یوں تو غازی انور بے جب طرابلس سے واپس آئے اسی وقت ہی ملک میں خوشگوار ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں انجمن اتحاد و ترقی کی قوت کئی گنا زیادہ بڑھ گئی۔ قوم پرستوں کی رگوں میں جوش حمیت و غیرت جوشزن ہونا شروع ہوا۔ انور بے آتے ہی قائد افواج شتلجہ مقرر ہوئے۔ باوجود اس کے کہ سابقہ وزارت اس تقرری کے برخلاف تھی۔ مگر انور بے نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور شتلجہ سدھارے۔ کمان ہاتھ میں لے لی۔ اور افواج کی درستی اور انتظام فوراً شروع کر دیا۔ انور بے نہایت ہی بیدار مغز اور ہوشیار افسر ہیں ہر طرف کو ان کی نگاہ دوڑتی ہے۔ جنگ بلقان کے کئی محاذ تھے۔ ایڈریانوپل بھی تھا۔ شتلجہ۔ لولی برغاص۔ گیلی پولی۔ وغیرہ وغیرہ ہر ایک محاذ پر تمام بلقانی ریاستوں کی فوجیں جمٹی ہوئی تھیں۔

انور بے چاروں طرف دھیان رکھتے۔ کبھی کسی محاذ پر جاتے اور کبھی کسی فوج کا معائنہ کرتے۔ کبھی شتلجہ جاتے کبھی قسطنطنیہ۔ غرض اس فدائے ملت و قوم کا وقت اسی دھن میں گذرتا۔ گاہے فوجی ہسپتالوں کا معائنہ کرتے۔ گاہے بیماروں کو دیکھنے اس وقت ہندوستان سے بھی ایک طبی وفد بسرکردگی ڈاکٹر انصاری قسطنطنیہ گیا ہوا تھا۔ اس وفد کا نام "انصاری طبی وفد" تھا۔ غازی ممدوح نے اس وفد کا بھی معائنہ کیا۔ جس کی اطلاع اس وفد نے ہندوستان میں بھی دی تھی ؂

انور بے کا صوفیہ پر چڑھائی کرنا

ایڈریانوپل کو فتح کرنے کے بعد غازی انور بے نے اپنے لشکر کو صوفیہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔ تاکہ ان قیدیوں کو آزاد کرائے جن کو شکست ایڈریانوپل کے وقت غنیم نے گرفتار کر لیا تھا۔ صوفیہ کی طرف روانگی کا حکم سنتے ہی ہر سپاہی اپنا اپنا سامان کوچ درست کرنے میں مشغول ہوا۔ اور دوسرے روز

علے الصباح اس مظفر و منصور لشکر نے درنہ سے صوفیہ کی طرف کوچ کیا۔

پے در پے فتحوں سے لشکر کے ہر ایک سپاہی کا دل بڑھا ہوا تھا۔ سب کے دل میں یہی خیال تھا کہ بلغاریہ کی حکومت نیست دنابود کر کے چھوڑینگے۔ یا خود میدان جنگ سے واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ یہ لشکر ظفر اثر چلتے چلتے بلغاری سرحد میں پہنچ گیا۔ راستہ میں اکثر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئیں۔ بلغاریوں نے روکنے کی بہتیری کوشش کی مگر یہ جرار اور پُرجوش لشکر روکے سے کب رُکتا تھا۔ نہایت ہی استقلال اور کامیابی سے آگے ہی آگے قدم بڑھاتی گئی۔

بلغاریہ کی فوجیں ششلجہ اور ادرنہ کے اردگرد پڑی ہوئی تھیں۔ اور اُن کی آتش فشاں توپوں کی گونج قسطنطنیہ میں سُنی جاتی تھی۔ شاہ بلغاریہ نے نہایت فخر اور تکبر سے کہا کہ اب قسطنطنیہ میں جا کر صلحنامہ پر دستخط ہوں گے۔ لیکن غرور اور تکبر کا سر نیچا ہوتا ہی اچانک ہی واقعات نے رُخ پلٹا۔ بلغاریہ ہزیمت پر ہزیمت کھا کر بھاگے۔ اور صوفیہ میں جا کر دم لیا۔ اور خدا کی قدرت سے وہ وقت آگیا۔ کہ قسطنطنیہ کی بجائے صوفیہ کے گلی کوچے اور بازار نترکوں کی کوہ کن اور بھاری توپوں کی مہیب گرج اور رجال گزا آوازوں سے دھنادھن گونج اُٹھے۔ اور سب نے یہ خیال کیا کہ اب صوفیہ میں صلحنامہ پر دستخط ہوں گے۔ ترکی افواج برابر آگے کی طرف قدم بڑھاتی جاتی تھیں۔ اور بلغاریہ میں اتنی بھی تاب نہ تھی کہ مدافعانہ کارروائی کرتے۔ ان ناامیدی کی حالتوں کو محسوس کر کے شاہ بلغاریہ گھبرا اُٹھا۔ اور پیغام صلح روانہ کیا۔ اور اپنی ہمسایہ سلطنتوں کی امداد طلب کی۔ تاکہ وہ بہت جلد صلح کرا دیں۔ ورنہ خیر نہیں۔ شاہ بلغاریہ کو سب سے زیادہ رومانی فوجوں کا خطرہ تھا۔ جو سرورا مقام تک آگئی تھیں جہاں سے صوفیہ دارالخلافہ بلغاریہ صرف ۳۱ میل کے فاصلے پر واقعہ تھا۔ اس نے پریشانی اور گھبراہٹ کی حالت میں صلح کا سوال بھی اسی غرض سے پیش کیا تھا۔ کیونکہ اس میں اب مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہ گئی تھی۔

بالآخر وہی ہوا۔ اور صلح تسلیم کر لی گئی۔ اور چونکہ ترک بھی متواتر لڑائیوں سے

تھک گئے تھے۔ اور مصلحت وقت کے مطابق بھی یہی امر ہونا چاہیئے تھا۔ لہذا ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء میں سلطنت عثمانیہ اور دولت بلغاریہ کے درمیان صلح ہوئی۔ اور معاہدہ صلح پر دونوں سلطنتوں کے دستخط ثبت ہو گئے۔ اور تقریباً بیس دفعات میں ترمیم ہوئی صلحنامہ پر دستخط ہونے کے بعد طرفین نے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اور غازی انور بے اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر فتح ونصرت کے نعرے لگاتے ہوئے اور خوشی کے ترانے گاتے ہوئے اور کامیابی کا علم بلند کئے ہوئے قسطنطنیہ کی طرف واپس چلے گئے بے چین دلوں کو چین ہوا۔ اور قسطنطنیہ میں اس فتح پر خوشیاں منائی گئیں۔

انور پاشا سے اہل مصر کی محبت

ایک مصری قوم پرست نے انور پاشا کو مخاطب کر کے کہا کہ بھائی حقیقت میں تیری زندگی تعجب خیز ہے۔ اور وہ وقت تھا کہ تونے ہماری ہمدردی اور دلجوئی حاصل کی تھی۔ اور ہم تیری تعریف میں رطب اللسان تھے ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہم نے تجکو بد دعا دی تھی۔ تونے ہماری سلطنت کو جدید آئین سے آراستہ کیا۔ اس وقت تجھ پر برکت نازل ہونے کی دعا کر رہے تھے۔ تونے ہم کو یورپین جنگ میں کھینچا۔ اس وقت ہم نے تجھ کو بُرا کہا۔ تونے طرابلس میں جنگ کی ہم نے تیری بہت کچھ تعریف وتوصیف کی۔ اور اب پھر تو ظاہر ہو کر جوش وسرگرمی کو اُکسا رہا ہے۔ اس لئے ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

انور پاشا کی تقریر

اس کے بعد انور پاشا نے جوابی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میری زندگی خداوند تعالے کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ جیسا چاہتی ہے۔ مجھ سے کام لیتی ہے۔ طرابلس میں میں ایک سپاہی کی حیثیت سے نبرد آزما ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لوگوں کو اور جنگ میں لگا دیا۔ جو بعد میں ہمارے خلاف ہوئی۔ تمام تعریف وعظمت خداوند تعالے کے لئے ہے۔ ہم نے اس جنگ میں شکست کھائی۔ لیکن مسئلہ ابھی تک طے نہیں ہوا۔

ہم نے حتی المقدور کوشش کی۔ میری حالت اس وقت ایسی ہے۔ جیسے کہ ٹوٹے ہوئے جہاز کا پناہ گیر میں ہوائی جہاز سے گر پڑا تھا۔ مجھے چند ماہ قید میں رہنا پڑا۔ جنگ نے مجھے

اپنے لوگوں سے چھڑا دیا۔ میرا خاندان برلن میں ہے۔ اور میں تنہا ہمیشہ جنگ میں مصروف ہوں۔ جب کبھی مجھے سانس لینے کی مہلت ملی تو میں اپنے ملک اور اس کے مستقبل کے متعلق غور کرتا رہوں گا۔

انور پاشا کردستان کے بادشاہ مقرر ہوئے

۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک برقی پیغام نے اطلاع دی کہ انور پاشا کردستان کے بادشاہ مقرر ہوئے ہیں۔ بعد میں اس کے متعلق کوئی خبر نہ آئی کہ انور پاشا نے اپنے قیام کے لئے کوئی شہر تجویز کیا ہے۔ یا نہیں۔ اور آیا بادشاہت کے کاموں کو سرانجام دینے لگے ہیں یا نہیں؟

ناظرین غازی انور پاشا کے ابتدائی حالات یہاں پر تبرکاً درج کئے گئے ہیں۔ اگر غازی موصوف کی زندگی کے مفصل کارنامے جو انہوں نے اس وقت تک جنگ طرابلس۔ بلقان۔ وجنگ یورپ وغیرہ میں سرانجام دیئے ہیں اور جو نہایت عمدہ طور سے تاریخی رنگ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ ضخیم دو جلدوں میں جن کی ضخامت ۲۳۲ ہے۔ بمعہ دو تصاویر عکسی کے بقیمت ۱۲؍ منگا کر پڑھیں (نام کتاب سوانحمری غازی انور پاشا کامل)

یورپ بھی تجھکو مان گیا مصطفٰے کمال

(از جناب سید طاہر حسنی الحسینی)

ٹرکی کو تو نے زندہ کیا مصطفٰے کمال
اللہ رے کمال ترا مصطفٰے کمال

واللہ تو ایسی چال چلا مصطفٰے کمال
یورپ بھی تجھکو مان گیا مصطفٰے کمال

جرأت کو تیری مان گئے اہلِ کارزار
کیا کہنا تیرے حوصلہ کا مصطفٰے کمال

ہمدرد ایسا قوم کا ہونا محال ہے
کب کوئی اور تجھسا ہوا مصطفٰے کمال

جو کام پہلے اور کسی سے نہ ہو سکا
وہ کام آج تو نے کیا مصطفٰے کمال

حق کی صدائیں گونج اُٹھیں کوہ و دشت میں
تو جب سپاہ لے کے چلا مصطفٰے کمال

منصوبے سارے دشمنوں کے خاک میں ملے
یونانیوں کو پست کیا مصطفٰے کمال

یورپ سے دَب سکا نہ کسی بات میں بھی تو
دندان شکن جواب دیا مصطفٰے کمال

جبتک فلک پہ خسروِ خاور کا ہے چلن
روشن رہے گا نام ترا مصطفٰے کمال

طاہر کے پاس اور تو دولت نہیں ہے کچھ
ہے جانِ زار تجھ پہ فدا مصطفٰے کمال
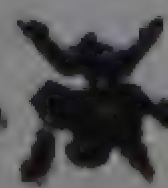
GHAZI MUSTAFA KAMAL PASHA

غازی مصطفی کمال پاشا

مصطفٰے کمال پاشا

ترکی کو پھر بحال کیا مصطفٰے کمال
تونے بڑا کمال کیا مصطفٰے کمال

ترکی بہ ترکی تونے جواب اُس کا دیدیا
یورپ نے جو سوال کیا مصطفٰے کمال

اسلاف کے کمال کے جوہر دکھادیئے
ماضی کو تونے حال کیا مصطفٰے کمال

مدت سے خشک تھا شجر آرزوئے قوم
تونے اسے نہال کیا مصطفٰے کمال

پہنچادیا تھا جنگ نے ترکی کو چشم زخم
یکسر خراب حال کیا [illegible] مصطفٰے کمال

انگورہ جاکے تونے تدابیر خاص سے
زخموں کا اندمال کیا مصطفٰے کمال

پیر و جواں کا الفت قومی کی راہ میں
کیا خوب اتصال کیا مصطفٰے کمال

اپنی زباں سے تونے انہیں دیدیا جو حکم
ترکوں نے امتثال کیا مصطفٰے کمال

میدان کارزار میں خوش ہو کے جان دی
قربان اپنا مال کیا مصطفٰے کمال

سرکش ترا عدو تھا بہت آرمینیا
خوب اسکو پائمال کیا مصطفٰے کمال

لڑبھڑ کے پھر فرانس سے سمجھوتہ کرلیا
یہ کام بےمثال کیا مصطفٰے کمال

اٹلی کو بھی تو گانٹھ لیا تونے لگتے ہاتھ
پاپا کو ہم خیال کیا مصطفٰے کمال

یونان میں سکت نہ رہی اب لڑیگا کیا
ایسا اُسے نڈھال کیا مصطفٰے کمال

جس کام کو وہ سہل سمجھتا تھا بیشتر
تونے اسے محال کیا مصطفٰے کمال

ترکوں کی سلطنت کا جو ڈھلنے لگا شباب
تونے اسی کو ڈھال کیا مصطفٰے کمال

روکے عدو کے وار چلائی خود اس پہ تیغ!
سر عرصۂ قتال کیا مصطفٰے کمال

مدت سے جو معاملہ تھا زیر غور و بحث!
یوں اسکا انفصال کیا مصطفٰے کمال

مسلم کے دل میں شوق سے رہ تیرے واسطے
آراستہ یہ حال کیا مصطفٰے کمال

انگورہ آسکا نہ وہ امداد کو تری
طلعت نے انتقال کیا مصطفٰے کمال

مصرع یہی زبان وجاہت پہ آجکل
تونے بڑا کمال کیا مصطفٰے کمال

مصطفےٰ کمال پاشا

پیدائش مصطفےٰ کمال پاشا ۱۸۸۰ء میں بمقام سالونیکا پیدا ہوئے۔ انہوں نے قسطنطنیہ کے فوجی اسکول میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اور اس کے بعد فوج میں داخل ہو گئے۔ جب ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تو عربوں کی تربیت و تنظیم اور ملک کی مدافعت و محافظت کے لئے چند ترک افسر قسطنطنیہ سے روانہ کئے گئے۔ ان میں ایک مصطفےٰ بھی تھا۔ یہ اس وقت مصطفےٰ کمال بے کہلاتے تھے۔ انہوں نے انور پاشا کی ماتحتی میں عزیز بے مصری کے ساتھ مل کر عربوں کو جدید فوجی طریق پر قواعد سکھلائی۔ اور چند روز میں عربوں کی ایک ہزار و باقاعدہ فوج تیار کر دی۔ ان کی اس قابلیت و خدمت کا ترکی اور یورپ میں خاص طور پر اعتراف کیا گیا۔ اور غازی محمود شوکت پاشا نے بھی جو اس زمانہ میں ترکی کے وزیر جنگ تھے۔ مصطفےٰ کمال پاشا کی بہت کچھ تعریف کی۔ جنگ بلقان میں انہوں نے غازی محمود مختار پاشا کی ماتحتی میں جنگی و فوجی خدمات سر انجام دیں۔ اس کے بعد جنگ یورپ شروع ہوئی۔ تو مصطفےٰ کمال پاشا دردانیال میں ایک جنرل کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد اکثر یورپین اور امریکن اخبارات ان کو دردانیال کا ڈیفنڈر یعنی مدافع دردانیال تحریر کرنے لگے*

شکل و حلیہ مصطفےٰ کمال پاشا ایک دبلے پتلے لیکن بلند قامت اور سپاہیانہ وضع کے آدمی ہیں۔ ان کی آنکھیں خاکستری اور بال بھورے رنگ کے ہیں۔ رخسار کی ہڈیاں کسی قدر ابھری ہوئی ہیں۔ ایک امریکن جرنیل لکھتا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا کے خوبصورت خط و خال سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سرکیشی یا کسی اور حسین و جمیل قوم کا خون بھی شامل ہے*

مصطفےٰ کمال پاشا کی شجاعت و دلاوری بعض روایات سے معلوم ہوا کہ انور پاشا کو مصطفےٰ کمال پاشا سے خاص عداوت تھی۔ اس لئے انہوں وزیر جنگ ہونے کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا کو ایسے محاذ پر بھیجا۔ جہاں جنگ زیادہ شدید تھی۔ اور وہ درہ دانیال

کا موقع تھا۔ یہ اخبارات یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ اس کارروائی سے انور پاشا کا یہ مدعا تھا کہ مصطفےٰ کمال پاشا درہ دانیال کی کسی لڑائی میں کام آجائیں گے۔ اور انہیں ایک زبردست دشمن سے نجات مل جائے گی۔ لیکن یہ سب ناقابل قیاس ادنےٰ ہیں۔ مصطفےٰ کمال پاشا اور انور پاشا میں کامل دوستی و یک جہتی ہے۔ اگر انور پاشا نے مصطفےٰ کمال کو درہ دانیال میں بھیجا تو اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ موقعہ کی اہمیت و ضرورت کے لحاظ سے اس مقام پر زیادہ قابل اور تجربہ کار فوجی افسروں کا تقرر مناسب تھا۔ بہرحال مصطفےٰ کمال پاشا نے درہ دانیال میں اس خوبی وخوش اسلوبی اور اس قابلیت اور شجاعت سے کام کیا کہ بعض مواقع پر جنرل لیمان وان سانڈرس اور دوسرے جرمن آفیسر اور ترک آفیسر انہیں ان کی غیر معمولی اولوالعزمی پر بار بار نصیحت و ہدایت کرتے تھے۔ درہ دانیال کی مہم کے کمان افسر جنرل لیمان وان سانڈرس اور اسد پاشا تھے اور دوران جنگ میں اکثر انہیں کے نام ریوٹر کے برقی پیغامات آیا کرتے تھے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ لیکن اب حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت مدافع درہ دانیال مصطفےٰ کمال پاشا کا نام سب سے زیادہ مشہور رہے ؛

انجمن اتحاد و ترقی اور مصطفےٰ کمال پاشا کی مخالفت

کہا جاتا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا بہت دنوں تک انجمن اتحاد و ترقی کے مخالف رہے۔ اور جرمن آفیسروں خصوصاً جنرل فالکن ہن کو جس نے شام کی ترکی سپاہ کی کمان لے رکھی تھی بہت بُرا سمجھتے تھے۔ چنانچہ پاشائے موصوف نے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو اپنی ایک رپورٹ میں جنرل مذکور پر سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی تھی۔ اور ان کی جنگی تدابیر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا۔ اس لئے ترکی اور جرمنی حکومتیں ان سے کھٹکتی ہوئی تھیں۔ لیکن بعد میں یہ اختلافات رفع ہوگئے۔ اور اب ترک وجرمن مصطفےٰ کمال پاشا کی قابلیت اور جذبہ حب وطن کے معترف ہیں۔

انور پاشا کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا ترکی سپہ سالاروں میں سب سے کم عمر ہیں۔ فرانس کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مصطفےٰ کمال پاشا جنگی اور سیاسی

حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح وہ ایک بے نظیر سپہ سالار ہیں۔ اسی طرح ایک لاثانی مدبر بھی ہیں۔ جیسا کہ اب پوری طرح ثابت ہو چکا ہے۔ یہ عظیم الشان انسان ہمیشہ فخر کیا کرتا ہے کہ اس نے اپنی نبی کریم (صلعم) کی طرح اپنے ہاتھ سے ایک انسان کو بھی آج تک قتل نہیں کیا۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی قومی تحریک

جب ترکی جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ ترکوں کے بڑے بڑے لیڈر قسطنطنیہ سے یا تو خود چلے گئے۔ یا قید و جلاوطن کئے گئے لیکن ترکوں کا قومی جذبہ پامال نہیں ہوا تھا۔ اس لئے جو لوگ اپنے دل میں ملک و قوم کا درد رکھتے تھے۔ وہ وطن کی حفاظت کے لئے متحد ہو گئے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کے ماتحت جو اس زمانے میں مشرقی ترکی فوج اناطولیہ کے کمانڈر تھے۔ قوم پرستوں نے اپنے آپ کو منتظم اور حقیقی حیثیت سے نمایاں کیا۔ مصطفےٰ کمال پاشا کے ایماسے جولائی ۱۹۱۹ء میں بمقام ارض روم سب سے پہلی کانگرس منعقد ہوئی جس میں محافظت وطن کی تدابیر پر بحث و مباحثہ کیا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک جلسہ سیواس میں ہوا۔ جس میں امریکہ سے مدد لینے کا مسئلہ پیش کیا گیا۔ اور یورپ کی امپریلیزم کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ اس اثنا میں اتحادی اور ترکی کی برائے نام حکومت قسطنطنیہ میں بیٹھی۔ اس قومی تحریک کو تشویش و اضطراب کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

مصطفےٰ کمال پاشا کے نام حکم

آخر اتحادیوں کے دباؤ سے ترکی حکومت نے مصطفےٰ کمال پاشا کے نام اس مضمون کا حکم بھیجا کہ وہ یا تو فوراً قسطنطنیہ میں حاضر ہو جائیں۔ یا اپنے آپ کو فوج کی کمان سے علیحدہ کر لیں۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ ان کی فوجوں نے بھی انہیں کے ماتحت رہنا پسند کیا۔ قومی تحریک روز بروز رو بہ ترقی تھی۔ مگر اتحادی احتساب کے ذریعہ سے اس کی خبریں سلطان المعظم تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں قسطنطنیہ بیرونی خبروں کے لحاظ سے دنیا کا بدترین شہر بن گیا تھا۔ آخر ایک روز

سلطان المعظم کا ایک بوڑھا اتالیق سلطان کے پاس بھیجا گیا۔ جس نے تبدیلی وزارت کی خواہش ظاہر کی۔ اس بوڑھے اتالیق کو اس جدوجہد میں مصروف دیکھ کر سلطان المعظم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

مصطفٰے کمال پاشا کے متعلق پہلی خبر

قسطنطنیہ۔ ترکی میں صورت حالات خطرناک طریقے پر پیچیدہ ہو رہی ہے۔ اور شاید اتحادیوں کو عنقریب ایک اور تکلیف دہ معاملہ سے دو چار ہونا پڑے۔ قومی تحریک کا جس کے سرکردہ مصطفٰے کمال پاشا ہیں۔ اور جس کی نشوونما سے داماد فرید پاشا کی وزارت استعفاد دینے پر مجبور ہوئی اور ایک قومیت پسند وزارت مرتب کی گئی۔ اصل مقصد یہ ہے کہ سلطنت کی عظمت برقرار رکھی جائے۔ اسی تحریک کے لیڈر کسی یورپین سربراہی کے مخالف ہیں اگرچہ بظاہر وہ امریکہ کی طرف سے برائے نام سربراہی قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔ لہٰذا صورت حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اتحادیوں کو اس جانب برمحل توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یقین کرنے کی کافی وجہ ہے۔ کہ اگر شرائط صلح قومی پروگرام سے متصادم ہوگئیں۔ تو شاید حکومت ترکی عہد نامہ صلح پر دستخط کرنے سے انکار کر دے۔ پیرس کانفرنس میں قومی تحریک کے متعلق کہا گیا۔ کہ اس کے بانی مبانی بے شک وہی انجمن اتحاد و ترقی کے پرانے ممبر ہیں۔ جو اپنے پوشیدہ مقامات سے ترکوں کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

مصطفٰے کمال پاشا ارض روم کے گورنر

۲۵ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کو قسطنطنیہ کے قوم پرستوں نے مصطفٰے کمال پاشا کو ارض روم کا نیا گورنر منتخب کیا ہے۔ کونسل عالیہ اسے اتحادیوں کے حق میں صریح دھمکی خیال کرتی ہے۔ کیونکہ گذشتہ ہفتے سلیشیا میں سات ہزار ارمنوں کے قتل کا یہی پاشا ذمہ وار ہے۔ اگر اس کا تقرر منسوخ نہ کیا گیا تو کونسل اپنے اس فیصلہ کو بدل دے گی۔ کہ قسطنطنیہ ترکوں کے پاس ہی رہنے دیا جائے۔ مدعا یہ ہے کہ اب مصطفٰے کمال پاشا کی تحریک نے اتنی قوت حاصل کر لی تھی کہ یورپین مدبر اس طرف توجہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو بکسٹن نے اخبار لنڈن ٹائمز کو اس مضمون کی چٹھی لکھی کہ آج کل ترکی کی اصل حکومت قسطنطنیہ میں نہیں۔

بلکہ انگورہ یا سیوا س میں ہے۔ اور ترکی کے ساتھ تصفیہ کرنے سے پہلے مصطفےٰ کمال پاشا سے نمٹنا ضروری ہے۔ ۱۱ر مارچ ۱۹۲۰ء کو لارڈ کرزن نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ برطانوی فوجی حکام کا خیال ہے کہ مصطفےٰ کمال کی فوجوں کی تعداد میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔ وہ درحقیقت اس قدر اہم عنصر نہیں جتنا کہ بعض لوگ اسے خیال کرتے ہیں۔

لندن میں اس وقت عام رائے یہ تھی کہ یونان کی فوجیں مصطفےٰ کمال پاشا سے بھگتنے کے لئے کافی ہیں۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کی طاقت منتشر ہے۔ جس پر آسانی سے قابو کیا جا سکتا ہے۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریر

مصطفیٰ کمال پاشا نے انقرہ میں ایک زبردست تقریر کی تھی جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

پاشائے موصوف نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی قوم نہیں جس نے ہماری طرح دوسرے مذاہب کے لوگوں کا پاس و لحاظ رکھا۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ صرف ترک ہیں جنہوں نے غیر مذاہب کی بھی حفاظت کی۔ اور انہیں ظلم و تعدی سے محفوظ رکھا۔ سلطان محمدؒ فاتح جب قسطنطنیہ میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے باشندوں کے مذہبی و معاشرتی رسم و رواج سے کوئی تعرض نہ کیا۔ بلکہ مذہبی پیشواؤں کو بہت کچھ حقوق اور وسیع آزادی دے کر ثابت کر دیا کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں۔ جو مفتوحین کے احساسات اور مذہبی روایات کا احترام کرتی ہے۔ میں اپنے دعوے کی دلیل میں صرف مذکورہ بالا واقعہ ہی پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

غالباً صلح کانفرنس نے ہمارے دشمنوں کے بیانات کو صحیح تسلیم کر لیا ہے جن میں ہم پر طرح طرح کے اتہام لگائے گئے ہیں۔ لیکن اے حضرات یاد رکھیئے کہ حق کو کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔ اور قوت و طاقت سے بالاتر ہے۔ فرید پاشا نے اپنے سرکاری بیان میں آزادی آرمینیا کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے پیرس میں تصریح کی ہے کہ جنوب میں کوہستان طارس ہماری سرحد قرار دی جا سکتی ہے۔ لیکن انہیں یاد نہیں رہا یا انہوں نے قصداً

تجاہل سے کام لیا ہے۔ کہ طارس سے انطاکیہ تک خطوں کی ترکی آبادی ہیں قریباً ایک ہزار سال سے ترکی خون دوڑ رہا ہے۔ بے شک ہم اپنے اتہام لگائے گئے ہیں جن کی بنا پر یہ کہکر ہمارے حقوق پامال کر دیئے گئے ہیں۔ کہ اس قوم کا ماضی اس درجہ تاریک ہے کہ حال مستقبل میں اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بہادر قوم مصائب سہرنا کے بعد اب کمر بستہ ہو گئی ہے۔ کہ اپنے حقوق کی حفاظت بزور شمشیر کرے کیونکہ منت و سماجت سے جو درخواستیں کی گئیں۔ وہ سب حقارت کے ساتھ مسترد کر دی گئیں۔

اس کے بعد مصطفٰے کمال پاشا نے ارض روم اور سیواس کی کانفرنسوں کا تذکرہ کیا۔ اور کہا کہ ان کے انعقاد کی صرف یہ غرض تھی۔ کہ دارالخلافہ کی آزادی اور قومی خودمختاری کی حفاظت کا سامان بہم پہنچایا جائے۔

مصطفٰے کمال پاشا نے قوم کو اس کے فرائض سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ جو قوم جان و مال عزت و آبرو اور ہر قسم کی قربانیوں سے اپنے مقدس وطن کی خدمت اور حفاظت نہیں کرتی وہ درحقیقت ایک نہایت ہی ذلیل اور بدترین قوم شمار ہونے کی مستحق ہے۔ اگر افراد اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے فرائض کی انجام دہی ضروری تصور نہیں کرتے۔ تو اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جماعت انہیں منتشر کر کے جس رُخ پر چاہتی ہے لگا دیتی ہے۔ اور پھر ہر فرد کا مستقبل اس کے ہاتھ میں ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے مستقبل سے اسے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر افراد کا مستقبل قوم کے مستقبل کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو وہ عموماً تاریک ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام اقوام کے افراد قومی مستقبل پر زور دیتے ہیں۔ جو ایسا نہیں کرتے۔ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہم پر بھی واجب ہے کہ اپنی قوم و سلطنت کی بقا و آزادی کے لئے ہمہ تن جدوجہد کریں۔ اور اس کے سوا اور کسی صورت کو قبول نہ کریں۔

حضرات! گذشتہ اور موجودہ حالت میں بڑا فرق ہے۔ امن و امان اور انتظام کی جو

کیفیت اس وقت ہے۔ پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمارے موجودہ اتحاد نے ہمیں اس درجہ پر پہنچا دیا ہے۔ کہ خود اتحادی بھی اس کے معترف ہیں۔ اور ہمارے نیست و نابود کرنے کے منصوبے بدل کر انہیں اپنی زرین امیدوں پر پانی پھیرنا پڑتا ہے۔ دوستو! یہ نتیجہ ہے صرف ہمارے وطنی اتحاد جس کا منشا یہ ہے کہ ہم کسی قسم کی ذلت واہانت ہرگز قبول نہ کریں گے۔ اس وقت ترکوں کا فرض ہے کہ وہ بے خوف وخطر اپنی راہ پر گامزن رہیں۔ اور رستے میں جتنے روڑے ملیں انہیں پیس کر خاک کر دیں۔ پارلیمنٹ کے ممبروں پر بھی واجب ہے کہ اپنے فرائض کو پوری مستعدی سے انجام دیں۔ تاکہ گورنمنٹ کی کارروائیاں قوم کی مشارکت سے ہوں۔ ورنہ گورنمنٹ کے ساتھ وہ بھی جوابدہ ہوں گے۔ ہماری تحریک کا اصل یہ ہے کہ اپنے استقلال و آزادی کو بچائیں۔ اور ترکی قوم کو غلام نہ بننے دیں۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے۔ مگر کیا اس کے بعد ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔ نہیں۔ آئندہ بھی ہمیں عظیم الشان کام انجام دینے ہیں۔ اس وقت ہمارے لئے بڑا کام اپنی داخلی حالت کا درست کرنا ہے۔ تاکہ دنیا پر روشن ہو جائے کہ واقعی ہم ایک زندہ قوم ہیں۔

حضرات! مجھے یقین ہے کہ جب ہم اچھی طرح صلح حاصل کر لیں گے۔ اور ہماری داخلی حالت بھی درست ہو جائے گی۔ تو ہم گذشتہ سے زیادہ اچھی حالت میں ہونگے۔ کیونکہ وہ مسلم اقوام جو پیشتر ہماری سلطنت میں شامل تھیں۔ اور جن سے عثمانی قومیت بنتی تھی اب ہماری سرحد سے باہر ہیں۔ اور شام عراق۔ یمن میں اپنی آزادی کے لئے شدید جدوجہد کر رہی ہیں۔ کیا آپ عالم اسلام کی خوش قسمتی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ہوں گے۔ اور کیا آپ اس عظمت وشوکت کا تصور کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے اتحاد کے بعد رونما ہو گی۔ میں تو جب اس کا تصور کرتا ہوں۔ تو میرا دل فرط مسرت سے اچھلنے لگتا ہے۔ اور مجھے وہ خوشی ہوتی ہے۔ جس کا اظہار الفاظ میں کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ عالم اسلامی کی پوزیشن مضبوط ہو گئی ہے۔

اب میں آپ کے شکریہ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں *

اخبار ڈیلی اکسپرس کے نام مصطفےٰ کمال پاشا کا خط

قومی مجلس قایم کرنے کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اخبار ڈیلی اکسپرس لندن کو اس مضمون کا خط روانہ کیا:-

میں شرائط صلح کا ذمہ وار نہیں۔ ہر معاملہ ترکی کی بڑی مجلس مقیم انگورہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ مجلس جائز تحفظ کی غرض سے اس حملہ کے بعد قائم ہوئی ہے۔ جو شاہی پسند طاقتوں نے قوم کی ہستی کو نیست و نابود کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس مجلس کے اغراض مقاصد مختلف مواقع پر بالواسطہ یا بلاواسطہ بیان کئے جا چکے ہیں۔ مجلس اس لئے قائم کی گئی ہے۔ کہ وہ قومی سرحدوں کے اندر مکمل قومی آزادی کی حفاظت کرے اور خلافت سلطانی کو ترکوں میں قایم رکھے۔ ترکوں کا مطالبہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں سکہ ان کا حق آزادی تسلیم کرلیا جائے۔ مجلس کو یقین ہے کہ وہ قوم کو شاہی پسندوں اور سرمایہ داروں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوگی۔ اور قومی طاقت وحکومت کو از سرنو قائم کردے گی۔ مجلس کے قوانین وہدایات کے ماتحت ایک باقاعدہ فوج تیار کی گئی ہے۔ جو قوم کو ہر قسم کے جبرو تشدد سے مامون ومصئون رکھنے کا فرض بجالائے گی۔ اور جو لوگ چلتی گاڑی میں روڑا اٹکائیں گے انہیں سزا دیگی۔

یہ مجلس نفاذ اصلاحات سے لوگوں کے افلاس ومصیبت کے بواعث کو دور کرنا اپنا مقصد اعلےٰ تصور کرتی ہے۔ یہ مجلس اراضی۔ تعلیم۔ عدل۔ مالیات اور اقتصادیات کے مسائل کی طرف عنان توجہ منعطف اور جماعتی اخوت ومولات کی حقیقی بنا پر قومی ضروریات کے مطابق ایک نیا نظام مرتب کرنے کی تجویز سوچے گی۔

یہ مجلس قومی خصوصیات اور روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اصلاحات کے متعلق فطری قومی اصول پر اعتماد کرے گی*

مصطفےٰ کمال پاشا کی ایک اور تقریر

مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک اور تقریر میں بیان کیا کہ پریزیڈنٹ ولسن کے اصول میں بارہوں اصول صرف ترکی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ترکی کے استقلال کو لازمی قرار دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مسیحی آبادی کی ترقی میں

حائل نہ ہو۔ اور ابناؤں میں آزاد جہاز رانی کی ضمانت دی جائے۔ ہم اور اتحادی دونوں اس باب میں متفق ہیں۔ رہے مسیحی آبادی کے امتیازات تو وہ ہماری سلطنت میں تین سو برس سے ان حقوق و مراعات سے متمتع ہو رہی ہے۔ جو ہمارے عادل اسلاف نے بلاجبر و اکراہ محض اپنی عنایت اور رعیت پروری سے انہیں بخشی تھیں۔ اسی طرح آبناؤں کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ ہمارا پایہ تخت چونکہ ان کے درمیان واقع ہے اور دنیا کے قلب کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دونوں آبنائیں تمام اقوام کے لئے کھلی رہیں۔ چنانچہ ہم نے اسی شرط پر جنگ سے دست بردار ہونا منظور کیا تھا۔ اور ۳۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو التوائے جنگ کے معاہدے پر دستخط کر دیئے تھے۔ ہم نے یہ بھی تسلیم کر لیا تھا کہ زائد عثمانی فوجیں ہماری واقفیت سے منتشر کی جائیں گی۔ لیکن انگریزوں نے فوراً ہی موصل کی جانب پیشقدمی شروع کر دی۔ اور قسطنطنیہ پر بحری و بری قبضہ کر لیا۔ پھر اطنہ۔ ارفہ۔ عین تاب۔ اور مراش پر پہلے اور پھر فرانسیسیوں نے تسلط جما لیا۔ حالانکہ یہ تمام کارروائیاں معاہدہ جنگ کے صریح خلاف تھیں اسی قدر نہیں۔ بلکہ اٹلی نے بھی ادالیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونان نے جو ایک دن بھی میدان جنگ میں نہ اترا تھا۔ سمرنا میں اپنے قدم جما لئے۔ اور اس طرح التوائے جنگ کے معاہدے کے حرف حرف کی خلاف ورزی کی گئی۔

اتحادیوں نے معاہدے کے خلاف ورزی اس طرح بھی کی ہے۔ کہ انہوں نے مسٹر ولسن کے اصول کو تسلیم کرنے کے بعد سب سے پہلے پس پشت ڈال دیا۔ اور پھر ہماری سلطنت کو تقسیم کر لیا۔ جس کا نام انہوں نے حکم برداری رکھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ دشمنوں نے فوراً ہی دو نئے قاعدے اور بھی گھڑ لئے۔ ایک تو یہ کہ ہماری قوم میں مسیحی اقوام پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے کی اہلیت نہیں تھی اور دوسرے یہ کہ ترک تہذیب کے تمام اوصاف سے معرّا ہیں۔ یہ خیالات محض باطل اور تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہم میں حکمرانی کی کس قدر قابلیت ہے۔ کیونکہ ایک وقت وہ تھا کہ ہم ایک چھوٹی سی ریاست سے

زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ لیکن پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم نے کس طرح ایک عظیم الشان سلطنت قایم کی۔ اور یورپ کے قلب میں گھس کر کس طرح اپنی عظمت وجلال کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اور ہماری سلطنت چھ سو برس تک عزت وشرافت کے ساتھ جس کی نظیر نہیں ملتی برابر قایم رہی۔ پس جو قوم ایسی وسیع سلطنت قایم کرسکتی ہے۔ لازمی ہے۔ کہ اس میں تمام سیاسی اور انتظامی قابلیتیں موجود ہوں۔ کیونکہ صرف تلوار اس کو نہیں سنبھال سکتی۔ دشمن ہمیں ظالم بتاتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی کسی قوم نے غیر اقوام کے عقاید خیالات۔ جذبات اور رسم ورواج کا ہم سے زیادہ پاس ولحاظ نہیں رکھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر ہماری کسی محکوم قوم کو ہم سے تکلیف پہنچی ہے۔ تو ہم اس کے ہرگز ذمہ وار نہیں۔ بلکہ خود وہی ہے۔ کیوں کہ اس نے ہماری مراعات کا ناجائز استعمال کیا۔ اور پھر اس کی سزا بھگتی۔

جنگ نے ہماری سلطنت کے جسم سے بہت سے حصے جدا کر دیئے ہیں لہٰذا ضرورت ہے کہ اب ہم اپنے گرد ایک مضبوط حصار قائم کریں۔ تاکہ باقی صوبے نکلنے نہ پائیں۔ ہم تمام مسلمان اور عیسائی سلطنت عثمانیہ کی رعایا ہیں۔ اور سب ایک نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے مسیحی بھائیوں کو ایسے حقوق حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ جن سے سلطنت کی آزادی وسیاست پر حرف نہ آئے اور مساوات میں فرق پڑے۔ ہماری سلطنت کامل طور پر آزاد ہونی چاہیئے۔ ہم اندرونی یا بیرونی کسی قسم کی مداخلت منظور نہیں کرسکتے۔ اور نہ کسی صورت سے اپنے بادشاہ اور مسلمانوں کے خلیفہ کو اجنبی اثر میں دیکھنا گوارا کر سکتے ہیں۔ اور ہماری موجودہ جدوجہد کا صرف یہ منشا ہے۔ کہ ہم عثمانی قوم کو ذلت سے بچائیں۔ اور اس کے لئے ہم سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہیں۔ ہم اس وقت تک چین نہ کریں گے جب تک اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو جائیں گے۔ اور یہ ثابت نہ کردیں گے کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جو ہر طرح کی صلاحیت رکھتی اور اور متمدن اقوام کے دوش بدوش کھڑی ہوسکتی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ مسلمان اپنی جدوجہد میں کامیاب ہوں گے۔

اور خوش آیند مستقبل جس کی شعاعیں میری آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ خدا نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اس قسم کی تقریریں اکثر مقامات پر کی تھیں مگر چونکہ سب کا مضمون قریب قریب یکساں ہے۔ اس لئے طوالت کے خیال سے قلم انداز کر دی گئیں

مصطفےٰ کمال پاشا کو "غازی" کا خطاب

قسطنطنیہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۱ء حکومت انگورہ کی پارلیمنٹ نے مصطفےٰ کمال پاشا کو "مارشل" کے اعزاز اور "غازی" کے خطاب سے ممتاز کیا ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اعلان کیا ہے کہ ہم اس وقت تک جنگ بند نہ کریں گے۔ جب تک ترکی سرزمین سے تمام یونانی نکل نہ جائیں گے۔ (مفصل حالات کے لئے دیکھو کتاب "جنگ ترکی و یونان" جو مولف نے علیحدہ چھپوائی ہے۔)

اتحادیوں کی طرف سے دعوت

آخر کار اتحادیوں نے ۱۲ فروری ۱۹۲۱ء کو لندن میں ایک کانفرنس کے انعقاد کا تہیہ کیا اور ترکی حکومت کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ صدر اعظم ترکی نے ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو اس کا یہ جواب دیا کہ ہم اس دعوت کو منظور کرتے ہیں۔ اور قوم پرستوں کی حکومت سے گفت وشنید کے بعد ارکان وفد کی روانگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ حکومت انگورہ کے ساتھ تار برقی کا سلسلہ بہت جلد قائم ہو جائے گا۔ اور وہاں سے جواب آنے پر اطلاع دی جائے گی۔

مصطفےٰ کمال پاشا کا جواب

اس کے جواب میں مصطفےٰ کمال پاشا نے صدر اعظم ترکی کو متنبہ کیا کہ انگورہ کی حکومت ہی صرف آزاد اور خود مختار حکومت ہے۔ جو اسوقت ترکی میں قایم ہے۔ میں اتحادیوں کی کانفرنس میں اس وقت شامل نہ ہوں گا۔ جب کہ وہ براہ راست مجھے مدعو کریں۔ لیکن انہیں ذیل کی شرائط ماننی پڑیں گی:۔

(۱) ترکی علاقے پر اس وقت جتنی غیر طاقتوں نے قبضہ کر رکھا ہے وہ اسے فوراً خالی کر دیں

(۲) حکومت آل عثمان کسی قسم کا تاوان جنگ ادا نہیں کرے گی۔

(۳) قسطنطنیہ کی وزارت مستعفی ہو جائے۔ کیونکہ وہ کسی کی نیابت نہیں کر رہی۔ کہ

استنبول کو سلطان المعظم کے مستفر ہونے کا شرف حاصل ہو۔ اور یہاں سے ممالک غیر کی افواج واپس بلالی جائیں۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا نے احرار کو حکم دیا کہ سلسلہ گفت و شنید کے دوران میں نہ تو سلیشیا میں فرانسیسیوں سے اور نہ عراق عرب میں انگریزوں کے برخلاف مصروف پیکار رہیں۔ بلکہ ہر دو علاقوں میں جنگ ملتوی کر دیں۔

۶ رفروری ۱۹۲۱ء کو بکر سمیع بے مصطفےٰ کمال پاشا کی حکومت کے وزیر خارجیہ نے باب عالی کو اطلاع دی کہ قومی مجلس میں جو وفد حق نیابت ادا کرے گا۔ اسے قوم نے منتخب کیا ہے۔ اسے پورا حق حاصل ہوگا کہ لندن کی کانفرنس میں ترکی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرے۔

لندن سے ۷ رفروری کی خبر آئی کہ جو عثمانی وفد لندن کانفرنس میں شریک ہوگا اس میں صدر اعظم ترکی صفا بے۔ سابق وزیر اعظم رشید بے اور عثمانی نظامی بے شریک ہونگے

۸ رفروری کو اطلاع آئی کہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہے کہ مشرق قریب کی کانفرنس کے اجلاس لندن میں شریک ہونے کے لئے ترک احرار و فد روانہ ہوگیا ہے۔ حکومت نے استدعا کی ہے کہ کانفرنس کے انعقاد کو معرض التوا میں ڈال دیا جائے تاکہ وفد شریک اجلاس ہو سکے۔

مصطفےٰ کمال پاشا سے درخواست

توفیق پاشا نے مصطفےٰ کمال پاشا سے درخواست کی ہے کہ کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے ایک مشترکہ وفد بھیجا جائے اور آپ ناقابل حصول وعادی سے دست بردار ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ دو علیحدہ وفود باریاب نہ ہو سکیں۔ اور یونانی ہی اپنی کہانی سُنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک برقی پیغام میں اس امر کا اعلان کیا کہ حکومت انگورہ کی طرف سے وفد بھیجا گیا ہے۔ اسے ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ وہ معاہدہ سیورے اور ۱۹۱۸ء کی شرائط صلح سے بے نیاز رہے۔ وہ ترکی کے لئے ان حدود کا مطالبہ کرے جو جنگ سے پہلے تھیں۔ البتہ شام اور عراق عرب کو ان حدود سے خارج سمجھے۔ اور

موصل کو ان میں شامل سمجھے۔ مالی اقتدار اور اسلحہ پر پابندی یا قیود کو مسترد کر دے اور اردہان۔ قارص۔ اور اریوان کے الحاق کا مطالبہ کرے۔

مصطفےٰ کمال پاشا اور بولشویک

اخبار لندن ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ ۴ فروری ۱۹۲۰ء سیواس میں انجمن حامیان آزادیٔ اسلام کا ایک جلسۂ عظیم منعقد ہوا جس کے صدر خود کمال پاشا تھے۔ اس میں آس پاس کی اکثر حکومتوں کے نمائندے شامل ہوئے۔ اس جلسہ میں جو سوالات اُٹھائے گئے وہ اتحاد بالشویک و ترکی اور بالخصوص حمایت اسلام کے متعلق تھے۔ روسی نمائندے نے کہا کہ سوڈیٹ حکومت کو متحدہ ترکی سے جو اجزائے اسلام کی شیرازہ بندی کر دے گی۔ اور جس کے دور حکومت میں ہر مذہب و ملت اور ہر قوم و فرقہ کی ترقی کا میدان نہایت وسیع ہو گا۔ انتہائی ہمدردی ہے۔ اس نے سوڈیٹ حکومت کی طرف سے مصطفےٰ کمال پاشا کے سامنے اتحادی افواج کے خلاف جواب تک ترکی مملکت کے بعض حصوں پر قابض ہیں۔ فوجی نقل و حرکت شروع کر دینے کی تحریک پیش کی۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے اس کے اصول سے کلی اتفاق کیا۔ لیکن مزید معلومات و تحقیقات کی غرض سے انہوں نے اپنا ایک وفد ماسکو بھیجا۔ اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ سوڈیٹ حکومت سے پوچھے کہ اگر قوم پرست جنگ شروع کر دیں تو بالشویک ان کو کس صورت سے مدد دیں گے۔ روسیوں نے اس کا معقول و مناسب جواب دیا ؎

بالشویک وزیر خارجہ کے نام مصطفےٰ کمال پاشا کا خط

جناب من مجھے آپ کا خط سکرٹری بالشویک سفارت مقیم انگورہ کی معرفت ملا۔ اتحادی شاہی اقتدار کے متعلق جس کے خلاف ہم جنگ کر رہے ہیں۔ مجھے آپ کے خیالات معلوم ہو کر از بس مسرت ہوئی۔ میں اس موقعہ پر آپ کی خدمت میں شکریہ کے وہ الفاظ جو ترکی قوم کے قلوب میں بالشویک روسیوں کی بابت موجزن ہیں۔ بھیجنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ آپ کی شریف قوم نے صرف اپنے ہی طوق غلامی کو نہیں اُتار پھینکا۔ بلکہ دو سال سے دنیا کی سرمایہ داری کے خلاف جارحانہ کارروائیوں میں اپنے

لاثانی ایثار اور غیر محدود جوش کا اظہار کیا ہے۔ روسی قوم کا یہ ایثار جو اس نے بنی نوع انسان کی حفاظت کے لئے کیا ہے۔ ترکی علاقہ میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خود ترک عرصہ دراز سے اسلامی ممالک کو یورپ کے شاہی اقتدار سے بچانے کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ مجھے کلی اعتماد ہے کہ سرمایہ داری کا اس روز صفحہ ہستی سے نشان مٹ جائے گا۔ جبکہ مغربی مزدور اور باشندگان ایشیا اور اہل افریقہ اس بات کو بخوبی سمجھ لیں گے۔ کہ بین الاقوامی سرمایہ داری کے ذریعہ سے وہ ایک دوسرے کو غلام بنانے اور تباہ کرنے کے کام میں لائے جا رہے ہیں۔ اور یہ روش سخت گناہ ہے۔ بالشویک جمہوریت کو جس کا یورپ کے مزدوروں پر زبردست اخلاقی اثر ہے۔ مجلہ ممالک اسلامیہ پسندیدہ نظروں سے دیکھتے۔ اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارا اتحاد مغرب کی سرمایہ داری کے مقابلہ میں ان تمام لوگوں کو جواب تک کج فہمی سے ان کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ ایک دن ضرور متحد و متفق کر دے گا۔

مصطفٰے کمال پاشا اور لینن

اس اثنا میں مصطفٰے کمال پاشا اور لینن کے درمیان برابر سلسلۂ پیغام و سلام جاری رہا۔ اور دوستانہ روابط و ضوابط میں ترقی ہوتی گئی۔ روس نے شمالی قفقاز کی آزادی کو تسلیم کر کے داغستان کے نام سے ایک اسلامی ریاست کے قیام پر آمادگی ظاہر کی تو مصطفٰے کمال پاشا نے موسیو لینن کے نام اس مضمون کا تار بھیجا۔

آپ نے داغستان کی آزادی کو تسلیم کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ اس پر میری طرف سے ہدیہ تہنیت قبول کیجئے۔ اس کارروائی کا قدرتی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ بالشویک روس اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیاد اور بھی مستحکم ہو جائے گی۔ داغستان دنیا کے سرمایہ داروں کے خلاف ایک علیحدہ مستقل ریاست کا کام دے گا۔ اس اولوالعزمانہ کارروائی سے آپ نے ماسکو کو ہم سے قریب تر کر دیا ہے۔ لہٰذا آئندہ ہماری آپ کی دوستی بیش از بیش ہو گی۔ آپ نے اس اسلامی ریاست کے ساتھ بہت

دانشمندی اور انصاف کا برتاؤ کیا۔ یقین کیجئے کہ تمام ایشیا میں عنقریب حق کی فتح اور انصاف کا بول بالا ہونے والا ہے۔

موسیولینن نے غازی کمال پاشا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ براہ نوازش تمام ترکوں کو اطلاع دے دیجئے۔ کہ انہوں نے اپنی آزادی وحریت حاصل کرنے کے لئے جس شاندار اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کو ہم سب اطمینان واستحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مصطفےٰ کمال پاشا کی حکومت نے روسی حکومت سے دریافت کیا تھا۔ کہ آپ لوگ برطانیہ سے جو معاہدہ کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہمیں سمجھایئے۔ اس معاہدے میں بولشویکوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ مشرق قریبہ میں اپنی سیاسی سرگرمیاں ترک کر دیں گے۔ اس کا اثر انگورہ پر کس حد تک پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی دریافت کیا تھا۔ کہ اگر دول یورپ از سر نو ترکی کے ساتھ صلح کی گفت وشنید کرنا چاہیں۔ تو حکومت ماسکو اس باب میں ترکی کو کیا مشورہ دیتی ہے؟

اس کے جواب میں بالشویک حکومت نے لکھا کہ اگر سلطنت برطانیہ حکومت انگورہ کے ساتھ گفت وشنید کرنا چاہے۔ تو بولشویکوں کی یہ رائے ہے کہ آپ لوگ شہنشاہیت پسند ممالک کے خلاف اپنی حریت وآزادی اور اپنے علاقوں کے دوام واستحکام کی خاطر نہایت شجاعت وشہامت کے ساتھ مصروف عمل رہیں اس معاملہ کے صرف دو ہی امکانی پہلو ہیں۔ یا تو ترکی بزور اسلحہ ان مخالف حکومتوں کو قسطنطنیہ اور اناطولیہ سے نکال باہر کر دے گا۔ پھر دول مغربی یہ سمجھکر کہ ترکی نے اپنی حریت وآزادی کے لئے آخر دم تک لڑنے اور کٹ مرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ بالآخر خود ہی ترکی سے نکل جائیں گی۔ بالشویکوں کی حکومت آپ کو آگاہ کئے دیتی ہے۔ کہ جو شہنشاہیت پسند حکومتیں اس وقت قسطنطنیہ پر قابض ہیں۔ وہ حق وانصاف کے تصور سے بھی آشنا نہیں۔ اور جب تک وہ بہ نوک سنگین نہ نکالی جائیں گی۔ ہرگز ہرگز نکلنے کا نام نہ لیں گی۔ اگر انگورہ کی حکومت کو براہ راست اتحادیوں کی طرف سے دعوت مصالحت موصول ہو تو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس میں خلوص اور نیک نیتی کا شائبہ تک نہ ہوگا۔ یہ سلطنتیں چاہتی ہیں کہ

لوگوں میں بے چینی اور بغاوت پھیلا کر قوم پرست ترکوں کی طاقت کو کمزور اور ترکی کو روس سے جدا کر دیں۔ لیکن ہمیں بہر حال امید ہے کہ یہ لوگ اپنی ان کوششوں میں ناکام رہینگے۔ کیونکہ ترکی اور روس کے اغراض و مقاصد باہم اس طرح وابستہ ہو چکے ہیں کہ ان کا جدا ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ تاہم اگر دول مغربی کا یہی منشا ہو کہ آپ کے روبرو شرائط صلح پیش کی جائیں۔ تو ہماری رائے ہے کہ وہ شرائط بلا واسطہ آپ کے پاس پہنچنی چاہئیں۔ اور ان کی ترسیل سرکاری ضوابط کے ماتحت ہو ہماری خواہش ہے کہ وہ تمام ترکی علاقوں اور خصوصاً قسطنطنیہ سے اپنی فوجیں اُٹھالیں۔ کیونکہ یہ نہایت نامناسب ہے کہ ان ممالک پر دول متحدہ کا قبضہ بھی ہو اور صلح کی گفت و شنید بھی جاری رہے۔ روس نے اسی طریقہ پر عامل ہو کر اپنی موجودہ عظمت و حیثیت حاصل کی ہے۔ ہم نے اس وقت تک ان حکومتوں کے ساتھ گفت و شنید کرنے سے قطعی احتراز کیا ہے۔ جب تک انہوں نے ہمارے علاقوں سے فوجیں واپس نہیں بُلالیں۔ یہ نہایت ضروری معاملہ ہے۔ جس کی طرف آپ کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی ہے ٭

شیخ سنوسی اور مصطفےٰ کمال پاشا

اخبار اسلامک نیوز لنڈن رقمطراز ہے کہ تقدس مآب حضرت شریف سید احمد شیخ سنوسی اعظم فرقۂ سنوسی آسکی شہر میں تشریف فرما ہوئے۔ چونکہ آپ نے جنگ طرابلس کے نازک زمانے میں عربوں کا ایک جنگجو لشکر مرتب کر کے غازی انور پاشا کو مدد دی تھی۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے ایشیاے کوچک کے عربوں کا جوش و خروش بھی انتہائی حد تک پہنچ جائے گا۔ اور حجاز میں حضرت حمد رح کے جو مریدان با اخلاص موجود ہیں وہ بھی انگورہ کی قومی مجلس سے وابستہ ہو جائیں گے۔

شیخ اعظم نے اس مقام پر جہاں ترکان احرار نے ابھی یونانیوں پر ایک فتح عظیم حاصل کی ہے۔ تشریف لاتے ہی مجلس عالیہ کے صدر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں ایک طویل مراسلہ بھیجا ہے۔ جس میں اس جلیل القدر مجلس کے سیاسی و فوجی

کارناموں کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ شیخ نے ان غیور ترکوں کو جو اپنی حیات و ممات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ یقین دلایا ہے کہ وہ واحد و بے ہمتا رب العالمین ان لوگوں کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ جو تمام خود غرضانہ خیالات سے بے نیاز و فارغ ہوکر اپنے حقوق آزادی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ جملہ برادران دینی اطراف واکناف عالم میں ترکان احرار کی اس شجاعانہ استقامت کو خاص نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کا یقین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کا انصاف ہر مظلوم کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ خواہ وہ طاقتور ہو یا کمزور۔ خواہ وہ کسی ملک و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ فرقہ سنوسی کے تمام افراد جہاں کہیں بھی ہیں۔ خلوص دل سے جناب باری میں دست بدعا ہیں کہ وہ ترکوں کی افواج کو فتح کی نعمت سے مالامال فرمائے۔

اوائل جنوری ۱۹۲۱ء میں بمقام سیواس ایک بین الاقوامی کانفرنس زیر صدارت جناب شیخ اعظم سنوسی منعقد ہوئی تھی۔ جس میں شیخ موصوف نے صدارت کے علاوہ ترکوں کی نمائندگی کا فرض بھی ادا کیا۔ اس جلسہ میں امیر عبداللہ برادر امیر فیصل ایک امیر کربلا۔ اور امام یحیٰی وامیر صنعا کا ایک نمائندہ بھی شامل تھا۔ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی سلطنتوں اور قوموں کی مساعی کو ایک مرکز پر لانے اور ایک مستحکم اتحاد اسلامی قائم کرنے کی تجاویز اختیار کی جائیں۔

تاجدار افغانستان کا پیغام مصطفےٰ کمال پاشا کے نام

اعلےٰ حضرت امیر امان اللہ خاں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے نام اس مضمون کا پیغام روانہ فرمایا:۔

بخدمت محب جلیل غازی مصطفےٰ کمال پاشا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ میرے برادر ملت پر واضح ہو کہ ہماری بہترین دعائیں اور تمنائیں اس مقصد کے لئے وقف ہیں۔ جس کی رہنمائی کا فخر آپ کو حاصل ہے۔ آپ کے بھیجے ہوئے حضرات حسین بے رفعت بے اور رضا بے دارالسلطنت افغانستان میں بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔ اور ہم اپنے معزز برادران ملت کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے ان عزیز و محترم

بھائیوں کے اس عظیم الشان کام پر تہ دل سے اظہار تحسین کیا ہے۔ جسے وہ اپنے وطن عزیز اور دنیائے اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے نہایت کامیابی سے انجام دے رہے ہیں۔

یہ حضرات جس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ان کی تعمیل کے بعد عنقریب احرار اسلام کے پایہ تخت انگورہ کو مراجعت کرنے والے ہیں۔ اور ہماری طرف سے منجملہ دیگر باتوں کے ایک خاص پیغام آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ جس سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ ملت افغانی کے دلوں میں اپنے ترک بھائیوں کے متعلق کس قدر تشکر و امتنان حسن ارادت اور خیر سگالی کے جذبات لہریں لے رہے ہیں۔ ہم نے اپنے معزز ترک بھائیوں پر اپنی یہ تمنا ظاہر کر دی ہے۔ کہ آج سے تمام مسلم اقوام کا نعرۂ جانفزا یہ ہونا چاہیئے۔ کہ "مسلمان اسلام کی آزادی کے لئے ہر قسم کے ایثار پر آمادہ ہیں"۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ حصول حریت کی جدوجہد میں ملت غیور افغانستان بھی مناسب حصہ لینے پر ہر وقت آمادہ ہے۔ ملت افغانی اپنی ان ذمہ واریوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ جو حالات وواقعات کے ماتحت اس کے سر پر آپڑی ہیں۔

مزید برآں افغانی قوم اور ترکی کے مابین محبت و موانست کے تعلقات مستحکم کرنے کی غرض سے ہم نہایت مسرّت کے ساتھ آپ کی حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ براہ نوازش اپنے ہاں کے تجربہ کار فوجی ماہرین کی ایک کافی تعداد ہمارے ملک میں بھیجئے۔ کہ وہ آکر افغانستان کی حریت و آزادی کی بنیادیں استوار کرنے میں ہماری مدد کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اس احکم الحاکمین اور بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہ معلےٰ میں دست بدعا رہیں گے۔ کہ وہ ہمارے مقاصد کی تکمیل میں ہماری رہنمائی کرے۔ اور ہمارے بازوؤں میں قوت عطا فرمائے۔ آمین!

راقم امان اللہ

مصطفےٰ کمال پاشا اور پاپائے روما

پاپائے روما نے ترک احرار کی مجلس عالیہ (پارلیمنٹ) کے صدر کے نام ایک برقی پیغام بھجوایا۔ جس کے شروع میں

مصطفٰے کمال پاشا کی روش پر پورے طور سے اظہار اعتماد کیا۔ اور آخر میں غازی ممدوح سے درخواست کی کہ اناطولیا۔ سلیشیا اور قفقاز میں مسیحوں کے جان و مال کی اسی طرح حفاظت کی جائے۔ جیسی کہ اب تک ہوتی رہی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ پاپائے روما کو یقین ہے کہ ترک اپنے ہموطن عیسائیوں سے میل جول بڑھائیں گے۔ اور پاپائے اعظم ترک احرار کے انصاف اور رواداری پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا نے اس کے جواب میں پاپائے روما کو اس مضمون کا خط لکھا:۔

جناب من! آپ کا پیغام میرے پاس پہنچ گیا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنے ہموطن عیسائیوں کے مال و جان کی حفاظت اپنا خاص فرض سمجھتے ہیں۔ جو ہمارے پاک مذہب اسلام نے ہم پر عائد کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ احکام قبل ازیں جاری ہو چکے ہیں۔ کہ ہمارے تمام ہموطن عیسائی بھائیوں کو تسلی دی جائے۔ کہ ان کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔ اور قومی مجلس عامہ کے علاقہ میں ان کے ساتھ پورا انصاف ہوگا۔ میں اس کے ثبوت میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ترکی کے اس حصہ میں جہاں ہم نے اغیار کی دست اندازی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ عیسائی باشندے انتہائی امن و حفاظت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور جناب کو اپنے اس ارادہ کا یقین دلانے کے لئے ہم اپنے عیسائی بھائیوں کے شریک رنج و راحت ہیں۔ میں ان اعلانات کے اقتباسات ملفوف کرتا ہوں جو یکم مارچ ۱۹۲۱ء اور ۲۳ اپریل ۱۹۲۱ء کو عیسائیوں ہموطنوں کے متعلق کئے گئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا یہی اصول ہمیشہ رہیگا۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا خطبہ یونانی شکست کے بعد

یونانیوں کو شکست فاش دینے کے بعد جب مصطفٰے کمال پاشا انگورہ واپس ہوئے تو قومی پارلیمنٹ میں ایک پُرزور تقریر کی۔ جس کا کچھ حصہ مصری و قسطنطنوی اخبارات میں شایع ہوا تھا۔ جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرات! ہم چاہتے ہیں کہ اپنی ملکی سرحدوں کے اندر آزاد و خود مختار ہوں۔ ہم یورپ سے کچھ نہیں چاہتے۔ صرف اتنی بات چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔ جنگ عظیم میں ہم اپنے اتحادیوں کی شکست کا خمیازہ اچھی طرح بھگت چکے اور کافی سے زیادہ سزائیں پا چکے ہم نے شام و عراق جیسے وسیع و زرخیز علاقے ان کے باشندوں کے لئے چھوڑ دیئے کہ جیسی حکومت اپنے یہاں پسند کریں۔ قائم کرلیں کس مغلوب سلطنت کو اتنی سزا دی گئی ہے جتنی خاص طور پر ہمیں دی گئی ہے؟ اور کس کا اتنا ملک چھینا گیا جتنا ہمارا چھینا گیا ہے؟ ہماری بدانتظامی کے جتنے افسانے مشہور کئے گئے ہیں اور انہیں کو ہماری سلطنت کی بنیادیں گرانے کیلئے حجت قرار دیا گیا ہے ان کی کیا اصلیت ہے؟ یورپ کی کون سلطنت ہم سے زیادہ خوش انتظام ہے؟ اور کس کے متعلق وہ تمام شکایتیں نہیں کی جاتیں جو ہمارے متعلق کی گئی ہیں لیکن سب کی سلطنتیں تقسیم و تجزی سے محفوظ ہیں۔ اور ہماری سلطنت کے حصے بخرے کرتے ہیں۔ ہماری نسبت ہمیشہ سے یہ دروغ بیانی بھی بطور قضیہ مسلمہ کے دہرائی جاتی ہے کہ ترک اپنی مسیحی رعایا کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ دنیا میں کون حکومت دعوےٰ کرسکتی ہے کہ وہ ہم سے زیادہ غیر مذاہب کا احترام کرتی ہے؟ ہماری قومی روایات اور مذہبی احکام ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عمدہ برتاؤ کریں۔ مجھے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص ہماری قلمرو کا دورہ کرکے دیکھ سکتا ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مسیحوں کو پورا آرام و اطمینان ہے۔ اور وہ ہر جگہ اپنے مسلمان ہم وطنوں سے زیادہ خوشحال اور فارغ البال ہیں۔ اگر ہم ان سے وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ تو کیا ان کی حالت یہی ہوتی؟

بے شک ہماری جو مسیحی رعایا کفران نعمت کرتی اور انتہائی نمک حرامی کے ساتھ وطن مقدس میں ناپاک اجنبیوں کو داخل کرنا چاہتی ہے۔ تو ہم اُسے ضرور تنبیہ کرتے ہیں جس پر ہمیں کوئی ملامت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یورپ کی "مہذب و متمدن" سلطنتیں ایسے موقعوں پر ہم سے زیادہ سخت گیری سے پیش آیا کرتی ہیں۔ لیکن باقی پُرامن شہری ہماری سلطنت میں نہایت آزاد ہیں۔ اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ یونانی مدعی ہیں کہ جن علاقوں

پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔ ان میں اکثریت یونانی قوم کی ہے، یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔ اور غیر جانبدارانہ مردم شماری کے کاغذات بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشنوں نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ اسی بنا پر لندن کانفرنس میں ہمارے نمایندوں نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ ان علاقوں میں پھر غیر جانبدار کمیشن جاکر تحقیقات کرلے۔ مگر یونانیوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ کیونکہ وہ اپنے جھوٹ سے آگاہ تھے۔

اس کے بعد یونانیوں نے چاہا تھا کہ حق کو اپنی مادی قوتوں سے کچل ڈالیں۔ مگر حق کا حامی اللہ تھا۔ اور اسی کی مدد و توفیق سے قومی فوجوں نے یونانی لشکر عظیم کی دھجیاں اُڑا دیں۔ اور اب اس کے ٹکڑے اِدھر اُدھر اُڑے پھرتے ہیں۔ مگر کہیں پناہ نہیں ملتی دنیا یہ نہ خیال کرے کہ ہم اس شاندار فتح کے بعد تلوار نیام میں کرلیں گے۔ ہرگز نہیں ہماری تلوار کا اس وقت تک نیام میں جانا حرام ہے۔ جب تک وہ انصاف نہ حاصل کرلے کوئی یہ نہ کہے کہ ہم خونخوار ہیں اور انسانی خون بہانا پسند کرتے ہیں۔ حاشا و کلا ہم ہرگز ایسے نہیں اور نہ جنگ کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تو ہر ایک کے ساتھ صلح کرنے کو طیار ہیں۔ اور کسی سے بھی دست بگریبان نہیں ہونا چاہتے۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ ہماری فریادیں سُن لی جائیں۔ اور بلا خونریزی کے ہمیں انصاف مل جائے۔ مگر دشمنوں نے ہماری التجاؤں کو ٹھکرا دیا۔ ہمارے مطالبات کا مضحکہ اڑایا۔ ہمیں ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کی اور اپنے ظلم و جور کے سامنے سر جھکانے پر ہمیں اپنی وحشیانہ تدبیروں اور حقیر دھمکیوں سے مجبور کرنے لگے۔ اس وقت ہم نے اللہ کے بھروسہ پر نخوت کے ساتھ اپنا سر اونچا کرلیا اور اپنی مقدس تلوار نکال لی۔ کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حقوق کی حفاظت کریں۔ پس تمام مہذب دنیا کان کھول کر سُن لے۔ کہ ترکی قوم اور اس کی قومی حکومت اس برتاؤ کو کسی طرح بھی قبول نہیں کرسکتے۔ جس کے مستحق بجز غلاموں کے آزاد انسان کبھی بھی نہیں ہوسکتے۔ ترکی قوم نے عزم مصمم کرلیا ہے۔ کہ دنیا سے اپنی آزادی و مختاری تسلیم کراکے رہیگی۔ بس ہمارا معاملہ صرف اس قدر ہے۔ نہ تو ہم جنگ کے شیدائی ہیں۔ نہ خونریزی کے دلدادہ

ہم امن کی تمنا میں لڑائی لڑ رہے ہیں۔ جو اگر آج ہمیں ملے۔ تو ہم اُسے فوراً لے لیں۔ اور تمام کشت وخون موقوف ہو جائے۔ یہ بھی دنیا کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہم روس کے دوست ہیں۔ کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی۔ اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا۔ اور اسی بنا پر روس کو بھی حق ہے۔ کہ وہ ہماری مدد پر بھروسہ کرے۔ آج بھی اور کل بھی۔ اور اس وقت تک جب تک وہ اپنے وعدوں پر قایم ہے۔ اسی طرح ہم اتحادی حکومتوں کو بھی یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر وہ ہماری آزادی وخودمختاری اور جائز خواہشات تسلیم کرلیں گے۔ تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی جھگڑا باقی نہ رہے گا۔ اور فوراً امن بحال ہو جائے گا۔

حضرات میں اس ذمہ وارانہ مقام میں کھڑا ہوا ہوں۔ اور وہ تمام اختیارات اور طاقتیں اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں۔ جو آپ نے اور آپ کی موقر مجلس نے مجھے بخشی ہیں۔ اپنی تمام حیثیتوں پر نظر ڈالتے اور اپنی ذمہ واریوں کو پورے طور پر محسوس کرنے کے بعد میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم جنگ نہیں چاہتے۔ امن چاہتے ہیں۔ اور ہر وقت منصفانہ صلح کے لئے تیار ہیں۔ معلوم نہیں انتظار کس بات کا کیا جا رہا ہے۔ کیا لوگ اس انتظار میں ہیں کہ یونانی فوج ہمیں مغلوب کر کے ذلت آمیز صلح پر مجبور کر دے گی۔ محال! قطعاً محال! اور اسی طرح محال جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکلنا محال! بحث و مباحثہ کی حاجت نہیں۔ گزشتہ معرکے زبان حال سے سچی شہادت دے رہے ہیں۔

حضرات! ۱۶ اگست کو مسٹر لائیڈ جارج نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "فریقین میں سے جو غالب ہوگا۔ اس کے ساتھ لازمی طور پر رعایت کی جائے گی"۔ اب ہم غالب ہو گئے ہیں۔ اور یونانی مغلوب دیکھنا چاہیئے۔ کہ وزیراعظم برطانیہ کہاں تک اپنے وعدے کے سچے ہیں۔ لیکن اے حضرات! ہمارا اعتماد انسانوں پر نہیں ہے۔ اور نہ ان کے وعدہ وعید سے ہم متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارا اعتماد تو صرف اپنے خدا پر ہے۔ اور اپنی تلوار پر ہے۔ بس یہی وہ ہمارے بہترین محافظ ہیں۔ اور یہی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا سکتے ہیں ہماری کامیابی یقینی ہے کیونکہ ہمارے معاملہ سے زیادہ کوئی دوسرا معاملہ برحق اور قانون

قدرت کے موافق نہیں ہے۔

آخر میں میں اپنی جنگی کارروائیوں کی روئداد ان مختصر الفاظ میں سنائے دیتا ہوں۔ کہ ہم نے فتح حاصل کر لی ہے۔ دشمن بھاگ رہا ہے۔ ہم پیچھا کر رہے ہیں۔ اور اس وقت تک اس کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ جب تک اس کے ایک ایک سپاہی کو اپنے پاک ملک سے نہ نکال باہر کر دیں۔

اس تقریر کو انتہائی جوش و مسرت کے ساتھ سُنا گیا۔ اس کے بعد قوم کی جانب سے مصطفٰے کمال پاشا کو غازی کا خطاب پیش کیا گیا۔ قومی پارلیمنٹ قومی مجاہدین۔ شیخ سنوسی اور سفیر افغانی نے اس فتحمندی اور خطاب پر پاشائے موصوف کو مبارکباد دی ✤

ناظرین مارشل مصطفٰے کمال پاشا کے ابتدائی وغیرہ حالات یہاں پر صرف اسی قدر تبرکاً درج کر دیئے ہیں۔ اگر آپ کو مارشل مذکور کی زندگی کے مفصل کارنامے پڑھنے ہوں تو سوانحعمری مارشل مصطفٰے کمال پاشا بقیمت عہ منگا کر پڑھیں۔ نہایت اعلےٰ مضامین تاریخی رنگ میں درج ہیں۔ جس میں جنگ یونان۔ فرانس و آرمینیا کے بڑے بڑے معرکے درج ہیں ✤ ملنے کا پتہ:۔ شیخ اللہ دتا تاجر کتب لاہور دہلی دروازہ۔
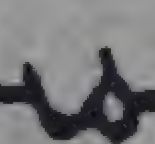
علم کیمیا پر ایک مکمّل اور مستند کتاب

کاشف رموز کیمیا

صنعت گری اور جواہرات سازی پر عام فہم مفصل اور مشرح تصنیف

ڈاکٹر آفتاب حکمت حکیم عبدالعزیز صاحب کامل مرحوم ایل ایم ۔ ایس ایچ ۔ پی ایچ ایچ ۔ ایڈیٹر اخبار حکمت کے فاضلانہ قلم سے

اس کتاب میں علم کیمیا کی تاریخ ۔ محققانہ بحث ۔ قدیم علم الصنعت و جدید کیمسٹری کے رموز و نکات کیمیاوی اصطلاحات اور معمہ جات کے حل نہایت واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں کیمیاوی بوٹیوں کا مفصل تذکرہ اور اُن کے ذریعہ اعمال کی شگفت و نشست قیام ارواح و اجساد وغیرہ ہر ایک دھات اور اُپ دھات ۔ نیز جواہرات کے طبی کیمیاوی اور صنعتی افعال و خواص اکسیر البدن نسخہ جات و تراکیب کشتہ جات کے علاوہ سونا ۔ چاندی لعل ۔ زمرد اور موتی وغیرہ بنانے کی ترکیبیں مفصل دی گئی ہیں ۔ علاوہ ازیں حضرت کامل مرحوم نے اپنے تجارب بھی کشادہ دلی کے ساتھ پیش کر دئیے ہیں جس سے اس کتاب کا عملی حصّہ بہت اہم ہو گیا ہے ۔ اس وقت ہندوستان میں اردو زبان کی اس فن پر صرف یہی ایک جامع کتاب ہے ۔ ملک کے علم دوست طبقہ اور مشاہیر فن بزرگوں نے اس کتاب کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحات ۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہونے کے قریب ہے ۔ قیمت مجلد سنہری تین روپے آٹھ آنے ۔

ایک سنیاسی کی کمائی

مجربات باوا شام گر سنیاسی

باوا شام گر سنیاسی ایک مشہور کیمیاگر اور سنیاسی بزرگ تھے ۔ انکی ایک قلمی ہندی بیاض اتفاق سے دستیاب ہو گئی تھی ۔ اسے جناب کامل صاحب نے مع اپنے چند تجربات کے شائع ہوئی چھپوایا تھا ۔ یہ بڑی مقبول ہوئی اور اب دوبارہ حسن صحت کے ساتھ شائع ہوئی ہے اسمیں کشتہ جات اعمال کی شگفت و نشست قیام وحل اکسیر و اجساد اجسام وغیرہ کے متعلق بہترین نسخے ہیں قیمت ۸ آنے

ایک صوفی بزرگ کے تجربات

بیاض حضرت سید پہاول شاہ غازی رح

یہ آپکی ایک پرانی بیاض کا اُردو ترجمہ ہے جس میں بہت سے اکسیری نسخہ جات متعلقہ حل و عقد و قیام ارواح وغیرہ وغیرہ کی مستند ترکیبیں درج ہیں ۔ کل نسخہ جات کی تعداد ۱۱ ہے یہ چھوٹی تقطیع پر ۶۴ صفحے کی کتاب تھی جسے اب بارہ شائع کیا گیا ہے قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

منگانے کا پتہ :- کامل بک ڈپو طبی مرکز اشاعت لاہور

ہندوستان کے مندرجہ ذیل نامور فاضل اور مشہور

حکیم۔ وید اور ڈاکٹر صاحبان متفقہ طور پر فرماتے ہیں

اسرار حکمت یا اسرار الاطبا ایسی تصانیف ہیں
کہ جنکی نظیر اس سے پہلے طبی دنیا میں نہیں ملتی
(۲) اسرار حکمت یا اسرار الاطبا کے تمام نسخہ جات
بجز اسرات سے تولنے کے قابل ہیں
(۳) اسرار حکمت یا اسرار الاطبا کا ہر ایک شخص
کے پاس عموماً اور بالخصوص طبابت پیشہ اصحاب
کے پاس ہونا نہایت ضروری ہے۔
(دستخط ماہرین)

جناب شفاء الملک بہادر حکیم مولوی رضی الدین احمد خاں صاحب رئیس الاطبا آنریری مجسٹریٹ دہلی و فیلو پنجاب یونیورسٹی
جناب مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس الاطبا دہلی
جناب شفاء الملک حکیم عبد الرشید صاحب مہتمم مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ۔
جناب شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی رئیس الاطبا لاہور
جناب شفاء الملک حکیم عبد الرشید صاحب کلکتہ
جناب شمس الاطبا حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی خاں صاحب لاہور
جناب شفاء الملک بہادر حکیم مولوی دلبر حسن صاحب پرنسپل بھوپندر الطبیہ کالج پٹیالہ۔
جناب حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی سابق طبیب مہاراجہ جموں و کشمیر
جناب زبدۃ الحکما حکیم مولوی غلام مصطفےٰ صاحب ایم۔ او۔ ایل لکچرار طب یونانی پنجاب یونیورسٹی لاہور
رئیس الاطبا جناب حکیم حبیب الرحمن صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس طبیب خاص حضور نواب صاحب ڈھاکہ۔
جناب حکیم مولوی عبد القادر صاحب رضا سہارنپوری
جناب رئیس الاطبا حکیم محمد حسن صاحب قرشی پرنسپل طبیہ کالج لاہور۔
جناب حکیم ڈاکٹر عظیم اللہ خاں صاحب کامل طب و جراحت پروفیسر طبیہ کالج لاہور
جناب خواجہ رضوان احمد صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔
جناب حکیم مولوی محمود صمدانی صاحب عثمانی مددگار۔ شفاخانہ نظامیہ حسینی علم و حیدرآباد دکن۔
حکیم مولوی محمد فیروز الدین صاحب ایچ۔ پی ایل۔ ایل۔ ایڈیٹر رسالہ رفیق الاطبا انحکیم
جناب سید احمد شاہ صاحب شکارپوری طبیب خاص ریاست بھکم پور
جناب حکیم ڈاکٹر ناظر حسین صاحب ریاست بھوپال
جناب ڈاکٹر سمندر ناتھ صاحب کویراج وئید تر چناپلی
جناب حکیم قاضی مولوی محمد عبد الرحمن صاحب ریاست چرکھاری۔
جناب حکیم محمد افضل۔ بی۔ اے سیکرٹری پنجاب طبیہ کانفرنس لاہور
جناب کویراج پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما ویدیہ موجد امرت دھارا لاہور
جناب ڈاکٹر پی۔ ڈی ڈھینگرہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس سورت۔
جناب کویراج کوی بھوشن ہیمراج صاحب وید مدراس۔
جناب حکیم ڈاکٹر شیخ نصیر الدین صاحب طبیب خاص ریاست کپور تھلہ۔
خلف جناب حکیم مولوی امام الدین صاحب پاک پٹنی۔
جناب مولوی حاجی عبد الرزاق صاحب پروفیسر مدرسہ طبیہ ایڈیٹر رسالہ مجلہ طبیہ دہلی۔
جناب ڈاکٹر حکیم محمد محی الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ مدراس۔
جناب حکیم مولوی عبد العزیز صاحب بھوپالی
جناب حکیم علیم الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ المسیح امرتسر
جناب مولوی کبیر الدین صاحب پرنسپل جامعہ طبیہ دہلی۔
جناب حکیم منظر حسنین صاحب آنریری مجسٹریٹ سونی پت
جناب خان صاحب حکیم ناصر الدین احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی۔
جناب خان بہادر رسید اولاد حسین صاحب مہابن
جناب مولوی حافظ عبد الولی صاحب مالک ڈپو آف اورنٹیل ڈسپنسری لکھنؤ
جناب حکیم محمد یوسف علی خانصاحب ریاست بھوپال۔
زبدۃ الحکما جناب حکیم تاراچند صاحب گجرات
جناب حکیم مولوی حاجی غلام اللہ صاحب قصوری پروفیسر حنفیہ کالج لاہور۔
جناب حکیم مولوی فرید احمد صاحب عباسی طبیب خاص ریاست بھیکن پور
جناب حکیم رفیق احمد صاحب نجیب آباد
جناب حکیم محمد چراغ صاحب بھلوال
جناب حکیم انشر دانش صاحب طغانی (دیدہ)
جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب ایم۔ بی۔ ایڈیٹر رسالہ ڈاکٹر لاہور۔
جناب حکیم خواجہ اویس قرنی صاحب پٹنہ
جناب حکیم عبد الغفار صاحب پشاور
جناب حکیم وید بسنت سنگھ صاحب مرزاپور
جناب حکیم مہندر ناتھ صاحب شرما۔ وید محقق نباتات میرٹھ۔
جناب حکیم محمد رسول صاحب حاذق برگاڈل
جناب حافظ عبد الرقیب خانصاحب ریاست بھوپال۔
جناب حکیم مولوی عبد الحلیم صاحب پرنسپل مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ۔
جناب حکیم مولوی سعید الرحمن صاحب سیکرٹری انجمن اتحاد دیسی طب۔
جناب حکیم نواب محمد عمر صاحب اختر حیدرآباد دکن۔
جناب ابو الوفا حکیم شمس الحسن صاحب سہسوانی
ان کے علاوہ اور ہزار ہا معززین نے اسرار حکمت یا اسرار الاطبا کی نسبت قدردانی اور پسندیدگی کا صحیح ہی اظہار فرمایا ہے۔

معالجات پر بہترین کتابیں

رموز العلاج یا رہنمائے صحت

مؤلفہ زبدۃ الحکماء جناب حکیم عبد الصمد صاحب ناگ پوری۔ اس کتاب میں سر سے پیر تک تمام بیماریوں کی تشخیص۔ ان کی علامات۔ اسباب اور نتائج کا سلسلہ وار تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہر ایک مرض کا مفصل بیان اور اس کے روکنے کی تدابیر بتا کر پھر ان کے تیر بہدف اور سینکڑوں وغیرہ کے مجرب متعدد نسخہ جات ترتیب کے ساتھ درج ہیں پیچیدہ اور معمولی امراض کے درمیان اس خوبی سے فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ غیر طبیب بھی آسانی سے انہیں سمجھ سکتا ہے حفظانِ صحت کے زریں اصول بھی لکھ دیئے گئے ہیں غرض اس کتاب سے ہر شخص اپنی اور اپنے متعلقین کی تشخیص مرض اور علاج میں پوری مدد لے سکتا ہے۔ یہ کتاب بوقت حکیم حاذق کا کام دے سکتی ہے قوتِ باہ سے متعلق اور پوشیدہ امراض خاص طور پر روشنی میں لائے گئے ہیں۔ قیمت مجلد سنہری کتاب دو روپے (عہ)

رموز العلاج کے متعلق دو قابلِ قدر رائیں

جناب پنڈت منوہر سہائے صاحب

ایڈیٹر اخبار "برہمن گزٹ" راولپنڈی تحریر فرماتے ہیں کہ رموز العلاج میں نہایت واضح طور پر تمام امراض کے اسباب۔ علامات اور اصول علاج کے علاوہ ہر مرض کے کئی کئی نسخہ جات درج کئے گئے ہیں سر سے پاؤں تک کل امراض کا بیان بہ تفصیل درج ہے۔ اس کے علاوہ حفظان صحت کے بارے میں خاص ہدایات درج ہیں۔ ہر ایک متلاشی صحت کو اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ قیمت مجلد کتاب دو روپے

جناب منشی طالب علی صاحب پابند۔ ایڈیٹر رسالہ

رہنمائے تعلیم و اخبار تعلیم، لاہور فرماتے ہیں۔

رموز العلاج یعنی رہنمائے صحت میں مضامین طریق تشخیص امراض متقادیر شربات ادویہ بحسب سن مقابلہ اوزان انگریزی و ہندوستانی کیفیت نبض بحسب قواعد الاطباء فرنگ تعداد حرکات تنفس منضجات و مسہلات درج کرنے کے بعد جملہ عوارض کے علاج درج کئے گئے ہیں۔ اور معالجات کا حصہ نہایت واضح طور پر مکمل اور آسان زبان میں لکھا گیا ہے۔ سر سے پیر تک تمام امراض کے اسباب علامات اور اصول علاج کے علاوہ ہر مرض کے کئی کئی مجرب نسخہ جات اور متشابہ امراض میں فرق ظاہر کیا گیا اور حفظان صحت پر خصوصیت سے زور دیا گیا ہے

منگانیکا پتہ ـــــ

منیجر کامل بک ڈپو مطبی مرکز اشاعت ۴ لاہور

آتشک وسوزاک کا مکمل علاج

مؤلفہ جناب حکیم عبدالمجید صاحب عتیقی

اس کتاب میں امراض آتشک و سوزاک کو علیحدہ علیحدہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ آتشک و سوزاک کی تعریف و پیدائش کے اسباب و علامات اور انکی وجہ سے پیدا ہونیوالے مختلف عوارض کا تذکرہ اور انکا یونانی ویدک ڈاکٹری ہومیوپیتھک وغیرہ طریقہ ہائے علاج کے ماتحت اصولی اور فنی علاج لکھا گیا ہے۔ علاج بالغسل اور انجکشن کے ذریعہ بھی اس کی مدافعانہ تراکیب پیش کیگئی ہیں۔ غرض آتشک وسوزاک پر ہر پہلو سے جامع اور مکمل کتاب ہے۔ قیمت ۱۲؍

علاج الامراض کامل

:- سال بھر میں مختلف امراض کے متعلق جس قدر بھی حالات ناظرین حکمت کی طرف سے بطور سوالات شائع ہوئے ہیں۔ اور پھر ان مریضوں کو ہندوستان کے متعدد حکیم و ڈاکٹر اور وید صاحبان طبی مشورہ بطور جوابات کے دیتے رہے ہیں سب ترتیب وار اس کتاب میں درج ہیں۔ گویا اس کتاب میں ہر ایک مرض کے متعلق مختلف حکماء کی طرف سے متعدد مجرب نسخہ جات درج ہیں قیمت صرف دو روپے (عـہ)

قوت لاموت

اس کتاب میں لذیذ اغذیہ اور پر لطف مٹھائیوں کے ذریعہ جسم کی عام کمزوری اور مختلف اعضا کی معمولی خرابیوں کو دور کرنے کی تراکیب بتائی گئی ہیں اور معدہ جگر۔ دل و دماغ کے ضعف کا معمولی خوراکی چیزوں سے علاج کیا گیا ہے۔ فر ہر مبہی غذاؤں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے (۴؍)

خزائن الطب جلد یہ :- ڈاکٹر نصیر الدین صاحب کی فاضلانہ قابلیت کا نتیجہ سراپا تمام امراض کی کیفیت اور ان کا یونانی و ڈاکٹری علاج قیمت ۱۲؍
رسالہ معدیہ قیمت ۱۲؍

وجع المفاصل

اس میں جوڑوں کی تشریح اور انکی کیفیات پر عالمانہ بحث کیگئی ہے جوڑوں کے متعلق تمام امراض کی شناخت اسباب علامات اور علاج نہایت شرح و تحقیق سے لکھے گئے ہیں۔ جوڑوں کے ہر قسم کے درد اور انکے حالات پر جدید معلومات خصوصیت سے قابل مطالعہ ہیں قیمت ۶؍

معالجہ طاعون

اس کتاب میں جناب مولوی صغیر حسین صاحب صغیر علوی خانی دہلوی نے طاعون کے متعلق اپنے اور اپنے استاد جناب سلطان الاطبا حکیم حاجی مولوی سجاد حسین صاحب علوی خانی دہلوی کے تجارب تحریر فرمائے ہیں اور طاعون ایسے موذی مرض کا شافی علاج تحریر کیا ہے ہر گھر میں اس کتاب کی ایک جلد موجود رہنی چاہیئے قیمت چار آنے۔

منگانے کا پتہ :- **کامل بک ڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور**

صنفی امراض پر معقول کتابیں

جنسی امراض اور ان کا علاج

جو لوگ مردانہ امراض کے شاکی ہیں وہ اشتہاری ادویہ پر روپیہ ضائع کرنے کی بجائے اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔ مصنفہ ڈاکٹر کرنل بھولا ناتھ۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ فاضل مصنف نے ہر نازک اور دقیق مسئلہ کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ہر شخص اس کتاب کو سامنے رکھ کر اپنا کامیاب علاج خود ہی کر سکتا ہے۔ پہلے حصے میں امراضِ مخصوصہ کا تفصیلی بیان اور ڈاکٹری علاج دوسرے حصے میں یونانی اور ویدک نسخہ جات۔ تیسرے حصہ میں برتھ کنٹرول (انسدادِ حمل) اور خوب صورت اولاد پیدا کرنے کی تدبیروں پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ تمام نسخے مستند و معتبر ہیں۔ حجم ۴۰۳ صفحات قیمت تین روپے

دوشیزہ

:۔ اس کتاب میں دوشیزہ سے ماں بننے تک جس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں ان کا مشرح اور مصور بیان پیش کیا گیا ہے قیمت تین روپے۔

رسالہ عقر

عالیجناب حکیم امام الدین صاحب پاک پٹنی طبیب ریاست کپور تھلہ کے ارشاد پر ڈاکٹر لطیف الدین صاحب نے کمال محنت و عرق ریزی سے عقر یعنی بانجھ پن پر یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں صنفِ نازک کے سب سے خوفناک مرض (عقر) کے اسباب و علامات، تشخیص اور علاج تحقیق سے لکھے گئے ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری معلومات کا یہ عملی مجموعہ اس قابل ہے کہ آپ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اور مستفید ہوں۔ قیمت عہ

ح ل اصلاح النسواں

اس کتاب میں عورتوں کی تمام امراض مخصوصہ کا مفصل ذکر ہے ہر ایک مرض کی شناخت۔ علامات۔ اور علاج میں مجرب نسخہ جات درج ہیں۔ اکثر نسخے حکیم عبدالمجید صاحب مرحوم حاذق الملک دہلوی کے خاندانی ہیں قیمت چھ آنہ۔

قوائے شہوانیہ

:۔ مردانہ امراض کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال کر ان کا کامیاب اور مجرب علاج لکھا گیا ہے قیمت ۔ علاج الامراض مستورات ۔

کامل دانی
پاکٹ کوک شاستر عہ
صورت گری
عملی کوک شاستر عہ

جوانی دیوانی
رسالہ شباب عہ
رسالہ زینت شباب عہ
مکمل کوک شاستر عہ

سلک مروارید ہے
مجربات بوعلی سینا عہ
قانون عشرت عہ

منگانے کا پتہ:۔ کامل بک ڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور

مفردات کی علمی تحقیق و تجربات کا انتہائی ذخیرہ

کتب ذیل میں بعض مشہور اور کثیر الاستعمال مفرد ادویہ پر ویدک۔ یونانی ڈاکٹری علوم طب کی روشنی میں قدیم و جدید علمی و عملی کا بہترین ذخیرہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتابیں اپنے مخصوص انداز کی وجہ سے بڑی مقبول ہوئی ہیں۔

ارنڈ کے اعجاز

ارنڈ جس قدر مشہور اور کثیر الوقوع پودا ہے اسیقدر عدیم النظیر اور سریع التاثیر منافع بھی رکھتا ہے اس کتاب میں جناب حکیم عبدالمجید صاحب عتیقی (ایچ۔ پی) نے ارنڈ اور اس کے تمام اجزا کی طبی تحقیق ہر زبان کے مختلف نام افعال و خواص اور ان کے ذریعہ امراض کا شافی علاج لکھا ہے کسٹرائل تیار کرنیکی مغربی اور مشرقی ترکیبیں اور اسے خوشبودار خوش ذائقہ بنانے کے قاعدے بھی لکھے گئے ہیں۔ ویدک یونانی اور ڈاکٹری مجرب اور آسان نسخے نیز ارنڈ کے ذریعہ سونا چاندی۔ لوہا۔ فولاد۔ شنگرف۔ ہڑتال۔ ابرک۔ پارہ سنکھ صدف وغیرہ کے کیمیائے بدن کشتے بنانے کی آسان ترکیبیں بھی دی گئی ہیں مصنوعات اور اعمال کا حصہ قابل دید ہے ضخامت ۵۲ صفحات قیمت ۶ر

آک کے کرشمے

اس میں آک یعنی مدار کی قدیم تاریخ جدید تحقیق۔ برائے توضیحات اور آک کے متعلق عجیب غریب روایات کا تذکرہ نیز آک کے سحر کار اثرات کا بیان اور اس کے ذریعہ شدید امراض کا شافی علاج وغیرہ لکھا گیا ہے۔ احیاء و ارواح کو اس کے ذریعہ کشتہ کرنیکی آسان ترکیبیں درج ہیں۔ قیمت پانچ آنے

خواص پھٹکری

جسمیں محض پھٹکری کے ذریعہ سے سر سے لیکر پاؤں تک کے امراض کا علاج۔ شعبدات وغیرہ کا ذکر ہے قیمت ۳ر

گھیکوار کے اسرار

گھیکوار بھی اپنے عجیب و غریب خواص کیلئے کثیر الاستعمال ادویہ میں شمار ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں صرف اسی کے متعلق ویدک یونانی۔ ڈاکٹری علوم طب کی رو سے جامع معلومات پیش کیگئی ہیں۔ اس کی مختصر تاریخ۔ ہر زبان کے معروف نام۔ ماہیت افعال و خواص۔ جسم انسان پر اس کی اندرونی و بیرونی تاثیرات گھیکوار کے ذریعہ خطرناک امراض کا شافی علاج اور مفرد استعمال کے طریق وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ایلوا یعنی صبر تیار کرنا اس کا مفرد اور مرکب استعمال گھیکوار کے لعاب سے حیرت انگیز کام لینا اس کا سالن۔ حلوہ۔ لڈو۔ بالیدہ اور شربت وغیرہ تیار کر کے ان کے ذریعہ امراض و عوارض دور کرنا گھیکوار کے ذریعہ مختلف احیاء و اجسام اور ارواح کو کشتہ کرنا غرض اس کے مؤلف جناب حکیم عبدالمجید صاحب عتیقی ایچ۔ پی نے کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ضخامت ۶۸ صفحات قیمت آٹھ آنے (۸ر)

تاثیرات خرمہرہ

تاثیرات خرمہرہ یا القفو: یعنی کوڑیوں کے چھلکے جس میں خرمہرہ کی نسبت قدیم و جدید تحقیق علمی و عملی معلومات۔ آسان نسخے۔ سہل کشتے معمولی اور شدید امراض کا کوڑیوں کے ذریعہ علاج لکھا گیا ہے قیمت ۴ر

معلومات چائے

اس میں چائے پینے والوں کی ضیافت علمی کے لئے چائے کے فوائد و نقصانات۔ اصلاح کی تراکیب۔ اور چائے کے متعلق تمام مفید معلومات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے قیمت چار آنے (۴ر)

پتہ منگانیکا } کامل بک ڈپو طبی مرکز اشاعت لاہور

کیفیات وار چینی

(مؤلفہ حکیم عبد المجید صاحب عتیقی۔ ایچ۔ پی)

اس رسالہ میں وار چینی کی نسبت یونانی۔ ویدک ڈاکٹری اور ہومیوپیتھک علوم طب کی رو سے علمی و عملی معلومات۔ قدیم و جدید تحقیقات ہر قسم کے معمولی اور شدید امراض کا تیر بہدف علاج۔ کشتہ جات کی آسان و مجرب تراکیب اور صنعتی نسخہ جات نہایت وضاحت سے درج ہیں۔ علاج بالضد کے مقابلہ میں علاج بالمثل (ہومیوپیتھک) میں وار چینی کے استعمالات خصوصیت سے واضح کئے گئے ہیں۔ اپنے موضوع پر پہلی اور بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے حجم ۴۲ صفحات۔

معلومات شنگرف

کیمیائے شنگرف کے متعلق قدیم و جدید تحقیق مختلف علوم طب کی روشنی میں لکھ کر شنگرف کی نسبت ہر قسم کی معلومات پیش کی گئی ہیں۔ کیمیاوی اعمال کشتہ جات اور صنعتی استعمالات کے عجیب و غریب رموز واضح کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بیحد مقبول ہوئی ہے۔ ۱۲۵ صفحات قیمت ایکروپیہ

جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے ایل ایم اینڈ ایس ڈاکٹر پروفیسر فزیالوجی عثمانیہ میڈیکل کالج حیدر آباد دکن فرماتے ہیں آپکی کتاب معلومات شنگرف میں نے شروع سے آخر تک پڑھی میری رائے میں یہ کتاب نہ صرف طبابت پیشہ اصحاب بلکہ عوام کیلئے بھی مفید ہے۔

معمولات رسکپور

اس کتاب میں رسکپور کی نسبت جملہ طبی اور صنعتی معلومات کو یکجا فراہم کیا گیا ہے۔ رسکپور کے ذریعے شدید اور معمولی امراض کا شافی علاج لکھا گیا ہے قیمت آٹھ آنے

تجربات زرنیخ

ہڑتال اور اس کے اقسام (مثل گاودنتی وغیرہ) کے متعلق طب۔ یونانی۔ ویدک۔ ڈاکٹری اور ہومیوپیتھک علوم کی جدید و قدیم تحقیقات۔ افعال و خواص۔ تیر بہدف نسخہ جات۔ تراکیب کشتہ جات۔ کیمیاوی اعمال اور صنعت و حرفت کے کار آمد نسخہ جات غرض ہڑتال کی نسبت اپنی طرز کی پہلی اور بہترین کتاب ہے۔ بڑی پسند کی گئی ہے۔ قیمت مجلد سنہری ایکروپیہ۔

جناب حکیم محمد عبد الحلیم صاحب وائس پرنسپل تکمیل الطب کالج وانچارج شفاخانہ لکھنؤ فرماتے ہیں۔ کامل بکڈپو لاہور طبی کتب کی تالیف و اشاعت کی صورت میں جو گراں بہا خدمات انجام دیرہا ہے ان سے طبی دنیا کا ہر فرد آگاہ ہے اس بکڈپو کے سلسلہ تالیفات کی یہ ایک مفید کڑی ہے جو تجربات زرنیخ کے نام سے شائع ہوئی ہے میں نے اس کو بغور مطالعہ کیا اور نہایت دلچسپ از معلومات کار آمد پایا۔ فاضل مؤلف نے اس کی اشاعت سے طبی دنیا پر بڑا احسان کیا ہے۔

پتہ منگانیکا:۔ کامل بکڈپو طبی مرکز اشاعت لاہور

جامع العقاقیر

جڑی بوٹی معہ خواص جلد سوم

اس جلد میں بوٹیوں کے متعلق نہ صرف قدیم نظریات پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ ہر ایک بوٹی کے متعلق جدید تحقیقات کا حصہ خصوصیت کے ساتھ بڑھایا گیا ہے ایک ایک بوٹی کے جس قدر نام تمام زبانوں میں مروج ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ نیز ہر ایک بوٹی کی تاریخ مقام پیدائش ماہیت شناخت اقسام دیگر ولطبائے مختلفہ کیمیائی تجزیہ۔ مزاج۔ درجہ۔ یونانی ویدک اور مغربی طب کی رو سے علیحدہ علیحدہ افعال وخواص کیمیاوی فعال۔ قدیم وجدید سندی یونانی اور ڈاکٹری مستند و مجرب کیبات ماضی وحال کے عملی تجربات۔ بوٹیوں کے ذریعہ دھاتوں کو کشتہ کرنے کی سہل الحصول تراکیب و اکسیری اعمال کے رموز انتہائی تحقیق کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ ابتدا میں رئیس الاطبا حکیم محمد حسن صاحب قرشی پرنسپل طبیہ کالج لاہور نے ایک مبسوط دیباچہ تحریر فرمایا ہے جو کتاب کی صوری ومعنوی خوبیوں کا ضامن ہے۔ کتاب کے آخر میں نہایت کار آمد اور مفید ضمیمہ جات شامل ہیں حقیقت یہ ہے کہ مؤلف نے اس عدیم النظیر کتاب کے لیے بڑی محنت اور کاوش سے کام لیا ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ اس سے بہتر کتاب پیش نہ کر سکے گا۔ تصاویر اور بلاکوں پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ ۵۰ سے زاید بوٹیوں کے عکسی فوٹو کتاب کی زینت ہیں حجم ۵۰۰ صفحات لکھائی چھپائی۔ کاغذ نفیس مجلد طلائی کار۔ قیمت تین روپے۔ غیر مجلد عہ

جامع العقاقیر پر مشہور اخبارات وطبی جرائد کی آرا کا خلاصہ

طبی جرائد بوٹیوں کے تمام پہلوؤں پر نہایت عمدہ بحث کی گئی ہے اور تمام ایسے مسائل روشنی میں لائے گئے ہیں۔ جو اطبا اور عوام دونوں کیلئے نہایت مفید ہیں۔

(ایڈیٹر رسالہ "الحکیم" لاہور)

جامع العقاقیر میں جہاں افعال وخواص پر قدیم نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے وہاں ڈاکٹری تاثیرات بھی بتائی گئی ہیں۔ توقع ہے کہ طبی دنیا اس جدید تالیف کی پوری قدر کرے گی

ایڈیٹر رسالہ "الطبیب" لاہور

جامع العقاقیر کے متعلق وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے اور طالبانِ فن اور بوٹیوں کے شائقین کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

ایڈیٹر "مشیر الاطبا" لاہور

بہر حال کتاب بہمہ وجوہ نہایت قابل قدر اور بڑی محنت وکاوش سے مرتب کی گئی ہے۔ ارباب فن کو اس مفید ترین کتاب کی پوری قدر کرنی چاہیے۔

ایڈیٹر "ہمدرد صحت" دہلی

ملنے کا پتہ:- دکان مل بک ڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور

مشہور رسائل وجرائد کی آراء

جامع العقاقیر ہندوستانی اطبا کے لئے نہایت کارآمد اور بیش قیمت معلومات کی حامل ہے ہم اسے دیسی فارماکوپیا میں مفید اور قابل قدر اضافہ سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ ملک اس کتاب کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیگا۔ انگریزی روزنامہ ٹریبون لاہور (ایڈیٹر مسٹر پیارے موہن بی۔ اے)

یہ بیش قیمت کتاب "جامع العقاقیر" نہ صرف اطبا کے لئے بیحد کارآمد ہے بلکہ عام شائقین کے لئے بھی نہایت دلچسپی اور افادہ کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہمارے نزدیک ہر شخص کو یہ کتاب خرید کر اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ ایڈیٹر روزنامہ "انقلاب" لاہور مولانا عبدالمجید سالک سالک

جامع العقاقیر کی ضخیم کتاب میں نباتات یعنی زمین سے اُگنے والی بوٹیوں اور پودوں کے متعلق اس قدر قیمتی معلومات جو علم طب سے تعلق رکھتی ہیں فراہم کیگئی ہیں کہ دوسری جگہ اُن کا یکجا ملنا محال ہے محنت بہت قابل داد اور کتاب علم طب سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لئے بے حد مفید ہے۔

مرتضٰی احمد خاں میکش ایڈیٹر روزنامہ "احسان" لاہور

جامع العقاقیر جڑی بوٹیوں کے فن میں ایک عمدہ کتاب ہے علم طب اور جڑی بوٹیوں کے متعلق دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو اس سلسلہ تصانیف سے ضرور مستفیض ہونا چاہئیے۔

غلام نبی خاں ایڈیٹر الفضل قادیان

جامع العقاقیر میں صرف قدیم نظریات پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر ایک بوٹی کے متعلق جدید تحقیقات کا خصہ خصوصیت کے ساتھ اضافہ کیا گیا ہے مؤلف نے اس کتاب کے لئے بڑی محنت اور کاوش سے کام لیا ہے

مہاشہ کرشن ایڈیٹر روزنامہ پرتاپ لاہور

یہ ایک کارآمد طبی تصنیف ہے۔ جس میں لائق مصنف نے مشہور جڑی بوٹیوں۔ درختوں، پودوں اور پھلوں کے متعلق طبی معلومات ایک خاص ترتیب سے جمع کی ہیں۔ یہ مجموعہ نہ صرف طب کے طلبہ اور اطبا کے لئے سودمند ہے۔ بلکہ ہندوستان کے دیہی مقامات پر گھروں میں بھی رکھے جانے کے لائق ہے۔

در مولانا سید سلیمان ندوی ایڈیٹر معارف اعظم گڑھ

جامع العقاقیر میں بوٹیوں کی نسبت ہر پہلو سے انتہائی معلومات پیش کیگئی ہیں۔ بڑی مفید اور دلچسپ کتاب ہے۔

حکیم یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال لاہور

ہم طب جدید میں ایسی مفید کتاب کی ترتیب پر مصنف موصوف کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ملک اس کی قرار واقعی قدر کریگا

علامہ افسر صدیقی امروہوی ایڈیٹر رسالہ تنویر کراچی

خان بہادر سید اولاد حسین پنشنر مجسٹریٹ متھرا فرماتے ہیں:۔ میں نے جامع العقاقیر کو بغور مطالعہ کیا۔ یہ نہایت فاضلانہ اور قابل قدر تصنیف ہے اس میں مفرد اور سہل الحصول بوٹیوں سے ہر مرض کا شافی علاج لکھا ہے۔ میری رائے میں اس کتاب نے عہد حاضرہ کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ ہر گھر میں اسکی موجودگی ضروری ہے۔

منگوانیکا پتہ:۔ کامل بکڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور

بعض دیگر مفید کتابیں

علم الانسان

فی کرمیں روحانی اور جسمانی قوت کا مقابلہ جسم انسانی کی پوری تشریح اعضائے مفردہ ومرکبہ کا بیان تسید جنین ارواح وقوا کی مختلف کیفیتیں الجماکے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ قیمت صرف چھ آنے ۔ (۶؍)

تغذیۃ الماء: دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ پانی میں بھی غذائیت اور جزو بدن ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔ قیمت صرف چار آنے (۴؍)

الغذ... اہتمام ... یا گیا ادویہ کے استعمال ... س میں موجو... درجہ کے قواعد اور مقدار خوراک وضع کرنیکے طریقے نیز طب کی بڑی بڑی کتابوں سے بعض ضروری امور اخذ کرکے لکھے گئے ہیں۔ قیمت صرف چھ آنہ (۶؍)

از عبد الخالق صاحب

صابون سازی: خلیق اس کتاب میں ہر قسم کی دیسی ولائتی خوشبودار اور طبی صابون بنانیکی مع ترکیبیں درج کی گئی ہیں۔ صابون سازی کے آلات اشیاء ۔ رنگ خوشبو ادویہ وغیرہ مفصل ذکر ہے قیمت پانچ آنے (۵؍)

تعلیم الطب: طب کی بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ۔ طلبۂ یان فن کے لیے درسی کتاب ہے۔ قیمت صرف چار آنے (۴؍)

روحانی کتابیں

آپ کس کو مسخر کرنا چاہتے ہیں

عجائبات مسمریزم: مسمریزم کی نسبت ہر قسم کی معلومات اس کے جاننے کے طریقے اس کے اعمال کے ذریعے دوست دشمن معشوق حتی کہ حاکم کو بھی مسخر کرنے کے قواعد نہایت آسان زبان میں لکھے گئے ہیں قیمت عہ۔

عملیات چشتیہ: تمام اعمال حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ارشاد فرمودہ ہیں اعمال کے ذریعہ لاعلاج امراض کا علاج کشائش رزق۔ ارضی وسماوی آفات اور دنیاوی مشکلات غرض ہر تکلیف کے رفع کرنے کے لئے اس میں عملیات درج ہیں۔ قیمت چار آنے (۴؍)

آپ سے کون جنگ آزما ہے

عملیات نادرہ: حب وبغض کے تیر بہدف اور سہل الحصول عملیات جن کی تاثیر سے دشمن دوست بن جاتا ہے مع ملحقات حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علم جفر کے قواعد ورموز تعویذات لکھنے کے طریقے اور عملیات کے اسرار ان کا مشہور حکیم طلم طم ہندی کی ماہرانہ تجارب اصل کتاب کا مسودہ سنسکرت، عبرانی سریانی اور قدیم عربی زبان میں لکھا جسے آفتاب حکمت حکیم عبد العزیز صاحب کامل مرحوم نے سلیس اردو کا لباس پہنایا۔ قیمت مجلد سنہری ایک روپیہ (عہ)

حل مشکلات دارین: جیسا نام ویسا کام قیمت ۱۲؍

منگانیکا پتہ:۔ کامل بک ڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور

شہسوارانِ فن کے طبّی شاہکار

تصانیف رئیس الاطبا حکیم محمد حسن قرشی پرنسپل طبیہ کالج

نام	قیمت	نام	قیمت
...یح فارم صحیفہ مصور مجلد	۱۲ ؎	جلد ول جالینوس	۶ر
طبی فارماکوپیا جلد اول مجلد	۱۰ ؎	سلک مروارید مجلد	۱۰ ؎
״ ״ دوم	۱۰ ؎	تذکرۃ الاطبا	۸ عہ
مسیح الملک باتصویر	۸ عہ	بیاض حکیم نور الدین	عہ ۱

تصانیف شہید فن حکیم فیروز الدین مرحوم ایڈیٹر رفیق الاطبا

نام	قیمت	نام	قیمت
...ز الاطبا جلد اول مجلد	۱۲ ؎	معدن الاکسیر	۸ عہ
״ جلد دوم ״	۲ ؎	الجریان	۸ عہ
...ج الخزائن مجلد	للعہ ۱۲		

...سن طب حکیم محمد شریف ایچ۔ پی۔ ایل

نام	قیمت	نام	قیمت
...تاح الحکمت جلد اول مجلد	۱۲ ؎	مفتاح الکیمیا	عہ
״ ״ دوم ״	؎	رسالہ دھتورہ	۸ر

تصانیف شمس الاطبا ڈاکٹر غلام جیلانی مرحوم

نام	قیمت	نام	قیمت
تشریح انسانی و منافع اعضاء مجلد	؎	مخزن العلاج طب یا جیلانی جلد اول	۸ ؎
مخزن الحکمت یا گھر کا ڈاکٹر و حکیم باتصویر ہر دو جلد	۱۲ ؎ ۱۲	״ ״ ״ دوم	للعہ ۱۲
		یونانی فارماکوپیا	؎
		میٹریا میڈیکا	۱۲ للعہ
مخزن الجواہر لغات ڈاکٹری	۱۲ ؎	ہر دو جلد	

تصانیف حکیم مولوی عبد الحلیم صاحب پرنسپل تکمیل الطب کالج لکھنؤ

نام	قیمت	نام	قیمت
مفردات عزیزی	عہ	مجربات عزیزی	؎
طب کی تعلیمی زبان	۶ر	حل المعضلات المشکلات	؎
		اصول علم الادویہ	؎

تصانیف حکیم امام الدین پاک پٹنی مرحوم

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تریاق استمنا	۸ر	رسالہ عقر	۸ عہ

تصانیف حکیم کبیر الدین صاحب دہلوی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتاب التکلیس کشتہ جات	۸ عہ	حمیات قانون اول و دوم فی	عہ
افادہ کبیر	۸ عہ	سماع القلب سٹیتھسکوپ	۶ر
تشریح صغیر	عہ	بیاض کبیر اول و دوم فی	عہ
تشریح اعضائے سوال	۸ عہ	״ ״ سوم	۱۲ر
شرح اسباب مکمل ہر حصہ	لعہ	علم الادویہ نفیسی	۸ عہ
میزان الطب	۸ عہ	کتاب الادویہ	عہ
کلیات قانون اول	صہ	رسالہ سم الفار (سنکھیا)	۸ر
״ ״ دوم	؎	رسالہ کچلہ	۸ر
رسالہ کیڑے و یدان	لہ	رسالہ نبض	۱۰ر
عملی انجکشن	۲ عہ	قانونچہ	۸ عہ
دوران خون	۸ر	رسالہ چیچک	۶ر
شرح اسباب اول	عہ	بواسیر	۶ر
״ ״ دوم	للعہ	نجاروں کا اصول علاج	۱۲ر
״ سوم و چہارم فی	للعہ	رسالہ قارورہ جدید	۸ر
حمیات رجامیہ	۱۲ر	״ ״ قدیم	۸ر
رسالہ ذیابیطس	۶ر	رسالہ سوزاک	۸ر
״ سل دق	۶ر	رسالہ آتشک	۶ر
کتاب التشخیص اول و دوم	۸ عہ	کلیات کے مباحث	۸ر
		مخازن التعلیم نادر غریب	؎
رسالہ طاعون	۶ر	امراض سبلیا و عوارض جسمانی	
رسالہ ہیضہ	لہ	یعنی سرگی	۱۲ر
القابلہ	عہ	دہلی مطب	عہ

ملنے کا پتہ :- کامل بک ڈپو (طبی مرکزِ اشاعت) لاہور۔

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
جراحت مکمل	عـہ	آسان نسخے مجرب چٹکلے	عـا
علاج الامراض اول دوم فی	۸ہے	طبی فرہنگ	لہ عہ
لغات کبیر اول دوم	ہے	مدار بوٹی ڈاک ر	ـہ
القرابادین	معہ	موجز القانون عربی اردو	۸عہ
طبی لغاتچہ	۸ر	اسما امراض اول دوم فی	لہ ر
مجربات قطن	۸ر	منافع کبیر فی	للعہ
معرکۃ الآراد علمی جنگ ر	۶ر	قانون النسل	۸عہ

تصانیف پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما وید

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
جیون شکتی	عہ	صحت و درازی عمر کا راز	۱۲ر
شباب جاودانی	لہ ۱ر	ہدایت الموسم	۱۲ر
خوراک	۲عہ	ہدایت الیوم	۱۲ر
ضروریاتِ زندگی	عہ	میٹھی نیند و فلسفۂ خواب	۱۲ر
نقشۂ صحت	۱۲ر	تصاویر صحت	۳ر
نوّے سال جوان و تندرست کیسے رہ سکتا ہے۔	لہ ر	کیا میں تندرست ہوں	۱۲ر
		صحت کے دس اصول	۶ر

تصانیف حکیم خواجہ رضوان احمد صاحب فضا پروفیسر طبیہ کالج

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
حمیات قانون	ہے	ترجمہ شرح اسباب جلد سوم	عـا
منافع اعضاء مجلد	صہ ر	ترجمہ شرح اسباب جلد چہارم	عـا
ترجمہ شرح اسباب جلد اول	عـا	الموجز القانون	۸ر
ترجمہ شرح اسباب جلد دوم	عـا	ترجمہ موجز القانون	عہ ر

تصانیف ڈاکٹر قاضی عظیم اللہ صاحب کامل طب والجراحت

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
طبیب النساء المعروف منیل فارماکوپیا مجلد سنہری با تصویر	۱۵ عـا	قانون عشرت مجلد با تصویر	۱۲ر
		ارسطو کا تماشا مجلد ر	عہ ر
بال فارماکوپیا مجلد	عہ ر		

تصانیف حکیم غلام جیلانی امرت سری

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
نشاطِ زندگی	عـا	مجربات جیلانی حصہ اول	عہ
کلیدِ حکمت	عہ ر	مجربات جیلانی حصہ دوم	عہ

تصانیف حکیم عسکر بی۔ اے

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ہر قسم کے شربت و عرق بنانا	۳ر	نوشتۂ تقدیر	عہ
		اچار۔ مربے چٹنی	۶ر

تصانیف زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی مرحوم سفری ڈاکخانہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
رسالہ سم الفار	۸ر	رسالہ قلمی شورہ	۸ر
رسالہ گندھک	۸ر	رسالہ نوشادر	۸ر
رسالہ سیماب	۸ر	——	

تصانیف زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی مرحوم ایڈیٹر "حافظِ صحت"

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
قہوئے شہوانیہ	۸ر	اجرام	۸ر
ضیق النفس	عہ ر	رسالہ طاعون	۸ر
نقرس	عـا	اختیار النسل و اختصار النسل	۸ر
موسمی بخار	۵ر	درد گردہ و ریگ گردہ	عہ
معالجات بواسیر	۹ر	زینتِ شباب	لہ عہ

تصانیف مولوی محمد عبداللہ صاحب روہڑی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
خواص گھی	لہ ر	خواص دھتورہ	۶ر
خواص دودھ	۱۲ر	خواص گاجر	۳ر
خواص دہی	لہ ر	خواص لیموں	۸ر
خواص مرچ	لہ ر	خواص ریٹھہ	۶ر
خواص کشنیز	۳ر	خواص بادام	لہ ر
خواص پھٹکری	عہ	خواص ہلدی	لہ ر

ملنے کا پتہ:۔ کامل بک ڈپو طبی مرکزِ اشاعت، لاہور